اہلِ دعوت کے لیے

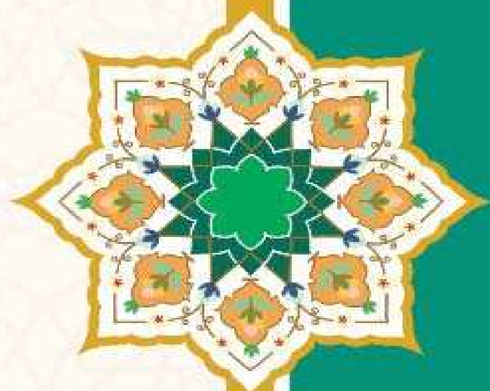
ایک قیمتی سوغات

مؤلف
مفتی عبداللطیف قاسمی
اُستاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

مع ضمیمہ لطیفہ

جزاء الأعمال

حکیم الامت مجدد الملت
حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ



۲۲۷۵۵۴
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

اہل دعوت کے لیے

ایک قیمتی سوغات

مؤلف

مفتی عبد اللطیف قاسمی

استاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

معہ ضمیمۂ لطیفہ

جزاء الاعمال

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

تفصیلات

نام کتاب	:	اہل دعوت کے لیے ایک قیمتی سوغات
مؤلف	:	مفتی عبداللطیف قاسمی جامعہ غیث الہدی بنگلور
صفحات	:	312
طباعت اولی	:	۱۴۴۷ھ مطابق ۲۰۲۵ء
موبائیل نمبر	:	+91 9986694990
ای میل	:	abufaizanqasmi@gmail.com
ویب سائٹ	:	https://faizaneqasmi.com

ملنے کے پتے:

• جامعہ غیث الہدی بنگلور • کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

دیوبند و بنگلور کے جملہ کتب خانے

اجمالی فہرست مضامین

فہرست مضامین

سفر کی سنتیں، آداب اور احکام

آداب المساجد

مشورے کی اہمیت، فضیلت اور طریقہ

کھانے کے آداب اور سنتیں

پانی اور دیگر مشروبات پینے کے آداب

سونے کے آداب اور سنتیں

دینی اسفار سے واپسی پر اسلامی ہدایات

نماز تہجد اہمیت، فضیلت اور اس کا طریقہ

مسواک کی فضیلت واہمیت

عمامہ ایک پیاری سنت اور اسلامی تہذیب

فضائل اور آدابِ گشت

ایمان ہی ذریعۂ نجات

دعوت حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

دعوت امت کی ذمہ داری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں

طہارت کا بیان

وضو کا بیان

غسل کا بیان

تیمم کا بیان

نماز کا بیان

نماز وتر کا بیان

معذور کے لیے کرسی پر نماز

سجدۂ سہو کا بیان

نماز جنازہ کا بیان

پیش لفظ

الحمدللہ فی الاولی والآخرۃ، لہ ملک السموات والارض ،یحی ویمیت، وھو علی کل شیء قدیر، والصلوۃ، والسلام علی آخر الانبیاء خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ ،واھل بیتہ الذین قامو ابنصرۃ الدین القویم. امابعد

صوبۂ کرناٹک کے مدارس اسلامیہ میں عموماً اساتذہ وطلبہ دعوت وتبلیغ کی عظیم محنت سے مانوس ہوتے ہیں، حسب توفیق الٰہی اللہ کے راستے میں دیر ودور کے لیے حسب مشورہ، تقاضہ وسہولت نکلتے بھی ہیں، بایں سبب صوبہء کرناٹک میں عموماً دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بھی مہینے میں ایک مرتبہ بروز جمعرات بعد نماز ظہر تا روز جمعہ بعد نماز چوبیس گھنٹے کے لیے اپنے اساتذہ کی نگرانی میں اپنے مدرسے کے قرب وجوار کے علاقوں میں جاتے ہیں، دعوت وتبلیغ کی محنت کرتے ہیں، تبلیغی جماعت میں نکلنے کے بعد چوبیس گھنٹے میں ہونے والے اعمال کو انجام دیتے ہیں، اس دوران جو مختلف بیانات اور مذاکرے ہوتے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں بیان اور مذاکرہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس ترتیب کا محسوس فائدہ یہ ہے کہ طلبہ کا مزاج زمانہء طالب علمی کی ابتداء ہی سے دعوتی بن جاتا ہے، جو رسمی علوم سے فراغت کے بعد عوام میں چل پھر کر دینی خدمات انجام دینے میں نہایت مفید ثابت ہوتا ہے، دوسرا فائدہ: اس ترتیب کے ذریعے عوامی اور مقامی سطح پر مدارس کا تبلیغی فیض عام ہوتا ہے، نیز مدارس کا تعارف بھی ہوتا ہے اور لوگوں کی ذہنوں میں مدارس کی اہمیت وافادیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔

بروز جمعرات ۱۶ / ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹ / ستمبر ۲۰۲۴ء بندۂ ناچیز طلبہء عزیز کے ہم راہ مسجد منورہ ''اعلی ہلی، آنجناہ پور'' بنگلور میں چوبیس گھنٹے لیے نکلا، بعد نماز

عشاء بیان کے بعد طلبہ عزیز نے کھانے اور سونے کے آداب کا مذاکرہ شروع کیا، ایک طالب علم نے ’’کھانے کے آداب‘‘ کا مذاکرہ نمبر وار آداب کے ساتھ مکتب کے چھوٹے بچوں کی طرح سنا دیا، دوسرے نے ’’سونے کے آداب‘‘ اسی ترتیب سے چند لمحوں میں سنا کر خاموش ہو گیا۔

میں نے بڑے درجے کے طلبہ سے کہا: آپ لوگ کھانے کے آداب کا قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے متون کے ساتھ مفصل و مدلل مذاکرہ کرو، آپ نے اس سلسلے میں ترجمۂ قرآن، احادیث کی کتابیں پڑھیں ہیں، فلاں فلاں مقامات پر یہ ابواب آئے ہیں، ان کی روشنی میں مذاکرہ کرو؛ تاکہ چھوٹے طلبہ بھی ان آداب وسنتوں کا مذاکرہ قرآن وسنت کی نصوص کے ساتھ کر سکیں، احقر نے چند آیات اور احادیث کی طرف اشارہ کیا، انہیں حیرت و تعجب ہوا، واقعی یہ مذاکرے ہم قرآنی آیات واحادیث کے نصوص کے ساتھ بالتفصیل کر سکتے ہیں؛ لیکن کبھی ان باتوں کی طرف ذہن نہیں گیا۔

اس صورت حال کو دیکھ کر اسی وقت احقر کے دل میں خیال آیا کہ مدارس کے طلبہ کو ماہانہ جماعتوں میں روانہ کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ اس عظیم کام سے مانوس ہوں، اس میں ہونے والے اعمال و مذاکروں کو علی وجہ البصیرت قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھیں، یاد کریں اور امت کی رہبری کریں، اگر جماعت میں گئے، کھاپی کر وقت گذاری کر کے واپس ہو گئے، تو طلبہ کا جماعت میں جانا محض ایک تفریح بن جائے گا، اس ترتیب کا کوئی خاطر خواہ فائدہ طلبہ کو نہیں ہوگا۔

اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ جماعت میں ہونے والے اعمال اور مذاکرں کا مفصل و مدلل مواد قرآن وسنت کی نصوص کی روشنی میں ان کے لیے جمع کیا جائے؛ تاکہ طلبۂ عزیز اور نو فارغ علماء جو جماعت میں نکلتے ہیں، وہ مطالعہ کریں، قرآنی آیات اور متونِ احادیث زبانی یاد کریں؛ تاکہ انہیں مختلف اور متعدد مذاکروں میں کام آئیں، آگے چل کر امت کی صحیح رہبری کریں، چوں کہ یہ کتاب عام فہم اور آسان ہے، اس لیے جماعت میں نکلنے والے اردو داں طبقے کے لیے بھی استفادہ آسان ہے۔

جو مذاکرے بطور خاص تبلیغی ترتیب سے متعلق ہیں، ان سے تعرض نہیں کیا گیا ہے، اس لیے کہ وہ مذاکرے ذمہ دارانِ تبلیغ ہی کا حق اور ان ہی کے لائق ہیں، جو مذاکرے عام ہیں، تبلیغی واصلاحی اسفار میں جن کی ضرورت پیش آتی ہے اور ان مذاکروں کا معمول ہے، جن میں سے ''سفر کی سنتیں، آداب اور احکام''، ''آداب المساجد''، ''مشورے کی اہمیت، فضیلت اور اس کا طریقہ''، ''کھانے کے آداب اور سنتیں'' پینے کے آداب اور سنتیں'' سونے کے آداب اور سنتیں'' دینی اسفار سے واپسی پر اسلامی ہدایات'' کو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے متون وتشریحات اور بقدر ضرورت فقہی مسائل کے ساتھ جمع کیا جائے۔

چوں کہ تبلیغی جماعت میں نکلنے کے بعد دین پر چلنے کی محنت کرائی جاتی ہے، سنتوں کا پابند بنایا جاتا ہے، اس لیے ''نماز تہجد، اہمیت اور اس کو پڑھنے کا طریقہ''، ''مسواک کی فضیلت اور اہمیت''، ''عمامہ ایک پیاری سنت اور اسلامی تہذیب'' کا اضافہ کیا ہے۔

اہل مدارس، اہل تصوف اور اہل دعوت سب کے نزدیک اصلاح، تربیت اور سنتوں کے اہتمام پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے، کتاب کے متعدد عمومی مضامین میں اہل مدارس اور اہل تصوف سے چند گزارشات ضمناً آگئی ہیں، چوں کہ کتاب کی تصنیف وتالیف کا سبب وپس منظر دعوت وتبلیغ کی جماعت ہے اور اکثر مضامین اسی سے متعلق ہیں، اس لیے کتاب کی نسبت اسی جماعت کی طرف کرتے ہوئے ''اہل دعوت کے لیے ایک قیمتی سوغات'' نام تجویز کیا گیا ہے۔

آخر کتاب میں ''فضائل گشت'' گشت کے بعد ہونے والے بیان کے تین نمونے پیش کئے گئے ہیں ''ایمان ہی ذریعۂ نجات''، ''دعوت حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد''، ''دعوت امت کی ذمہ داری'' کے عناوین کے تحت کثرت سے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ سے واقعات کو ذکر کیا ہے؛ تاکہ طلبۂ عزیز اور نو فارغ علماء کے لیے بیان کی ضروت پیش آئے، تو عالمانہ شان سے بیان کریں، ان میں مذکور آیات واحادیث سے ان کا ذہن قرآن میں موجود حضرات انبیاء علیہم السلام کے دعوتی خطابات، حالات اور آیات کی طرف منتقل ہو سکے، احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ کی طرف رجوع

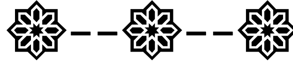
کرسکیں اوران مصادرومراجع سے استدلال، استشہاداوراستیناس کرسکیں، اپنے بیانات میں صاف ستھری مدلل باتیں بیاں کریں، بےسروپا کی باتوں سے اجتناب واحتیاط کرنے کی ایک راہ انہیں نظرآئے۔

احقرنے مذکورہ مضامین کی ترتیب سے فارغ ہونے کے بعد بعد استاذ محترم حضرت اقدس مفتی محمد اسلم صاحب رشادی وقاسمی مدظلہ، مہتمم جامعہ غیث الہدی، بنگلور کی خدمت میں یہ کتاب پیش کی، حضرت نے اس کے تمام مضامین کو گہرائی سے دیکھا، مطالعہ اور جائزہ لینے کے بعد ارشادفرمایا: اکابرتبلیغ وقت لگانے کے زمانے میں اپنے ساتھ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''جزاءالاعمال'' کو ساتھ رکھتے تھے، مسائل کے سیکھنے اور سکھانے کی غرض سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ''تعلیم الاسلام'' اورسنتوں پر عملی مشق کے لیے حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کا رسالہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتیں'' ساتھ لے جاتے تھےاور آج بھی ان کتابوں کی ضرورت ہے، اس لیے اس کتاب میں یہ مضامین شامل کریں، نیز زمانے کے تقاضے کے اعتبار سے وضو، غسل اور حالت سفرمیں جوجدید مسائل پیش آتے ہیں، ان کو بھی ذکر کرنا چاہئے، مبتدی حضرات کے لیے نہایت آسان اورمرتب کتاب ''الفقہ المیسر'' ہے، اس لیے اس کا انتخاب کیا جائے، اس طرح یہ کتاب جماعت میں جانے والے نوفارغ علماءاور عام ساتھیوں کی تمام ضرورت کے لیے کافی ہوسکتی ہے، بندۂ ناچیز نے حضرت والے کے حکم کی تعمیل کی، الحمدللہ یہ تمام مضامین یکجاہوگئے ہیں، ''جزاءالاعمال'' کو بعینہ آخر کتاب میں ملحق کردیا گیا ہے۔

سال گذشتہ جس تاریخ کوان مضامین کوجمع کرنے کا خیال اللہ نے دل میں ڈالا تھا، حسنِ اتفاق کہ ٹھیک ایک سال بعد اُسی تاریخ پر کتاب بظاہر اختتام کو پہنچی ہے، اللہ کے راستے میں خیال آیا تھا، اب ایک عشرے کے لیے طلبہ ہی کے ساتھ جماعت میں جانے کے لیے پابرکاب ہے، اللہ کے فضل واحسان اوراس کی توفیق سے حسنِ آغاز، حسنِ انجام اورعام مسلمانوں میں دینی روح بیدارکرنے والی عظیم دینی تحریک ''دعوت وتبلیغ'' کی خیرات وبرکات کی وجہ سے بندۂ ناچیز قبولیت کی قوی امید کے ساتھ اللہ رب ذوالجلال کی

بارگاہ میں دست بدعا ہے: اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے بندۂ ناچیز، اس کے والدین،، والدین، اہل وعیال اور متعلقین کو قبول فرما اور اس کی حقیر سی کوششوں اور کاوشوں کو قبولیت عامہ وتامہ نصیب فرما۔

محتاج دعا: عبداللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدی، بنگلور
بروز دوشنبہ ۱۵/ربیع الاول ۱۴۴۷ھ
مطابق ۸/ستمبر ۲۰۲۵ء



دعائیہ کلمات

داعی کبیر حضرت اقدس مفتی محمد اسلم صاحب رشادی مدظلہ

مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور

الحمد للہ رب العالمین ، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
وخاتم النبیین محمد وآلہ صحبہ اجمعین اما بعد:

زیر نظر کتاب ''اہل دعوت کے لیے ایک قیمتی سوغات'' عزیز مکرم مفتی عبد اللطیف قاسمی زید مجدہ کے رواں دواں قلم کا ایک نیا شاہ کار ہے۔

دعوت کی محنت میں وقت لگانے والے ساتھیوں کے لیے ایک انمول تحفہ ہے، جس میں وقت لگانے کے دوران جن چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے، ان کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔

طہارت، نجاست، وضو، غسل اور نماز کے مسائل کے ساتھ ساتھ زندگی کے مختلف مواقع کی سنتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی کتاب ''جزاء الاعمال'' کو بھی ساتھیوں کے نفع کو سامنے رکھ کر شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔

احباب سے گزارش ہے کہ اس کتاب سے خوب استفادہ فرمائیں۔

احقر کی دعا ہے اللہ جل شانہ صاحبِ کتاب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور امت کے لیے خیر کے زندہ ہونے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

(حضرت اقدس مفتی) محمد اسلم رشادی غفرلہ
مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور
۱۴ر جمادی الثانیہ ۱۴۴۷ھ مطابق ۶ر دسمبر ۲۰۲۵ء

سفر کی سنتیں، آداب اور احکام

- رفیقِ سفر کا انتخاب
- سفر کی تیاری
- سفر کے لیے امیر کا انتخاب
- جمعرات کے دن سفر کا آغاز
- عزیز و اقارب سے ملاقات کے بعد سفر
- اہل وعیال کی حفاظت کے لیے دو رکعت نفل
- مسافر کی مشایعت
- مسنون دعاؤں کے ساتھ سفر
- سفر کی کامیابی اور حوادث سے حفاظت
- سفر میں ساتھیوں کی خدمت اور تعاون
- سفر سے واپسی کی دعائیں
- مسافر کا استقبال
- واپسی پر پہلے مسجد میں حاضری
- سفر سے متعلق چند اہم اور ضروری احکام
- قصرِ صلوۃ
- رمضان کے روزے کی قضا
- حالت سفر میں مسح کی رخصت
- حالت سفر میں زکوۃ
- حالت سفر میں قربانی اور صدقۃ الفطر
- مسافر پر تکبیر تشریق

سفر کی سنتیں، آداب اور احکام

سفر انسانی ضرورت ہے، انسان اپنی مختلف خواہشات اور ضروریات کے پیش نظر سفر کرتا ہے، کسبِ معاش، عزیز، اقارب اور دوست واحباب سے ملاقات، قدرتی مناظر کا مشاہدہ، آثار قدیمہ کی تحقیق ومطالعہ، سیر وتفریح، عبرت پذیری، حج وعمرے کی سعادت، روضہء رسول پر حاضری، حصول علم اور دعوت وتبلیغ۔

غرض: انسان کو مختلف ذاتی، دنیوی اور دینی اسفار کی ضرورت پیش آتی ہے۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کی ادائیگی کے لیے ہندوستان سے مکہ مکرمہ کے لیے کئی سفر کئے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاً شام کی جانب ہجرت، وہاں سے ''کعبۃ اللہ'' کی آبادی کے لیے اپنے خانوادے کو بسانے کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر، پھر ان کی خبر گیری کے لیے مستقل اسفار فرماتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے علم میں اضافے کے لیے دور دراز علاقے کا سفر فرمایا، آپ کے سفر سے بعض تکوینی امور کے اسرار ورموز کے حقائق کو ظاہر کیا گیا، حضرت ذوالقرنین نے بحیثیت سربراہِ مملکت مشرق ومغرب کا سفر فرمایا، وہاں کے باشندوں کی ضروریات کی تکمیل کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی جان بچانے کے لیے ''مصر'' سے ''مدین'' کا سفر، پھر فرعون کو دین کی دعوت دینے کے لیے ''مدین'' سے ''مصر'' کا سفر کیا، حضرات صحابہ نے اپنی دینی آزادی کے لیے اولاً حبشہ، ثانیاً مدینے کا سفر کیا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کا سفر، پھر دین کی تبلیغ، اشاعت اور سربلندی کے لیے بدر، خیبر، مکہ، تبوک اور حج الوداع کے لیے اسفار فرمائے۔

حضرات صحابہ، تابعین اور مجاہدین نے دین کی تبلیغ، اسلام کی سربلندی اور سرفرازی

کے لیے اسلامی پرچم لے کر مشرق ومغرب کے اسفار کئے، محدثینِ کرام نے احادیث کو جمع کرنے کے لیے عالم اسلام کی خاک چھانی، غرض یہ کہ انسان کو سفر سے مفر نہیں۔

اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے سفر سے متعلق رہنما ہدایات وتعلیمات پیش فرمائی ہیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جب سفر میں جاتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کو بہت ساری باتوں کی تاکید ووصیت فرماتے اور ایسے امور کی طرف رہبری اور رہنمائی فرماتے جن کی وجہ سے انسان اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کر سکے، اپنے سفر کو خیر وبرکتوں پر مشتمل کامیاب سفر بنا سکے، سفر میں مصائب ومشکلات سے محفوظ رہ سکے، ذیل میں ان ہی اسلامی آدابِ سفر کو بالترتیب جمع کیا جا رہا ہے؛ تاکہ ہم ان اسلامی تعلیمات، ہدایات اور آداب پر عمل کرتے ہوئے شرور وفتن، حوادث اور مصائب سے حفاظت کے ساتھ اپنے اسفار کو کامیاب اور طاعت وعبادت کا ذریعہ بنا سکیں۔

رفیقِ سفر کا انتخاب

آدمی جب سفر کا ارادہ کرے، تو کسی نیک وخیر خواہ انسان کو اپنا رفیق بنائے جو سفر میں ہمارے لیے انس کا ذریعہ ہو، ہمارا تعاون کرے، رہبری کرے، کوئی کام بھول جائیں، تو یاددہانی کرانے والا ہو، جس مقصد کے لیے سفر کر رہا ہے، اُس سفر کے مناسب ساتھی کا انتخاب کرے، مثلاً حج وعمرہ، دعوت وتبلیغ، یا کوئی دینی سفر درپیش ہو، تو اہل علم کے ساتھ سفر کرنے کی کوشش کرے، اہل علم دینی رہبری کریں گے، ہماری عبادتیں صحیح اور مقبول ہوں گی، ہمارا مال اور وقت کا صحیح استعمال ہوگا، کوئی تجارتی سفر ہو، تو اسی اعتبار سے کسی نیک وتجربہ کار انسان کے ساتھ سفر کرے، وہ اپنی نیکی اور تجربہ کی بنا پر ہماری خیر خواہی کرے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ. فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ.

(ابوداؤد، کتاب الآداب، باب من یومران یجالس: ۴۸۳۳)

آدمی اپنے دوست کے طریقے کو (غیر شعوری طور پر) قبول کر لیتا ہے، لہٰذا تمہیں غور وفکر کرنا چاہئے کہ تم کیسے انسان سے دوستی کر رہے ہو؟

تنہا سفر پسندیدہ نہیں

تنہا سفر کرنا جائز ہے؛ مگر پسندیدہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے موقعوں پر حضرات صحابہ کو تنہا سفر پر روانہ فرمایا ہے۔

(ترمذی، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الرجل یبعث سریۃ وحدہ: ۱۶۷۲)

حضرات صحابہ نے بھی تنہا سفر فرمایا ہے؛ لیکن عام حالات میں بلاضرورت شدیدہ تنہا سفر شرعاً پسندیدہ نہیں ہے، سفر میں کچھ نہ کچھ ساتھی ہونے چاہئیں، ہنگامی حالات: حادثات، مصائب اور امراض بکثرت اچانک پیش آجاتے ہیں، کوئی عزیز، قریب، رفیق ہوگا، تو اس کی مدد کرے گا، حالات سے گھر کے افراد کو اطلاع دے گا، نیز عورتیں، کم عمر بچے، بیمار، بوڑھے قسم کے افراد اور وہ افراد جن کو دشمنوں کی طرف سے جان و مال کے سلسلے میں ممکنہ خطرات لاحق ہوں، ان کو ہرگز تنہا سفر نہیں کرنا چاہئے، نیز بدامنی، فسادات کے زمانے اور علاقے میں کسی کو بھی تنہا ہرگز سفر نہیں کرنا چاہئے، ایسے پرخطر حالات کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ، مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ. (رواہ البخاری عن ابن عمرؓ، کتاب لجھاد، باب السیر وحدہ: ۲۹۹۸)

اگر لوگ تنہائی کے بارے میں (شر و نقصان کی) وہ باتیں جان لیں جو میں جانتا ہوں، تو کوئی مسافر رات میں تنہا سفر نہیں کرے گا۔

بلا محرم عورت کا سفر

آج کل کی گرتی ہوئی اخلاقی صورتِ حال اور نہایت پرفتن دور میں اپنی عفت وعصمت کے تحفظ، گناہوں اور فتنوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ خواتین محرم کے بغیر ہرگز سفر نہ کریں؛ کیوں کہ محرم کے ساتھ سفر کرنے کا مقصد عورت کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت ہے، کسی بھی طرح کے منفی اثرات سے بچانا ہے، نیز سفر چھوٹا ہو، یا لمبا، دورانِ سفر ناگہانی صورتِ حال پیدا ہونے کا خدشہ بہت ہی قوی ہوگیا ہے۔

سفر مشقت کا باعث ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کو عذاب کا ٹکڑا

بتایا ہے، عورت اپنی جسمانی کمزوری کے باعث کسی مرد کے سہارے کی محتاج ہوتی ہے جو ضرورت پر اس کی مدد کرے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عورت ہنگامی ضرورت پر درست فیصلہ نہیں کر پاتی اور محرم کی عدم موجودگی میں غیر معمولی صورت حال پیدا ہوجاتی، یہ چیزیں موجودہ زمانے کے سفری حادثات میں عام ہیں، لہذا خواتین کو تنہا سفر کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا، أَوْ أَخُوهَا، أَوْ زَوْجُهَا، أَوْ ابْنُهَا، أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا.

(رواہ الترمذی عن ابی سعیدؓ، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراہیۃ ان تسافر المرأۃ وحدھا:۱۱۶۹)

اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی خاتون کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن، یا تین دن سے زیادہ دنوں کا سفر کرے، الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا باپ، بھائی، شوہر، بیٹا یا کوئی اور محرم ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

(رواہ الترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراہیۃ ان تسافر المرأۃ وحدھا:۱۱۷۰)

اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی خاتون کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دن کا سفر بھی محرم کے بغیر کرے۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

عورت کے لیے تنہا سفر کرنے کی ممانعت خوفِ فتنہ کی وجہ سے ہے۔۔۔ اگر فتنے کا اندیشہ ہو، تو ایک رات دن کا سفر بھی نہ کرے، اگر اندیشہ نہ ہو، تین رات دن سے کم کا سفر کر سکتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراھیۃ ان تسافر المرأۃ وحدھا ۳/ ۶۰۸)

سفر کی تیاری

جس مقصد کے لیے سفر کر رہا ہو، اس کے موافق تیاری کرے، سفر سے متعلق احکام

ومسائل کا علم حاصل کرے، حج وعمرے کا سفر ہو، تو علمائے کرام سے حج وعمرے کے فضائل ومسائل سیکھے، ارکان حج وعمرے کی عملی مشق کرے، کوئی کاری گر کسی جگہ خدمت کے لیے سفر کر رہا ہو، تو ان خدمات میں تجربہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، غرض یہ کہ جیسا سفر ہو، اس کے موافق تیاری کرے۔

زادِ راہ کا انتظام کرے، دورانِ سفر جن چیزوں کی ضرورت ہو، ان کو اپنے سامانِ سفر میں میں رکھ لے، مثلاً بقدر ضرورت کپڑے، بستر، سردی گرمی کا لباس، دیگر روزِ مرہ کی چیزیں، ضروری اور ہنگامی وقت میں استعمال ہونے والی دوائی، اپنی ضروریات کے لیے کسی کا محتاج اور کسی سے امید لگا کر سفر میں نہ نکلے؛ بلکہ اپنے پاس اپنی جملہ ضروریات بقدر ضرورت وکفایت موجود ہونی چاہئیں، ساتھیوں کو ضرورت پیش آئے، تو ان کی خدمت کی جائے سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ٘ وَاتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾. (البقرۃ:۱۹۷)

زادِ راہ ساتھ لے لو، بہترین زادِ راہ سوال سے بچنا ہے، لہٰذا اے عقل مندو! سوال سے بچو۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اس آیت میں اُن لوگوں کی اصلاح کی گئی ہے جو حج وعمرے کے لیے بے سروسامانی کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے تھے اور کہتے: ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں، پھر راستے میں بھیک مانگنے کی ضرورت پیش آجاتی، خود بھی تکلیف ومصیبت میں مبتلا ہوتے اور دوسروں کو پریشان کیا کرتے تھے، اس لیے اس طرح کے لوگوں کو ہدایت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے اسباب ووسائل کو اپنی وسعت کے مطابق جمع کر کے لے جاؤ۔

(تفسیر عثمانی، فوائد سورۃ البقرہ:۱۹۷)

لہٰذا جب حج، دعوت وتبلیغ، یا کسی اور دین اور دنیوی سفر میں نکلیں، تو زادِ راہ کا انتظام کر کے نکلنا چاہئے، شریعت نے حج اُن ہی لوگوں پر فرض کیا ہے جو زادِ راہ، راستے کے امن،

جسمانی استطاعت وغیرہ کی ہر پہلو سے اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔

سفر کے لیے امیر کا انتخاب

چند ساتھی سفر کریں، تو کسی کو امیرِ سفر مقرر کرلیا جائے، اگر سرپرستوں کے ساتھ سفر کیا جائے، تو سرپست خود امیر ہیں، سب ساتھی اور افراد ایک جگہ سواری کا انتظار کریں، امیر کے حکم کے مطابق سوار ہوں، جہاں کہے، وہاں بیٹھنے کی کوشش کریں، سواری سے اترنے کے وقت سب ایک ساتھ اتریں اور ایک جگہ جمع ہوں، اسی طرح دیگر تمام امور ساتھی اور گھر کے افراد اپنے امیر اور سرپرست کے حکم کے مطابق کرتے رہیں گے، تو سب کے لیے سہولت، آسانی اور راحت ہوگی، افراد کے گم ہونے یا بچھڑنے کا خطرہ کم رہے گا، اگر قافلے کا کوئی امیر نہیں ہوگا، تو قافلہ اور جماعت انتشار کا شکار ہوگی، سلیقے کے ساتھ اور وقت پر کوئی کام نہیں ہو سکے گا، سرپرست اور امیر کی ماتحتی میں سفر کرنے سے دورانِ سفر بہت ساری الجھنوں اور پریشانیوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ ، فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ .

(رواہ ابوداؤد عن ابی سعید الخدری ؓ، کتاب الجھاد، باب القوم یسافرون، یؤمرون احدھم: ۲۶۰۸)

جب تین آدمی سفر میں نکلیں، تو چاہئے کہ کسی ایک شخص کو امیر مقرر کرلیا جائے۔

جمعرات کے دن سفر کا آغاز

اگر سفر کی تاریخ اپنے اختیار میں ہو، حسبِ سہولت سفر کیا جا سکتا ہو، تو جمعرات کی صبح سویرے سفر میں نکلنے کی کوشش کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر میں نکلنا پسند فرماتے تھے، جمعرات کے دن ہی ''غزوۂ تبوک'' کے لیے سفر کا آغاز فرمایا تھا۔

(رواہ البخاری عن کعب بن مالک ؓ، کتاب الجہاد والسیر، باب من اراد غزوۃ۔۔۔ومن احب الخروج یوم الخمیس: ۲۹۵۰)

عزیز و اقارب سے ملاقات کے بعد سفر کا آغاز

دور دراز سفر میں نکلنے کا ارادہ کرے، تو مستحب ہے کہ اپنے اہل وعیال، عزیز و اقارب، دوست و احباب سے ملاقات، معافی تلافی اور حقوق کی ادائیگی کے بعد سفر میں جائے،

بطور خاص دینی اسفار (عمرہ، حج، دعوت وتبلیغ اور طویل اسفار) میں اِس عمل کو لازم سمجھے، معلوم نہیں کہ اس سفر سے واپس آئے گا، یا نہیں؟ نیز اپنے اہل وعیال کے لیے مندرجہ ذیل دعا پڑھے۔

أَسْتَوْدِعُكَ اللهَ الَّذِي لَا تَضِيعُ وَدَائِعُهُ. (الدعاء للطبرانی:۸۲۰)

میں تمہیں اللہ کے پاس امانت رکھ رہا ہوں، جس کے یہاں امانتیں ضائع نہیں ہوتیں۔

اہل وعیال کی حفاظت کے لیے دو رکعت نفل

علامہ نوویؒ آداب سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: جب آدمی سفر میں نکلنے کا ارادہ کرے، تو سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق دو رکعت نفل نماز ادا کرے۔

حضرت مطعم بن مقدامؒ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا خَلَفَ عَبْدٌ عَلَى أَهْلِهِ أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا عِنْدَهُمْ حِينَ يُرِيدُ السَّفَرَ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصلوٰۃ، الرجل یرید السفر ما کان یستحب الخ:۴۸۷۹)

کوئی شخص جب سفر میں نکلنے کا ارادہ کرے، تو، گھر والوں کے پاس دو رکعت نفل نماز سے افضل کسی چیز کو چھوڑ کر نہیں جاتا ہے۔

یعنی دو رکعت نفل نماز گھر والوں کے لیے بہتریں بدل، کفایت اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دَخَلْتَ مَنْزِلَكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ تَمْنَعَانِكَ مَدْخَلَ السُّوءِ، وَإِذَا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِكَ، فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ تَمْنَعَانِكَ مَخْرَجَ السُّوءِ.

(قال الہیثمی فی مجمع الزوائد: رواہ البزار، ورجالہ موثقون، ابواب العیدین، باب الصلوٰۃ اذا خرج منزلہ واذا قدم:۳۶۸۶)

جب (سفر سے) گھر میں داخل ہوں، تو دو رکعت نفل نماز پڑھو، یہ دو رکعت نماز تمہیں برے مدخل سے بچائیں گی۔

یعنی گھر میں داخل ہوں، تو ان شاء اللہ اہل وعیال سے متعلق کسی جانی ومالی نقصان کے تعلق سے کسی ناگوار بات کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا۔

جب گھر سے نکلو، تو دو رکعت نماز پڑھو، یہ دو رکعت نفل تمہیں برے مخرج سے بچائیں گی۔ یعنی گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں حوادث، فسادات، اختلافات وغیرہ کی شکل میں ان شاء اللہ کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئے گی۔

سلام پھیرنے کے بعد آیۃ الکرسی اور سورۃ القریش پڑھے، قرآن پاک کی برکت حاصل ہوگی اور بہت سارے اکابر واسلاف کا یہ طریقہ رہا ہے، نیز آیت الکرسی کی برکت سے انسان شرور وفتن سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد اپنی دنیا وآخرت کے لیے جو دعائیں کرنا چاہتا ہے، کرے، جب اپنی جگہ کھڑا ہو تو پھر مندرجہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بِكَ انْتَشَرْتُ , وَإِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ , وَبِكَ اعْتَصَمْتُ , أَنْتَ ثِقَتِي وَرَجَائِي , اللّٰهُمَّ اكْفِنِي مَا أَهَمَّنِي وَمَا لَا أَهْتَمُّ بِهِ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي , اللّٰهُمَّ زَوِّدْنِي التَّقْوَى , وَاغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَجِّهْنِي إِلَى الْخَيْرِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهْتُ .

(السنن الکبری للبیہقی، کتاب الحج، باب آداب السفر، باب الدعاء اذا سافر: ۱۰۳۰۶، کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرۃ للنووی، الباب الاولی فی آداب السفر: ۶۱)

اے اللہ میں تیری توفیق ومدد سے سفر کر رہا ہوں، تیرے ہی طرف متوجہ ہوتا ہوں، تجھ ہی سے حفاظت چاہتا ہوں، تو ہی ہماری امید وبھروسے کے لائق ہے، اے اللہ! میری کفایت فرما یا ان امور میں جن کی فکر مجھے اور ٹنشن ہے اور ان امور میں جن کی مجھے فکر نہیں ہے، آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں، اے اللہ مجھے تقوے کا توشہ نصیب فرما یا، میرے گناہوں کو معاف فرما اور جہاں کہیں میں جاؤں وہاں مجھے خیر کی طرف متوجہ فرما۔

مسافر کی مشایعت

مسافر کو رخصت کرنے کے لیے چند قدم ساتھ چلنا سنت ہے، سفر کرنے والے کی

حیثیت اور قربت کے اعتبار سے مشایعت کرے، نہایت قریبی شخص (اولاد، والدین، بھائی بہن وغیرہ) کو رخصت کرنے کے لیے بس اڈہ، ریلوے اسٹیشن اور ایرپورٹ تک ساتھ چلنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کو رخصت کرنے کے لیے ''مدینے'' سے بہت دور تک تشریف لے گئے تھے۔

آپ اللہ سلم نے ارشاد فرمایا:

لَأَنْ أُشَيِّعَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللهِ، فَأَكُفُّهُ عَلَى رَحْلِهِ غُدْوَةً أَوْ رَوْحَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک، کتاب الجھاد، حدیث عبداللہ بن یزیدؓ: ۲۴۷۹، ووافقہ الذھبی)

میں کسی مجاہد کو اللہ کے راستے میں راونہ کرنے کے لیے اس کے کجاوے کو پکڑ کر ایک صبح وشام اس کے ساتھ چلوں، مجھے دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ، أَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهِ إِلَى بَابِ الدَّارِ.

(رواہ ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الصداقۃ: ۳۳۵۸)

میزبان کا (رخصت کرنے والے احباب) اپنے مہمان (اور مسافر) کے ساتھ گھر کے دروازے تک ساتھ چلنا سنت ہے۔

دعاؤں سے مسافر کی رخصتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کو عذاب کا ایک ٹکڑا بتایا ہے کہ سفر انسان کو (وقت پر خواہش اور ضرورت کے موافق) کھانے، پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔

(رواہ البخاری عن ابی ھریرہؓ، کتاب الحج، باب السفر قطعۃ من العذاب: ۱۸۰۴)

سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سفر میں مسافر مختلف پریشانیوں کے گھیرے میں رہتا ہے، سفر کی مشقت، تھکاوٹ، گرمی، سردی کے حالات، اہل وعیال سے جدائی، بعض اوقات سفر کے ساتھیوں کی بداخلاقی اور ان کی اذیتوں کی بنا پر پرسکون نیند، کھانا پینا، راحت وآرام اور اطمینان وسکون کے ساتھ عبادت وغیرہ امور دشوار ہوجاتے ہیں،

نیز سفر میں جان و مال کا خطرہ، حوادث و مصائب کے امکانات رہتے ہیں، ایسے پر خطر حالات کے پیش نظر مسافر دعاؤں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے، اس لیے مقام میں رہنے والے عزیز و اقارب دوست واحباب کے لیے مسنون ہے کہ مسافر کو مسنون دعاؤں سے رخصت کریں؛ تاکہ وہ ممکنہ خطرات سے محفوظ رہ سکے، بخیر و عافیت اپنے گھر واپس آسکے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی شخص کو سفر میں روانہ فرماتے، تو ارشاد فرماتے: مجھ سے قریب ہو جاؤ؛ تاکہ میں تم کو اِس طرح رخصت کروں، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو سفر میں رخصت فرماتے تھے، پھر مندرجہ ذیل دعا کے ساتھ رخصت فرماتے:

أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ، وَأَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ.

(رواہ الترمذی عن ابن عمرؓ، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا: ۳۴۴۳، ورواہ احمد وغیرہ عن ابی ہریرۃؓ: ۸۶۹۴)

میں تمہارے دین، امانت اور اعمال کے خاتمے کو اللہ کے یہاں امانت رکھتا ہوں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُرِيدُ سَفَرًا، فَزَوِّدْنِي.

یارسول اللہ! میں سفر میں نکل رہا ہوں، مجھے توشہ دیجیے یعنی کچھ دعائیں اور نصیحت فرمایئے جو سفر میں مجھے کام آئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوَى،

اللہ تمہیں تقوے کا توشہ نصیب فرمائے، یعنی سفر میں تقوی اور پرہیز گاری کی توفیق عطا فرمائے، دوسرا مطلب ہے: اللہ تمہیں لوگوں کا محتاج بننے سے حفاظت فرمائے۔

زِدْنِي،

پھر انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مزید کچھ عنایت فرمایئے، فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَغَفَرَ ذَنْبَكَ،

اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔

سائل نے پھر عرض کیا:

زِدْنِي بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي .

میرے ماں باپ آپ پر قربان! مزید کچھ ارشاد فرمائیے،

آپ نے فرمایا:

وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ .

(رواہ الترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا: ۳۴۴۴)

جہاں کہیں تم رہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے خیر و بھلائی کو آسان فرمائے۔

لہٰذا جب مسافر سفر میں روانہ ہو، تو رخصت کرنے والا ان دعاؤں کے ساتھ رخصت کرے۔

(۱) أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ، وَأَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ .

(۲) زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوَى، وَغَفَرَ ذَنْبَكَ، وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ .

(۳) اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الأَرْضَ، وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ .

(رواہ الترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا: ۳۴۴۵)

مسنون دعاؤں سے سفر کا آغاز

جب گھر سے نکل کر سواری میں بیٹھے، تو مندرجہ ذیل دعائیں بالترتیب پڑھے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی گھر سے باہر نکلے (عام حالات میں بھی بطور خاص سفر کے موقع پر) تو مندرجہ ذیل دعا پڑھے

(۱) بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُقَالُ حِينَئِذٍ: هُدِيتَ، وَكُفِيتَ، وَوُقِيتَ، فَتَتَنَحَّى لَهُ الشَّيَاطِينُ، فَيَقُولُ لَهُ شَيْطَانٌ آخَرُ: كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ .

(ابوداؤد عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ، کتاب الآداب، باب مایقول اذا خرج من بیتہ: ۵۰۹۵)

جب بندہ یہ دعا پڑھ کر گھر سے نکلتا ہے، تو ایک فرشتہ کہتا ہے: (ضرورتوں کی جانب) تیری رہنمائی کی گئی، تیری (ضرورت کی) کفایت کی گئی اور (مصائب، حوادث اور دیگر نقصانات سے) تیری حفاظت کی گئی، شیاطین اس شخص سے دور ہو جاتے ہیں، دوسرا شیطان کہتا ہے: اس شخص پر تیرا کیا قابو چلے گا؟ جس کی رہبری، کفایت اور حفاظت کی گئی ہے۔

حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں:

حضرت علیؓ کے سامنے سفر کے لیے سواری پیش کی گئی، آپؓ مندرجہ ذیل طریقے کے مطابق سواری پر سوار ہوئے جس کو نمبر وار ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۲) سواری میں دایاں پیر رکھ کر بسم اللہ کہہ کر سوا ہو،

(۳) جب اطمینان سے بیٹھ جائے، تو الحمد للہ کہے، پھر

(۴) سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ ۝۱۳ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۝۱۴ . (الزخرف: ۱۴) پڑھے

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ.

(رواہ مسلم عن ابن عمرؓ، کتاب الحج، باب مایقول اذا رکب الی سفر الحج: ۱۳۴۲)

(۵) پھر الحمد للہ تین مرتبہ کہے

(۶) پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے

(۷) سُبْحَانَكَ إِنِّي قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ . پڑھے

(۸) پھر ساتھیوں کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

حضرت علیؓ نے مسکرایا، حضرت علی بن ربیعہ نے عرض کیا: امیر المومنین! آپ کو ہنسی

کیوں آئی؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طریقے پر سواری پر سوار ہوتے ہوئے، پھر آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرُكَ.

(رواہ ابوداؤد، کتاب الجھاد، باب مایقول الرجل اذا رکب: ۲۶۰۲، والترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا: ۳۴۴۶)

تمہارے پروردگار (خوش ہوکر) اپنے بندے سے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب بندہ کہتا ہے: اے اللہ! میری مغفرت فرمادے، تیرے علاوہ کوئی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔

سفر کی کامیابی اور حوادث سے حفاظت کی سورتیں

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

أَتُحِبُّ يَا جُبَيْرُ! إِذَا خَرَجْتَ سَفَرًا أَنْ تَكُونَ مِنْ أَمْثَلِ أَصْحَابِكَ هَيْئَةً، وَأَكْثَرِهِمْ زَادًا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي

کیا تم چاہتے ہو کہ جب تم سفر میں جاؤ، تو اپنے ساتھیوں میں عمدہ حالت اور زیادہ زادِ سفر والے رہو، میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! ضرور مجھے اس کی خواہش ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقْرَأْ هٰذِهِ السُّوَرَ الْخَمْسَ: قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ وَافْتَتِحْ كُلَّ سُورَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَاخْتِمْ قِرَاءَتَكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

مندرجہ ذیل پانچ سورتیں پڑھو:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾

بسم اللہ سے شروع کرو، بسم اللہ پر ختم کرو۔

حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں:

كُنْتُ غَنِيًّا ،كَثِيرَ الْمَالِ ،فَكُنْتُ أَخْرُجُ مَعَ مَنْ شَاءَ اللهُ أَنْ أَخْرُجَ مَعَهُمْ فِي سَفَرٍ ، فَأَكُونُ مِنْ أَبَذِّهِمْ هَيْئَةً ، وَأَقَلِّهِمْ زَادًا . فَمَا زِلْتُ مُنْذُ عَلَّمَنِيهِنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَرَأْتُ بِهِنَّ : أَكُونُ مِنْ أَحْسَنِهِمْ هَيْئَةً ، وَأَكْثَرِهِمْ زَادًا حَتَّى أَرْجِعَ مِنْ سَفَرِي ذَالِكَ .

(مجمع الزوائد عن مسند ابی یعلی، کتاب الاذکار، باب مایقول اذارأی قریۃ:۱۷۱۱۲)

میں بہت مال والا ہو گیا، پہلے مختلف لوگوں کے ساتھ سفر میں نکلا کرتا تھا، میں ان لوگوں میں سب سے بری حالت اور کم توشے والا ہوتا تھا، جب سے میں نے ان کلمات کو سیکھا ہے اور ان کو پڑھنے لگا ہوں، تب سے سب سے بہتر اور زیادہ توشہ والا رہتا ہوں۔

ان سورتوں کے ساتھ مندرجہ ذیل آیات کو پڑھے، ان شاء اللہ سوار اور سواری کی حفاظت ہوگی۔

بِسْمِ اللهِ الْمَلِكِ : وَ مَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ . (الزمر:۶۷)

بِسْمِ اللهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ (ھود:۴۱)

حضرت مولانا طلحہ صاحب کاندھلویؒ وغیرہ اکابر کا معمول ہے کہ ان مذکورہ دعاؤں کے بعد مندرجہ ذیل آیات حوادث سے حفاظت کی غرض سے پڑھتے تھے اور اپنے متوسلین کو پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

یہ دعائیں احادیث میں سمندری سفر میں حوادث سے حفاظت سے متعلق وارد ہوئی ہیں، بری وفضائی سفر بھی سفر ہی ہے اور موجودہ زمانے میں حوادث کی کثرت اور اکابر کے تجربات کی بنا پر عام اسفار میں ان آیات کو پڑھیں گے، تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ

تعالیٰ سواری اور مسافر کی حوادث سے حفاظت فرمائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ اور حسنؓ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَانُ أُمَّتِي مِنَ الْغَرَقِ إِذَا رَكِبُوا السُّفُنَ أَوِ الْبَحْرَ أَنْ يَقُولُوا.

میری امت کے غرق ہونے سے بچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ جب وہ سمندری سفر کریں، تو مندرجہ ذیل آیات پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ (الزمر:۶۷)

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ (ھود:۴۱)

(رواہ الہیثمی فی مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب مایقول اذا رکب البحر:۱۷۰۱۱، ۱۷۱۰۲)

نشیب وفراز کی دعاؤں کا اہتمام

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُسَافِرَ فَأَوْصِنِي، قَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالتَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ، فَلَمَّا أَنْ وَلَّى الرَّجُلُ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الأَرْضَ، وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ.

(رواہ الترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا ودع انسانا:۳۴۴۵)

یارسول اللہ! میں سفر میں جا رہا ہوں، مجھے کچھ نصیحت فرمائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے تقوی اختیار کرو، ہر بلندی پر ''اللہ اکبر'' کہو، جب وہ شخص جانے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ان کے لیے زمین کو سمیٹ دیجئے اور ان کے لیے سفر کو آسان فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

كان النبيُّ ﷺ وجيوشه إذا علوا الثنايا، كبّروا، وإذا هبطوا سبّحوا.

(رواہ ابوداؤد، کتاب الجھاد، باب مایقول الرجل اذا سافر:۲۵۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ جب کسی بلندی پر چڑھتے ،تو ’’اللہ اکبر‘‘ جب نشیب کی طرف آتے ،تو سبحان اللہ کہتے۔

نشیب وفراز کی تسبیحات دھیمی آواز کہنا چاہیے ،کبھی کبھار قدرے بلند آواز سے بھی کہہ دیا جائے کہ ساتھیوں کے لیے تلقین ہوجائے ؛لیکن اتنی بلند آواز نہ ہو کہ دیگر لوگ پریشانی اور خلل اندازی محسوس کریں۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کررہے تھے، جب ہم کسی وادی پر چڑھتے ،تو لا الہ الا اللہ‘‘ اور’’اللہ اکبر‘‘ بلند آواز سے کہتے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! سکون واطمینان سے کہو،تم کسی غائب یا بہرے کو نہیں پکار رہے ہو؟ اللہ تم سے قریب اور تمہاری تسبیح وتکبیر کو سن رہا ہے۔ (رواہ البخاری، کتاب الجہاد، باب ما یکرہ من رفع الصوت: ۲۹۹۲)

سفر میں دعاؤں کا اہتمام

حالتِ سفر میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل آوری کے لیے نکلنے والوں کی دعائیں بدرجہ اولیٰ قبول ہوں گی، اس لیے حج وعمرہ، دعوت وتبلیغ ،عیادت، صلہ رحمی، رفاہی اموراور دیگر مقاصد کے لیے کئے جانے والے اسفار میں دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ. وفی روایة بهذا الاسناد مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ . (رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃؓ، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا رکب: ۳۴۴۸)

تین دعائیں (ضرور) قبول ہوتی ہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور اولاد کے حق میں والدین کی دعا۔

سفر میں ساتھیوں کی خدمت اور تعاون

سفر میں کمزوروں اور ضعیفوں کی مدد کرے، ضروری امور کی طرف ان کی رہبری

ورہنمائی کرے، مالی تعاون کی ضرورت ہو، تو مالی تعاون کرے، کمزور و بیمار لوگوں کو سہارا دے، ان کے بوجھ کو اٹھائے، سواری میں جگہ کی گنجائش ہو، تو پیدل چلنے والوں کو سوار کرلے، سواری مسافروں سے بھری ہوئی ہو، تو بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جگہ (سیٹ) خالی کر کے ان کو بٹھائے، ان امور کے علاوہ سفر میں دیگر مختلف پریشانیاں پیش آجاتی ہیں، ان ہنگامی اوقات میں حسبِ ضرورت ساتھیوں کی مدد کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ سفر رفقاء کی خبر گیری: کون چلا گیا، سواری میں کون سوار ہوا، کوئی بچھڑا تو نہیں؟ کسی کا سامان چھوٹا تو نہیں؟ وغیرہ حالات سے جان کاری اور حسبِ ضرورت ان کے تعاون کے لیے قافلے سے پیچھے رہا کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ فَيُزْجِي الضَّعِيفَ، وَيُرْدِفُ، وَيَدْعُو لَهُمْ.

(رواہ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب لزوم الساقۃ: ۲۶۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پیچھے رہتے تھے، کمزور (کی سواری) کو ہانکتے (تاکہ وہ ساتھیوں کے ساتھ جا کر مل جائے)، (کوئی پیدل چل رہا ہو، تو) اس کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے اور رفقاء کے لیے دعا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ہم سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم راہ تھے، اچانک ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور اپنی نگاہ دائیں بائیں جانب پھیرنے لگا، یہ (حالت دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس زائد سواری ہو، وہ اپنی سواری سے اُس شخص کا تعاون کرے، جس کے پاس زاید توشہ ہو، اس کو چاہیے کہ جس کے پاس توشہ نہیں ہے، اس کا تعاون کرے، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر مختلف قسم کے مالوں کو بیان فرمایا؛ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ شاید

ضرورت سے زاید چیزوں میں ہمارا کوئی حق ہے نہیں۔

(رواہ مسلم، باب استحباب المواساۃ بفضول المال: ۱۷۲۴)

منزل پر قیام کی دعا

حضرت خولہ بنت حکیم فرماتی ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص کسی منزل پر قیام کرے اور مندرجہ ذیل دعا پڑھے، اس منزل سے روانہ ہونے تک کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ .

(رواہ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ: ۲۷۰۸)

میں اللہ کے اُن کامل کلمات کے توسط سے اُن چیزوں کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جن کو اُس نے پیدا کیا ہے۔

منزل مقصود پر پڑھنے کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس بستی کو دیکھتے جس میں ہمیں داخل ہونا ہے، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ ذیل دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا، اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا، اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا، اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا، وَجَنِّبْنَا وَبَاهَا، وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا، وَحَبِّبْ صَالِحَ أَهْلِهَا إِلَيْنَا .

(الدعاء، للطبرانی، باب مایقول المسافر اذا اشرف علی بلدۃ: ۸۳۶)

اے اللہ! اس بستی میں ہمارے لیے برکت عطا فرما، اے اللہ! اس بستی کا پھل (بھلائی) ہمیں نصیب فرما، اس کی بلا و مصیبت سے ہماری حفاظت فرما، یہاں کے لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا فرما اور یہاں کے نیک لوگوں کی محبت ہمارے دلوں

میں پیدا فرما۔

یہی دعا مزید کچھ تفصیل کے ساتھ آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ، وَرَبَّ الْأَرَضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا أَذْرَيْنَ، وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ، وَرَبَّ الْجِبَالِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْمَنْزِلِ وَخَيْرَ مَا فِيهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهُ، وَاصْرِفْ عَنَّا وَبَاهُ، وَارْزُقْنَا رِضَاهُ، وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهِ، وَحَبِّبْ أَهْلَهُ إِلَيْنَا. (الدعاء، للطبرانی، باب مایقول المسافر اذا اشرف علی بلدۃ: ۸۳۵)

ساتوں آسمان کے رب! اور اُن جن چیزوں کے رب جن پر یہ آسمان سایہ کئے ہوئے ہیں، اے ساتوں زمین کے رب! اور ان چیزوں کے رب جن کو یہ زمینیں اٹھائی ہوئی ہیں، اے ہواؤں کے مالک! اور ان چیزوں کے مالک جن کو یہ ہوائیں اڑاتی ہیں، شیاطین کے رب! اور ان چیزوں کے رب جن کو یہ گمراہ کرتے ہیں، اے پہاڑوں کے رب! اے اللہ! یہاں کا پھل (بھلائی) نصیب فرما، یہاں کی وبا (مصائب) سے حفاظت فرما، یہاں کے لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا فرما اور یہاں کے نیک لوگوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔

ضرورت پوری ہوجانے کے بعد جلد گھر واپسی

جس مقصد کے لیے سفر کیا گیا ہے، وہ مقصد اور ضرورت پوری ہوجانے کے بعد گھر واپسی میں جلدی کرے، انسان اپنے مقام میں اپنے اہل وعیال، خاندان، دوست و احباب کے ساتھ جس قدر راحت، آرام، اطمینان، سکون، خوشی اور مسرت سے رہتا ہے، وہ بات سفروں میں نہیں ہوتی، اہل وعیال کی جدائی، وطن کی دوری کی وجہ سے اس کو سکون کی نیند میسر نہیں ہوتی، اپنی ضرورت، خواہش اور مزاج کے موافق کھانے کا میسر آنا بھی مشکل ہوتا ہے، مسافر کے لیے بے شمار خطرات وخدشات ان کے علاوہ ہیں، لہٰذا جب سفر کا مقصد پورا ہوجائے، تو فوراً گھر لوٹنے کی فکر کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ العَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ، فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ .

(رواہ البخاری عن ابی ھریرہؓ، کتاب الحج، باب السفر قطعۃ من العذاب: ۱۸۰۴)

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، سفر انسان کو (وقت پر، ضرورت اور خواہش کے موافق) کھانے، پینے اور (پرسکون نیند) سونے سے روک دیتا ہے، لہٰذا جب سفر سے اپنی ضرورت پوری ہو جائے، تو اہل وعیال کی طرف لوٹنے میں جلدی کرے۔

سفر سے واپسی کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج، عمرہ (کسی غزوہ، دینی سفر یا عام سفر) سے واپس ہوتے، تو ہر بلند جگہ پر تین مرتبہ ''تکبیر'' کہتے، پھر مندرجہ ذیل دعاء پڑھتے:

لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ . (رواہ البخاری، کتاب الحج، باب مایقول اذا رجع من الحج والعمرۃ: ۱۰۹۷ و مسلم، کتاب الحج، باب مایقول اذا قفل من سفر الحج وغیرہ: ۱۳۴۴)

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہت اسی کے لیے ہے، اسی کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے، ہر چیز پر وہ قادر ہے، ہم واپس ہونے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے والے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ سچا ثابت کر دیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اس نے تنہا لشکروں کو شکست دی۔

مسافر کا استقبال

سفر سے آنے والوں کا استقبال کرنا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات

صحابہ سفر سے واپس مدینہ آتے، تو انصاری صحابہ استقبال کے لیے نکلتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے اہل خاندان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے نکلتے تھے، اپنے ساتھ بچوں کو بھی لے جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے سوار کر لیتے، لہٰذا اپنے عزیز واقارب، مہمان، دینی وخاندانی بزرگ حضرات سفر سے واپس آئیں، تو ان کے استقبال کے لیے جانا چاہیے، اہل، اقارب اور میزبان کے استقبال سے سفر سے واپس لوٹنے والوں اور مہمانوں کا اکرام ہوتا ہے اور انہیں خوشی ومسرت ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لے آئے، بنو عبدالمطلب کے (خاندان کے افراد اور) بچوں نے آپ کا استقبال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو اپنی سواری پر ایک دوسرے کے پیچھے سوار کر لیا۔ (اخرجہ البخاری، باب استقبال الحاج القادمین: ۱۷۹۸)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آئے، آپ کے خاندان کے بچوں میں سے مجھے اور حضرات حسنین میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے ایک کو اپنے آگے اور ایک کو اپنے پیچھے سوار فرما لیا، ہم تین افراد ایک سواری پر سوار ہو کر مدینے میں داخل ہوئے۔

(رواہ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل عبداللہ بن جعفر: ۲۴۲۸)

واپسی پر پہلے مسجد میں حاضری

جب مسافر سفر سے واپس آئے، تو پہلے مسجد جائے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر گھر جائے، یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَلَمَّا قَدِمْنَا

الْمَدِينَةَ، قَالَ لِي: ادْخُلِ الْمَسْجِدَ، فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

(رواہ البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الصلوٰۃ اذا قدم من سفر: ۳۰۸۰)

میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب ہم مدینہ واپس ہوئے، تو آپ اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مسجد جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔

سفر سے متعلق چند اہم ضروری اور عمومی مسائل

سفر سے متعلق بہت سارے مسائل ہیں، ان مسائل پر مستقل کتابیں موجود ہیں، علماء نے اس موضوع پر کام کیا ہے، اس کتاب میں سفر سے متعلق چند اہم، ضروی اور چند عمومی مسائل کو جن کا جاننا ہر مسافر کے لیے ضروری ہے، ان کو ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

آدمی جب مسافتِ شرعیہ کے بقدر سفر کرتا ہے، تو وہ شرعاً مسافر بن جاتا ہے، سفر چوں کہ مشقت کا باعث ہوتا ہے، اس وجہ سے شریعت نے بعض احکام میں مسافر کو رخصت دی ہے۔

سفر میں شرعی مسافر کے لیے جو رخصتیں دی گئیں ہیں، ان میں اہم: نماز میں قصر کرنا، رمضان کے اداروزوں میں قضا کی گنجائش اور موزوں پر تین رات دن تک مسح کی گنجائش ہے۔

مسافتِ شرعیہ: یعنی اتنا لمبا سفر جس کی وجہ سے آدمی شرعًا مسافر ہوتا ہے اور اس کے لیے شریعت کی رخصتوں پر عمل کرنا درست ہے، اس کی مقدار کے سلسلے میں ہمارے اکابر میں معمولی سا اختلاف ہے، جس کو جس قول پر اطمینان ہو دوسرے قول پر تنقید کئے بغیر اس پر عمل کر لے۔

ادارۃ المباحث الفقہیہ، جمعیۃ علماء ہند کے بیسویں اجتماع کی تجویز مندرجہء ذیل ہے:

تین دن تین رات کی وہ مسافت جس کو بآسانی متوسط قوت والا آدمی معتدل علاقوں میں سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں تمام ضروریات شرعیہ وطبعیہ کا لحاظ کرتے ہوئے پیدل چل کر یا اُونٹ کی سواری سے طے کرتا ہے، وہ شرعی مسافتِ سفر ہے، کلومیٹر کے حساب سے اس کی مقدار اکثر اکابر کے نزدیک ۷۷ کلومیٹر ۲۴۸ میٹر بنتی ہے اور یہی مقدار رائج ہے؛ تاہم بعض مفتیان کرام کی رائے کے مطابق اس کی مسافت ۸۲ کلومیٹر ۲۹۶ میٹر یا اس سے زائد مقدار بنتی ہے، لہٰذا اگر کوئی اس رائے پر عمل کرے، تو اس میں بھی

مضائقہ نہیں ہے۔ (تجویز:۱)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

احناف کے نزدیک مسافتِ شرعیہ مفتی بہ قول کے مطابق پندرہ فرسخ ہے، ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے پندرہ فرسخ پینتالیس میل کا ہوتا ہے، میل سے مراد میل شرعی ہے، جس کی مقدار ساڑے بیاسی کلومیٹر ہے، یہی محتاط اور راجح قول ہے، ہمارے بعض اکابر نے میل انگیریزی مراد لی ہے، جس کی مسافت سوا ستتر کلومیٹر بنتی ہے۔

(ملخص از: جدید فقہی مسائل ۱/ ۱۴۲، کتاب النوازل ۵/ ۳۹۵)

مسئلہ: آدمی جب مسافتِ شرعیہ کے سفر کی نیت سے اپنی بستی کی آبادی سے باہر نکل جائے، تو آدمی شرعی مسافر بنتا ہے، آبادی سے باہر نکلنے کے بعد سفر کی رخصتوں پر عمل شروع کرنا چاہئے، جب سفر سے واپس اپنی بستی کی آبادی میں داخل ہوجائے، یا کسی شہر اور بستی میں پندرہ دن، یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کرلے، تو شرعی مسافر نہیں رہے گا، پھر سفر کی رخصتوں پر عمل کی گنجائش نہیں رہے گی۔

من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدامسيرة ثلاثة أيام و ليا ليها، صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوبا.

(تنویر الابصار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/ ۵۹۹)

مسئلہ: وطن اصلی: وہ وطن ہے جس میں انسان کی پیدائش ہوئی ہو، اسی جگہ پر مقیم ہو، یا کسی شہر وبستی میں مستقل طور سے سکونت اختیار کرلی ہو، (وہاں سے منتقل ہونے کا ارادہ نہ ہو)

نیز کسی شہر وبستی میں نکاح کیا ہو اور اس میں اپنے اہل وعیال کو آباد کیا ہو، وہ شہر وبستی اس شخص کے لیے وطن اصلی ہے۔

اگر کسی نے دو شہروں میں دو بیویوں کے لیے مستقل رہائش کا انتظام کیا ہو، تو اس شخص کے دو وطن اصلی ہوں گے۔

(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (الدر المختار)

(قوله أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل، فلو كان له أبوان ببلد غير مولده، وهو بالغ الخ.

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/ ۶۱۴)

مسئلہ: وطن اقامت: وہ شہر و بستی ہے جہاں مسافر پندرہ دن، یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

(وطن الإقامة) يسمى أيضا الوطن المستعار والحادث وهو ما خرج إليه بنية إقامة نصف شهر سواء كان بينه وبين الأصلي مسيرة السفر أو لا. (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/ ۶۱۴)

مسئلہ: اگر کسی شخص کو ابتداءً مسافت شرعیہ کے بقدر سفر کی نیت نہیں تھی، رفتہ رفتہ آگے بڑھتے ہوئے مسافت شرعیہ کو مکمل کرلیا، تو وہ جاتے وقت حکماً مسافر نہیں ہوگا، مسافت شرعیہ کے بقدر واپسی سیدھے اپنے وطن کی طرف کرتا ہے، تو چوں کہ اب اس نے مسافت شرعیہ کے بقدر سفر کرنے کی نیت کی ہے، اس لیے اب مسافر سمجھا جائے گا اور سفر کے احکام جاری ہوں گے۔

بلا قصد بأن قصد بلدة بينه وبينها يومان للإقامة بها، فلما بلغها، بدا له أن يذهب إلى بلدة بينه وبينها يومان، وهلم جرا، ...... أما في الرجوع، فإن كانت مدة سفر قصر.

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المسافر مع ردالمختار ۲/ ۵۹۹)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے ایک شہر کو اپنا وطن اصلی بنایا، پھر دوسرے شہر کو مستقل طور سے منتقل ہوگیا، وہ شہر اس شخص کا وطن اصلی نہیں ہوگا، دوبارہ اس شہر کو جائے گا، تو نماز قصر ادا کرے گا۔

مسئلہ: اگر وطن اقامت سے وطن اصلی چلا گیا، یا کسی اور شہر کو اپنا وطن اقامت بنالیا، تو پہلا شہر اس شخص کے لیے وطن اقامت نہیں رہے گا؛ جب تک کہ اُس شہر میں پندرہ دن سے زیادہ قیام کی نیت نہ کرے۔

غرض خلاصہ ءکلام یہ ہے کہ وطن اصلی وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے، وطن اقامت یا سفر سے باطل نہیں ہوتا ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب المسافر ۲/ ۲۳۹)

وطن اقامت وطن اصلی چلے جانے، یا کسی دوسرے شہر کو وطن اقامت بنا لینے، یا سفر کرنے کے سے باطل ہوجاتا ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب المسافر ۲/ ۲۳۹)

مسئلہ: کوئی شخص کسی شہر کی طرف سفر کرنا چاہتا ہے، اُس شہر کو جانے کے لیے دو راستے ہیں، ایک راستے کی مسافت مسافت شرعیہ سے کم ہے، دوسرے راستے کی مسافت مسافتِ شرعیہ کے بقدر ہے، تو راستہ چلنے والا جس راستے کو اختیار کرے گا، مسافر ہونے اور نہ ہونے میں اُسی راستے کا اعتبار ہوگا۔

لو لموضع طريقان ،أحدهما مدة السفر، والآخر أقل، قصر في الأول، لا الثاني. (تنویر الابصار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/ ۶۰۳)

مسئلہ: سفر اور اقامت کی نیت میں متبوع کی نیت کا اعتبار ہوگا، مثلاً بیوی شوہر کے تابع، غلام آقا کے تابع، مزدور مستاجر کے تابع رہے گا۔

إنما يشترط قصده لو كان مستقلا برأيه، فلو تابعا لغيره، فالاعتبار بنية المتبوع. (ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر مع ردالمختار ۲/ ۶۰۱)

مسئلہ: دورانِ سفر کسی ایسی جگہ جو رہائش کے لائق ہو، (آبادی والا علاقہ ہو، جنگل یا آبادی کا باہری حصہ نہ ہو) اُس جگہ پندرہ دن، یا اس سے زیادہ مدت قیام کرنے کی نیت کرلے، تو وہ شخص حکماً مقیم بن جائے گا، اُس شخص کو مقیم کے احکام پر عمل کرنا ہوگا۔

(فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه) أي في نصف شهر (أو) نوى (فيه لكن في غير صالح) (من غير مصر اور قرية) أو كنحو جزيرة أو نوى فيه لكن (بموضعين مستقلين كمكة ومنى).

(تنویر الابصار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/ ۶۰۶)

مسئلہ: دوران سفر کسی شہر میں اقامت کی نیت کئے بغیر ہی آج کل نکل جانے کی نیت سے کئی دن تک قیام کیا، تو جب تک اقامت کی نیت پختہ نہیں کرے گا، اُس وقت تک

مسافر ہی شمار ہوگا۔

(دخل بلدة ولم ينوها) أي مدة الإقامة (بل ترقب السفر) غدا أو بعده (ولو بقي) على ذلك (سنين) يصلي ركعتين.

(تنویر الابصار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/۶۰۷)

قصرِ صلوۃ

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ

(النساء:۱۰۱)

جب تم زمین میں سفر کرو، تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ (چار رکعت والی) نماز میں قصر کرو۔

چار رکعت والی نماز: ظہر، عصر اور عشاء کو دو رکعت پڑھنا واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین نے مواظبتِ تامہ کے ساتھ سفر میں قصر فرمایا ہے، کوئی ایسا واقعہ کتبِ حدیث میں نہیں ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حالتِ سفر میں چار رکعت نماز پڑھی ہو۔

یعلی بن امیہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں فرمایا ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. (النساء:۱۰۱)

(یعنی قصر کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی گئی ہے کہ کفار کے پریشان کرنے کا اندیشہ ہو، اب اسلام کا جھنڈا سر بلند ہے، ہر طرف امن وامان ہے، اب قصر کیوں کیا جا رہا ہے؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی یہ خیال آیا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات دریافت کی تھی، آپ نے فرمایا:

صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ. فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ.

(رواہ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ المسافرین:۶۸۶)

یہ ایک خیرات ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے، پس تم اللہ تعالیٰ کی خیرات کو قبول کرو۔

مسئلہ: شرعی مسافر چار رکعت والی نماز (ظہر، عصر اور عشاء) وجوباً دو ہی رکعت پڑھے گا، اگر مسافر عمداً چار رکعت ادا کرے، تو گنہگار ہوگا، اگر بھول کر یا مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے چار رکعت ادا کرلیا، تو دونوں صورتوں میں دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہے، تو آخری رکعت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا اور نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی، ادائیگی کا وقت باقی ہے، تو اُس کے لیے نماز دہرانا بھی ضروری ہوگا۔

اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا، تو نماز کی فرضیت باطل ہو جائے گی، چوتھی رکعت پر سجدہ سہو کرے گا اور پوری نماز نفل ہو جائے گی، دوبارہ فرض نماز ادا کرنا ہوگا۔

لو أتم مسافر إن قعد في القعدة (الأولى، تم فرضه و) لكنه (أساء) لو عامدا لتأخير السلام، وترك واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض، وهذا لا يحل كما حرره القهستاني بعد أن فسر أساء بأثم واستحق النار (وما زاد نفل) كمصلي الفجر أربعا (وإن لم يقعد بطل فرضه).

(تنویر الابصار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/ ۶۰۹، فتاویٰ محمودیہ، کتاب النوال ۵/ ۴۶۲)

لو أتم وقعد في الثانية صح وإلا لا) أي، وإن لم يقعد على رأس الركعتين لم يصح فرضه؛ لأنه إذا قعد فقد تم فرضه وصارت الأخريات له نفلا كالفجر وصار آثما لتأخير السلام، وإن لم يقعد فقد خلط النفل بالفرض قبل إكماله.

(البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب المسافر ۲/ ۲۳۰)

قصر و اتمام میں شک ہو، تو کیا کرے

کسی شخص نے کسی جگہ کا سفر کیا، اپنے وطن اور اُس جگہ کی مسافت میں شک ہو گیا کہ یہ مسافت شرعیہ کے بقدر ہے یا نہیں؟ شک کو زائل کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں احتیاطاً اتمام کرنا چاہیے، نیز بعض شہروں کے مقامات کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہو جاتا ہے کہ یہ جگہیں مصالحِ بلد اور فنائے شہر میں شامل ہیں، بعض کہتے ہیں:

خارج ہیں، ایسی صورت میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ نماز مکمل پڑھ لی جائے۔

إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ فِي السَّفِينَةِ حَالَ إِقَامَتِهِ فِي طَرَفِ الْبَحْرِ فَنَقَلَتْهَا الرِّيحُ، وَنَوَى السَّفَرَ، يُتِمُّ صَلَاةَ الْمُقِيمِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ لِأَنَّهُ اجْتَمَعَ فِي هَذِهِ الصَّلَاةِ مَا يُوجِبُ الْأَرْبَعَ، وَمَا يَمْنَعُ، فَرَجَّحْنَا مَا يُوجِبُ الْأَرْبَعَ احْتِيَاطًا.

(ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/۶۰۱)

مسئلہ: اگر مسافر مقیم کی اقتدا کرے، تو وہ چار رکعت ہی ادا کرے گا۔

أما اقتداء المسافر بالمقيم، فيصح في الوقت، ويتم، لا بعده.

(تنویر الابصار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/۶۱۲)

مسئلہ: اگر مقیم مسافر کی اقتدا کرے، تو وہ چار رکعت ادا کرے گا۔

صح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده، فإذا قام المقيم (إلى الإتمام لا يقرأ). (تنویر الابصار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/۶۱۰)

مسئلہ: مسافر پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے، اگر نمازِ جمعہ میں شریک ہوجائے، یا نمازِ جمعہ کی امامت کرے، تو نماز جمعہ صحیح ہوجائے گی اور نماز ظہر ساقط ہوجائے گی۔

وَيَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ فِيهَا مَنْ صَلُحَ لِغَيْرِهَا، فَجَازَتْ لِمُسَافِرٍ وَعَبْدٍ وَمَرِيضٍ. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ الجمعہ ۳/۳۰)

مسئلہ: حالت سفر میں سنتِ فجر کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مسئلہ: دورانِ سفر حالتِ قرار ہو، یعنی سفر میں کسی منزل پر زیادہ دیر ٹھہر گیا، طبیعت پر بوجھ نہیں ہے، سنتیں ادا کرنی چاہئیں، اگر سفر میں حالتِ فرار یعنی مسلسل سفر جاری ہے، ایک سواری سے اترنا، پھر دوسری سواری پر سوار ہونا ہے، یا کسی جگہ سواری کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے ہیں، ایسی صورتوں میں سنتیں ادا نہ کرے۔

(وَيَأْتِي) الْمُسَافِرُ (بِالسُّنَنِ) إِنْ كَانَ (فِي حَالِ أَمْنٍ وَقَرَارٍ وَإِلَّا) بِأَنْ كَانَ فِي خَوْفٍ وَفِرَارٍ (لَا) يَأْتِي بِهَا، هُوَ الْمُخْتَارُ لِأَنَّهُ تَرْكٌ

لِعُذْرٍ تجْنِيس، قِيلَ: إِلَّا سُنَّةَ الْفَجْرِ.
(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ الجمعہ ۲/ ۶۱۳)

مسئلہ: مقیم نماز کی ادائیگی سے پہلے آخری وقت میں مسافر ہوگیا، تو وہ قصر کرے گا، اگر کوئی مسافر نماز ادا کرنے سے پہلے مقیم بن گیا، تو اتمام یعنی پوری نماز پڑھے۔

المعتبر في تغيير الفرض آخر الوقت، وهو قدر ما يسع التحريمة، (فإن كان) المكلف (في آخره مسافرا، وجب ركعتان وإلا فأربع.
(تنویر الابصار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المسافر ۲/ ۶۱۳)

مسئلہ: حالتِ سفر میں جو نمازیں قضا ہوگئیں، ان نمازوں کو حالتِ سفر میں قضا کرے، یا حالت حضر میں دونوں صورتوں میں قصر کے طریقے پر چار رکعت والی نمازیں دو دو ادا کرے گا، جو نمازیں حالتِ حضر میں قضا ہوگئیں، ان نمازوں کو حالتِ سفر میں ادا کرنا چاہتا ہے، تو چار چار رکعت ہی ادا کرے گا۔

(والقضاء يحكي) أي يشابه (الأداء سفرا او حضرا) لأنه بعدما تقرر لا يتغير غير أن المريض يقضي فائتة الصحة في مرضه بما قدر.
(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المسافرین ۲/ ۶۱۸)

رمضان کا روزہ قضا کرنے کی اجازت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ. (البقرۃ:۱۸۱)

ہر عاقل بالغ مسلمان مرد وعورت جو رمضان کے مہینے کو پائے، اس پر رمضان کا روزہ فرض ہے، اس آیت شریفہ میں بیمار اور شرعی مسافر کو اجازت اور رخصت دی گئی ہے کہ رمضان المبارک میں حالتِ مرض اور حالتِ سفر میں روزہ نہ رکھے، رمضان کے بعد حالت صحت اور اقامت میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرے۔

اگر سفر میں مشقت، ضعف اور تھکان کا اندیشہ نہ ہو، تو رمضان المبارک کا رزوہ رکھنا افضل ہے، اس لیے کہ رمضان میں تمام مسلمان روزہ رکھتے ہیں، اس وجہ سے مسافر کو بھی

روزہ رکھنا آسان ہوگا، نیز رمضان میں روزہ رکھنے کی فضیلت بھی وہ پالے گا، اگر سفر میں مشقت، ضعف تھکان اور پریشانی کا اندیشہ ہو، تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَدْ صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ، صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

(رواہ البخاری، کتاب الصوم، باب من افطر فی السفر: ۱۹۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا، آپ نے حالتِ سفر میں مقام ''عسفان'' (مکہ سے قریب) تک روزہ رکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر سب کے سامنے نوش فرمایا؛ تاکہ لوگ جان جائیں کہ آپ روزے سے نہیں ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پہنچنے تک روزہ نہیں رکھا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور نہیں بھی رکھا ہے، لہٰذا جو چاہے حالتِ سفر میں روزہ رکھے، جو چاہے روزہ نہ رکھے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَمِنَّا الصَّائِمُ، وَمِنَّا الْمُفْطِرُ، فَلَا يَجِدُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ، يَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً، فَصَامَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ حَسَنٌ، وَيَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ ضَعْفًا، فَأَفْطَرَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ حَسَنٌ. (رواہ مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصیام والفطر فی رمضان: ۱۱۱۶)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں غزوے میں نکلتے تھے، ہم میں سے بعض لوگ روزہ رکھتے تھے اور بعض لوگ روزہ نہیں رکھتے تھے (رخصت پر عمل کرتے تھے) روزہ دار بے روزہ شخص پر کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا اور بے روزہ روزہ دار پر کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا، حضرات صحابہ سمجھتے تھے جس شخص کو طاقت ہو، وہ روزہ رکھ لے، تو بہت اچھی بات ہے، اگر کوئی شخص ضعف محسوس کرے اور روزہ نہ رکھے، تو یہ بھی درست ہے (شریعت کی دی ہوئی رخصت پر عمل کر رہا ہے)

حالت سفر میں تین رات دن مسح کی رخصت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ.

(رواہ مسلم عن عائشہؓ، باب التوقیب فی المسح علی الخفین: ۲۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین رات دن اور مقیم کے لیے ایک رات دن موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔

حالت سفر میں زکوٰۃ

مسئلہ: اگر مسافر صاحبِ نصاب ہے، وجوبِ زکوۃ کی تمام شرائط پائی جارہی ہیں، تو سال پورا ہونے پر زکوۃ واجب ہے، سفر میں گنجائش ہو، تو وہاں ادا کر دے، اگر گنجائش نہ ہو، تو سفر سے واپس آنے کے بعد ادا کرے۔

كل من يكون مسافرا يسمى ابن السبيل، وهو غني بمكانه حتى تجب الزكاة في ماله، ويؤمر بالأداء إذا وصلت إليه يده، وهو فقير يدا حتى تصرف إليه الصدقة في الحال لحاجته كذا في الكافي.

(کتاب الزکوۃ، باب مصرف الزکوۃ ۲/ ۴۲۲)

إنما لا تجب على المسافر لأن أداءها مختص بأسباب تشق على

المسافر، وتفوت بمضي الوقت، فلا يجب عليه شيء لدفع الحرج عنه كالجمعة بخلاف الزكاة وصدقة الفطر لأنهما لا يفوتان بمضي الزمان، فلا يخرج. (تکملۃ البحر الرائق، کتاب الاضحیۃ ۸/ ۳۱۸)

حالت سفر میں قربانی اور صدقۃ الفطر

مسئلہ: شریعتِ مطہرہ نے جس طرح مسافر کے لیے نماز، روزہ وغیرہ احکام میں نرمی اور آسانی کا معاملہ فرمایا ہے، اسی طرح قربانی کے بارے میں بھی نرمی کا معاملہ فرمایا ہے اور مسافر سے قربانی کو معاف کر دیا ہے، یعنی جو شخص ایامِ قربانی میں مسافر ہو، یا قربانی کے آخری وقت میں مسافر ہو جائے، تو اس شخص سے قربانی کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے؛ البتہ تقرب اور ثواب حاصل کرنے کے لیے نفل قربانی کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے۔

شرائطها: الاسلام والاقامة، وفي الرد قوله (والإقامة)، فالمسافر لا تجب عليه، وإن تطوع بها، أجزأته عنها. (ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ ۹/ ۴۵۳)

مسئلہ: جو شخص عید کی صبح سفر میں ہو، یا پندرہ دن سے کم مدت کے ارادے سے کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہو، اگر اس کے پاس بقدر نصاب مال موجود ہے، تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہوگا، اگر نصاب کے بقدر مال اس کے پاس موجود نہیں، تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہوگا۔

(تَجِبُ) (عَلَى كُلِّ) حُرٍّ (مُسْلِمٍ) (ذِي نِصَابٍ فَاضِلٍ عَنْ حَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ) كَدَيْنِهِ وَحَوَائِجِ عِيَالِهِ (وَإِنْ لَمْ يَتِمَّ)

(تنویر الابصار، مع ردالمحتار، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ الفطر ۳/ ۳۱۲)

مسافر پر تکبیرِ تشریق

نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک تیئس۔

نمازوں میں ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ تشریق پڑھنا خواہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہو، یا انفرادی طور پر، مقیم ہو، یا مسافر، شہری ہو، یا دیہاتی، مرد ہو، یا عورت اتنی بلند آواز سے پڑھنا کہ اپنے کانوں تک آواز پہنچے، واجب ہے۔ (بدائع الصنائع ۱/ ۴۵۸)

قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: التَّكْبِيرُ يَتْبَعُ الْفَرِيضَةَ ،فَكُلُّ مَنْ أَدَّى فَرِيضَةً، فَعَلَيْهِ التَّكْبِيرُ، وَالْفَتْوَى عَلَى قَوْلِهِمَا حَتَّى يُكَبِّرَ الْمُسَافِرُ وَأَهْلُ الْقُرَى ،وَمَنْ صَلَّى وَحْدَهُ.

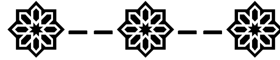
(الجوہرۃ النیرۃ، باب صلاۃ العیدین ۲/ ۱۱۴)

عبداللطیف قاسمی

جامعہ غیث الہدی، بنگلور

۱۵/شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

۱۴/فروری ۲۰۲۵ء



آداب المساجد

- آدابِ مسجد کی اہمیت
- آداب کا بیان
- مسجد کے آداب سے متعلق مسائل
- مسجد کے وضوخانے کی صفائی
- مسجد میں کھانے اور سونے کا حکم
- مسجد کی بجلی کا ذاتی استعمال

آداب المساجد

آدابِ مسجد کی اہمیت

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ . (النور:۳۶)

وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اوران میں اللہ کا نام لیا جائے۔(بیان القرآن)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

رفعِ مساجد سے مراد مساجد کی تعظیم، تکریم، ادب واحترام اوران کونجاست وگندی چیزوں سے پاک وصاف رکھنا ہے۔(معارف القرآن ۶/ ۴۱۴)

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (الحج:۳۲)

جوشخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے، اس کی یہ تعظیم دل کے ساتھ خدا سے ڈرنے سے حاصل ہوتی ہے۔(معارف القرآن)

مساجد دین کے شعائر، اللہ کی عبادت کی جگہیں اور نزولِ رحمت کے مقامات ہیں؛ جہاں فرشتوں کی آمد ورفت ہوتی رہتی ہے اور مساجد تمام روئے زمین پر سب سے بہتر جگہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بطور تعظیم واکرام اپنا گھر قرار دیا ہے، لہذا ان کی تعظیم وتکریم ہم پر واجب، ان کی بے ادبی وگستاخی ہمارے لیے ممنوع، ان کی توہین واہانت موجبِ وبال ہے، لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم مسجد کے احترام وتعظیم کوملحوظ رکھیں۔

آداب کا بیان

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پیر رکھ کر داخل ہو، پھر بسم اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ .

اے اللہ! اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے۔

جب مسجد سے باہر نکلے، تو بایاں پیر باہر نکالتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ .

اے اللہ! میں تیرے فضل کو مانگتا ہوں۔

(رواہ مسلم عن ابی اسیدؓ، کتاب صلاۃ المسافرین، باب مایقول اذا دخل المسجد: ۷۱۳، وزاد ابوداؤد فلیسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کتاب الصلاۃ، باب فی مایقولہ الرجل: ۴۶۵)

(۲) مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرے، بشرط یہ کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگ نماز، درس، ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہوں۔

اگر کوئی شخص مسجد میں نہ ہو، تو سلام کے الفاظ اس طرح کہے:

السَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ .

(رواہ عبدالرزاق عن ابن عباسؓ موقوفا، باب مایقول اذا دخل المسجد: ۱۶۶۸، ورواہ الحاکم علی شرط الشیخین واقرہ الذھبی، سورۃ النور: ۳۵۱۴)

(۳) بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔

(رواہ البخاری عن ابی قتادۃؓ، کتاب الصلاۃ، اذا دخل احدکم المسجد: ۴۴۴، رواہ مسلم عن ابی قتادۃ، کتاب صلاۃ المسافرین، باب مایقول اذا دخل المسجد: ۷۱۴)

(۴) مسجد میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرے۔

(۵) مسجد میں کوئی چیز نہ خریدے، نہ ہی فروخت کرے۔

(رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن عمروؓ، کتاب المساجد والجماعات، باب ما یکرہ فی المساجد والجماعات: ۷۴۸)

(۶) مسجد میں تلوار، یا کوئی ہتھیار نیام کے بغیر نہ لے جائے کہ اس سے لوگوں میں وحشت پیدا ہوتی ہے۔ (رواہ ابن ماجہ: ۷۴۸)

(۷) مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان نہ کرے۔

(رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃؓ، کتاب الصلاۃ، باب التحلق یوم الجمعۃ: ۱۰۷۹)

(۸) دنیاوی گفتگو نہ کی جائے۔

(۹) آگے بڑھنے کے لیے لوگوں کی گردنوں کو پھاندا نہ جائے۔

(۱۰) جگہ کے لیے کسی مصلی سے جھگڑا نہ کرے۔

(۱۱) صف میں کسی کے لیے جگہ تنگ نہ کرے، یعنی جگہ تنگ ہونے کی صورت میں کسی کو تکلیف پہنچا کر اپنے لیے جگہ نہ بنائے۔

(۱۲) نمازی کے سامنے سے نہ گذرے۔

(رواہ البخاری عن بسر بن سعیدؓ، کتاب الصلاۃ، باب اثم المار بین یدی المصلی: ۵۱۰)

(۱۳) مسجد میں نہ تھوکے۔ (رواہ البخاری عن انسؓ، کتاب الصلاۃ، باب کفارۃ البزاق فی المسجد: ۴۱۵)

(۱۴) انگلیاں نہ چٹخائے۔

(رواہ الترمذی عن کعب بن عجرۃؓ، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ التشبیک: ۳۸۶)

(۱۵) گندگی، بے شعور بچوں اور پاگلوں سے مسجد کو بچایا جائے۔

(رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن عمروؓ: ۷۴۸، ۲، تا۱۵فتاوی ہندیہ: ۵/۳۲۱وذکر القرطبی مفصلاً فی سورۃ النور)

(۱۶) پیاز، لہسن وغیرہ بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں نہ آئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اس بدبودار درخت (پیاز و لہسن) کو کھائے، وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے، اس لیے کہ فرشتے اُن چیزوں سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، جن چیزوں سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب نھی من اکل ثوما: ۵۶۴)

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اے لوگو! تم دو بدبودار درختوں کی سبزیوں کو کھاتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جس شخص کے منہ سے لہسن یا پیاز کی بدبو محسوس فرماتے، اس کو مسجد سے نکال کر بقیع میں بھیج دیتے تھے اور فرماتے جس شخص کو کھانا ہی ہو، تو وہ اس کو اچھی طرح پکا کر کھائے کہ ان کی بو زائل ہو جائے۔

(رواہ مسلم عن معدان بن طلحۃؓ، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب نھی من اکل ثوما: ۵۶۷)

بیڑی، سگریٹ، حقہ، پان پراگ اور اس کی تمام اقسام کھا کر مسجد آنا بھی منع ہے؛ کیوں کہ سگریٹ اور اِن جیسی چیزوں کی بو لہسن اور پیاز کی بو سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی

ہے۔ (مستفاد از معارف القرآن ۶ / ۴۱۴)

(۱۷) مسجد میں شور وشغب نہ کرے۔

حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں:

حضرت عمرؓ نے مجھے دو شخصوں کو بلانے کا حکم دیا، آپؓ نے ان سے پوچھا: تم کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا ''طائف'' سے آئے ہوئے ہیں، آپ نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ، لَأَوْجَعْتُكُمَا،

اگر تم مدینے کے ہوتے، تو میں تم کو تکلیف دہ سزا دیتا۔

تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

(بخاری، کتاب الصلاۃ، باب رفع الصوت فی المسجد: ۴۷۰)

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آواز بلند کرتے ہو؟

(۱۸) مسجد کو گزرگاہ (راستہ) نہ بنایا جائے۔ (رواہ ابن ماجہ عن ابن عمرؓ و: ۷۴۸)

(۱۹) مسجد میں ہوا خارج نہ کی جائے۔

(یکرہ عندنا تحریما اخراج الریح من الدبر، معارف السنن ۳/ ۳۱۱)

(۲۰) مسجد میں حالتِ جنابت اور حالتِ حیض میں داخل نہ ہوں۔

(رواہ ابوداؤد عن عائشہؓ، کتاب الطھارۃ، باب فی الجنب یدخل المسجد: ۲۳۲)

مسجد کے آداب سے متعلق مسائل

مسئلہ (۱) مسجد میں پاک صاف جوتا چپل پہننا جائز ہے؛ لیکن احترامِ مسجد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۲۱)

مسئلہ (۲) موبائل فون میں سادہ گھنٹی لگانی چاہیے، نہ کہ میوزک والی، یہ کراہت سے خالی نہیں (مسجد میں اس کی بالکل گنجائش ہی نہیں ہے) اسلام میں موسیقی کو پسند نہیں کیا گیا ہے، اس لیے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے موبائل کو بند کر دینا چاہیے۔

(مستفاد از کتاب الفتاوی ۴/ ۲۵۴)

مسئلہ (۳) شرعی مسجد میں تھوکنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے، صحن مسجد میں بھی اگرچہ

زمین کچی ہو، بلغم، پان کی پیک تھوکنا اور ناک کی رطوبت وغیرہ زمین پر گرانا ادب کے خلاف ہے، اگر تھوکنے کی ضرورت پیش آجائے، تو مسجد کے باہر تھوکے، یا وضوخانے کی نالی میں تھوک کر پانی بہادے، اگر جلد بازی میں صحنِ مسجد میں کوئی تھوک دے، تو اس پر فوراً مٹی ڈال دے، اگر فرش پختہ ہے، بھول چوک سے پان کی پیک، یا ناک کی رطوبت وغیرہ گرجائے، تو فوراً اس کو صاف کرے۔

مسجد کے وضوخانے کی صفائی

(۱) مسجد کے وضوخانے کی صفائی نہایت ضروری ہے، پانی کے استعمال میں اسراف نہ کرے، بے موقع مسواک نہ رکھے، وضو کرنے کے لیے جو سیٹیں بنائی جاتی ہیں، ان پر پیر نہ رکھے اور نہ ان کو گیلا کرے۔

وضو کے دوران بلغم، پان کی پیک وغیرہ نالی میں تھوک کر پانی بہائے؛ تاکہ کسی کو اس کی وجہ سے گھن، یا تھوکنے والے سے نفرت پیدا نہ ہو، اگر کسی نے غفلت، یا نادانی کی وجہ سے پانی نہ بہایا ہو، تو دیکھنے والا پانی بہا کر اجر حاصل کرے، نیز پانی کی نالی میں بعض اوقات کاغذات، کوڑا کرکٹ تنکے وغیرہ گرنے کی وجہ سے پانی جمع ہوجاتا ہے، لہٰذا نالیوں کی صفائی کرتے رہنا چاہیے، وقتاً فوقتاً صفائی کے بعد (Phenyl) کا استعمال بھی کرنا چاہیے۔

(۲) جو شخص مسجد کے استنجا خانوں اور غسل خانوں کا استعمال کرے، اس کو ان کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے، استنجے سے فارغ ہونے کے بعد اچھی طرح پانی بہائے، اگر اس کی وجہ سے فرش گندہ ہوگیا ہو، تو اس کو بھی صاف کر کے جائے، استنجا خانے میں سگریٹ نوشی نہ کرے، پان اور پان پراگ نہ تھوکے کہ اس سے استنجا خانوں کی بدبو میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور مسجد میں آنے والے نمازیوں کو تکلیف بھی ہوتی ہے، اگر استنجے کے لیے ڈھیلا، یا ٹشو کاغذ استعمال کرے، تو اس میں رکھے ہوئے کوڑادان میں ڈالے، یا باہر پھینک دے، اگر استنجا خانے میں کوڑادان نہ ہو، تو وہاں نہ ڈالے، مسجد کے غسل خانوں میں صابون کے کاغذات، بال، بلیڈ وغیرہ نہ ڈالے۔

(۳) جوتے اور چپل کے لیے جو جگہ متعین کی گئی ہے، اسی جگہ جوتے اور چپل

اتارے، اس لیے کہ بعض اوقات صحن مسجد میں چپل پہننے کی ممانعت ہوتی ،عموماً لوگ اس جگہ چپل کا استعمال نہیں کرتے ، اگر کوئی اس جگہ پر چپل کے ساتھ چلا جائے ،تو چپل کی نجاست وگندگی صحنِ مسجد میں گرے گی اور صحن مسجد میں خالی پیر چلنے والے مصلی کے پیراور مسجد کا فرش وغیرہ خراب ہوگا۔

مسجد میں کھانے اورسونے کا حکم

(۱) مسجد میں معتکف کے علاوہ کسی کے لیے بلاضرورتِ شدیدہ سونا درست نہیں ہے، ضرورت کی وجہ سے سونے والا موٹا کپڑا اچھا کر سوئے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس سے متنبہ کیا، فرمایا: اٹھ جاؤ، مسجد میں نہ سوؤ۔ (مصنف عبدالرزاق ، باب الوضوء فی المسجد: ۱۶۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے:

مسجد کو نہ رات میں سونے کی جگہ بناؤ، نہ دن میں آرام کرنے کی جگہ۔

لا يتخذه مبيتاً ، و لا مقيلاً.

(رواہ الترمذی عن ابن عباسؓ ، ابواب الصلاۃ ، باب ماجاء فی النوم فی الصلاۃ: ۳۲۱)

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نیند میں احتلام، یا خروجِ ریح کا اندیشہ ہے اور اس سے مسجد آلودہ ہوجائے گی۔ (مستفاد: کتاب الفتاویٰ ۴؍۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

وہ نوجوان اور کنوارے تھے، کوئی مکان میسر نہیں تھا، چناں چہ مسجد ہی میں سویا کرتے تھے اور رات بھی وہیں گذرتی تھی۔ (رواہ البخاری عن ابن عمرؓ ، کتاب الصلاۃ ، باب النوم فی المسجد: ۴۴۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے وقتی طور پر قیام کی گنجائش ہے، ہاں ، بلاضرورت مسجد میں سونا، کھانا، پینا وغیرہ مکروہ ہے، اسی لیے فقہاء نے اعتکاف کرنے والے شخص کے لیے کھانے پینے کی اجازت دی ہے، اس لیے اہل محلہ کو تو

مسجد میں کسی دینی مصلحت، یا کسی ضرورت کے بغیر قیام کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور مسافر کے لیے بہتر ہے کہ جب مسجد میں مقیم ہو، تو اعتکاف کی نیت کر لے۔

چناں چہ فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

ویکره النوم والاکل فیه أی المسجد لغیر المعتکف، وإذا أراد أن یفعل ذلک، ینبغی أن ینوی الاعتکاف فیه، ویذکر الله تعالیٰ بقدر ما نوی، ولا بأس للغریب، ولصاحب الدار أن ینام فی المسجد فی الصحیح فی المذهب، والأحسن أن یتورع، فلا ینام.

(الفتاویٰ الہندیۃ ۵/۳۲۱، ردالمختار ۳/۴۴۰)

(۲) شرعی مسجد کے باہر پکوان کرنا اور بال کاٹنا جائز ہے؛ لیکن ضرورت پوری ہونے کے بعد اس جگہ کو صاف کر دینا بھی ضروری ہے۔

اگر مسجد کے غسل خانے میں غسل کیا جائے، جو جگہ نماز کے لیے مخصوص ہے، اس جگہ سے ہٹ کر مسجد کے صحن میں پکوان کیا جائے، تو اس میں مسجد کی بے ادبی نہیں ہے؛ کیوں کہ اصل شرعی مسجد وہ حصہ ہے جو نماز پڑھنے کے لیے مخصوص ہے، داڑھی کے بال بھی مسجد کے اندر کاٹنا کراہت سے خالی نہیں ہے کہ یہ مسجد میں گندگی پھیلانا ہے؛ بلکہ بعض فقہاء کے یہاں تو کٹا ہوا بال بھی ناپاک ہے، اس لیے بال، ناخن وغیرہ نماز کے لیے مخصوص جگہ سے باہر ہی کاٹے۔ (کتاب الفتاویٰ ۴/۲۶۵)

مسجد میں جنابت لاحق ہو جائے، تو کیا کرے؟

مسجد میں سفر یا اعتکاف کی حالت میں سو رہا ہو، بے خوابی ہو جائے، یعنی احتلام ہو جائے، جیسے ہی آنکھ کھلے، یا احتلام ہونا یاد آ جائے، تو فوری طور سے مسجد سے نکل جائے، فوری طور سے نکلنے میں کسی قسم کا خوف ہو، تو تیمم کر لے، مسجد میں ٹھہرا رہے، جیسے ہی باہر نکلنے کا راستہ ہموار ہو، نکل جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، وَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ، ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا: مَكَانَكُمْ، ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ.

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ، کتاب الغسل، باب اذا ذکر فی المسجد انہ جنب، یخرج کما ھو ولا یتمم: ۲۷۵)

نماز کے لیے اقامت ہوگئی، صفیں درست کرلی گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پاس نکل کر آئے، مصلی پر کھڑے ہوگئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ آپ حالتِ جنابت میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، پھر واپس گئے، غسل فرما کر تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔

ایسے شخص کے لیے بہتر یہ ہے کہ تیمم کر کے غسل کے لیے نکل جائے؛ البتہ اگر کوئی عذرِ شرعی ہو جس کی وجہ سے مسجد سے فوراً نکلنا مشکل ہو تو تیمم کر کے مسجد میں بقدرِ ضرورت ٹھہرنے کی گنجائش ہے۔

مسجد میں سو رہا ہو، بے خوابی ہو جائے، یعنی احتلام ہو جائے، فوری طور سے مسجد سے نکلنے میں کوئی معقول عذر ہو، دشمن، درندے یا کسی موذی جانور کا خوف ہو، سخت قسم کی ٹھنڈک ہو، ایسی صورت میں فوری طور سے تیمم کرلے، جیسے ہی عذر دور ہو جائے، تو فوراً مسجد سے نکل جائے۔

لو كان نائما فيه ،فاحتلم ،والماء خارجه ،وخشي من الخروج ، يتيمم وينام فيه إلى أن يمكنه الخروج. قال في المنية: وإن احتلم في المسجد، تيمم للخروج إذا لم يخف، وإن خاف يجلس مع التيمم، ولا يصلي ولا يقرأ. (ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب التیمم ۱/۴۱۰)

فی الفتاوی الهندية: إذا خاف الجنب أو الحائض سبعا أو لصا أو بردا فلا بأس بالمقام فيه والأولى أن يتيمم تعظيما للمسجد. هكذا في التتارخانية.

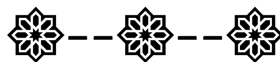
وسطح المسجد له حكم المسجد. كذا في الجوهرة النيرة المتخذ لصلاة الجنازة والعيد الأصح أنه ليس له حكم المسجد. هكذا في البحر الرائق.

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب السادس فی الدماء، الفصل الرابع فی احکام الحیض والنفاس ۱/ ۳۸)

مسجد کی بجلی کا ذاتی استعمال

مسجد کی بجلی کو اُن ہی مصارف میں صرف کرنی ضروری ہے جو مسجد اور مسجد کی ضروریات سے متعلق ہوں اور نمازیوں کے لیے مسجد کی بجلی عبادت کے علاوہ اپنے ذاتی استعمال میں لانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے؛ البتہ دورانِ عبادت مسجد کی بجلی استعمال کرنے کی شرعاً اجازت ہے اور معتکف (خواہ مسنون اعتکاف میں ہو، یا نفلی اعتکاف میں) مسجد میں رہتے ہوئے تمام وقت اعتکاف کی عبادت میں مشغول رہتا ہے، لہٰذا مسجد کی بجلی کا استعمال کرنا ذاتی استعمال کے حکم میں نہیں ہوگا؛ تاہم اس دوران مسجد میں موبائل چارج کرنا چوں کہ معتکف کی شرعی ضرورت نہیں، لہٰذا اس کی اجازت نہیں، پس ذاتی مقصد میں بجلی استعمال کرنے کی صورت میں استعمال شدہ بجلی کی مد میں کچھ رقم مسجد کے اخراجات کی میں جمع کرانی چاہیے۔

دارالافتاء:
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن،
فتویٰ نمبر: 144111200965



مشورے کی اہمیت، فضیلت اور طریقہ

- مشورے کی حقیقت
- مشورے کی شرعی حیثیت
- کن امور میں مشورہ کیا جائے
- کن لوگوں سے مشورہ کیا جائے
- مشورہ دینے والوں کی ذمہ داری
- اختلاف کی صورت میں فیصلے کا طریقہ
- دعوت وتبلیغ میں مشورے کی اہمیت

مشورے کی اہمیت، فضیلت اور طریقہ

مشورے کی حقیقت

لفظ مشورہ اور لفظ شوری عربی زبان میں شرُت العسل شورا سے ماخوذ ہے جس کا معنی چھتے سے شہد نکالنا ہے، گویا مجلس شوریٰ شہد کے چھتے کی مانند ہے، مشورے کا مقصد ایسی عمدہ رائے معلوم کرنا ہے جو عمدگی اور شیرینی میں شہد کے درجے میں ہو، جس طرح شہد بیماریوں سے شفا کا سبب ہے، اسی طرح عمدہ رائے بھی مشکلات اور مہلکات میں شفاء کا ذریعہ ہے، ندامت، حسرت، پریشانی اور پشیمانی سے عافیت کا سبب ہے۔ (ملخص معارف القرآن ادریسی ٧٩/٢)

مشورے کی شرعی حیثیت

انسان کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں کمی اور کوتاہی فطری بات ہے؛ کیوں کہ انسان میں نہ عقل کامل ہے اور نہ ہی وہ پوری بصیرت کا حامل، اس لیے اسلام نے انسان کی اُن بنیادی کمزوریوں کو دور کرنے اور انفرادی واجتماعی زندگی کو بہتر بنانے اور چھوٹے، بڑے نقصانات سے بچنے کے لیے جو ہدایات اور احکام دئے ہیں، ان میں ایک اہم ہدایت اپنے انفرادی واجتماعی معاملات میں آپسی مشورہ ہے۔

اسلام میں مشورے کی بہت اہمیت ہے، مسلمانوں کا آپس میں مشورہ کرنا قرآن مجید کے حکم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام کی سنت سے ثابت ہے، مشورہ امت کے لیے سببِ رحمت وراحت ہے، دنیا وآخرت میں برکتوں اور بھلائیوں کا باعث ہے، نقصانات، شرور اور فتن سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

مشورے کا فائدہ یہ ہے کہ زیرِ مشورہ مسئلے کے تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں، چھوٹی اور بڑی چیزیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں، مجلسِ مشاورت میں کوئی ذی رائے اور زیادہ ہوشیار

ہوگا، کوئی صاحب تدبیر اور زیادہ تجربہ کار، ان سب کی آراء سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، مشورے سے کام کی نئی راہیں کھلتی ہیں، کام میں آسانی پیدا ہوتی ہے، اہل مشورہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون بنتے ہیں، صحیح غور وفکر کے ذریعے درست نتائج تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے، مشورے کے بعد کام میں کوئی کمی رہ جائے، تو انسان نفس اور لوگوں کی ملامت سے بچ جاتا ہے۔

مشورے سے کام کرنا اللہ کو پسند ہے، دین کا ہو، یا دنیا کا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہماتِ امور میں صحابہ سے برابر مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ آپس میں مشورہ کرتے تھے، حروب (غزوۂ بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، فدک) وغیرہ مواقع پر اور بعض مسائل واحکام کی نسبت بھی؛ بلکہ خلافتِ راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ (فوائد عثمانی)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ . (آل عمران:۱۶۵)

اہم امور (جن میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، یا تعمیلِ حکم کے لیے کوئی جہت متعین نہیں کی گئی ہے، ان) میں حضرات صحابہ سے مشورہ کرو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَمَا إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ غَنِيَّانِ عَنْهُمَا، وَلَكِنْ جَعَلَهَا اللهُ رَحْمَةً لِأُمَّتِي، فَمَنْ شَاوَرَ مِنْهُمْ، لَمْ يُعْدَمْ رُشْدًا، وَمَنْ تَرَكَ الْمَشُورَةَ مِنْهُمْ لَمْ يُعْدَمْ عَنَاءً . (بَعْضُ هَذَا الْمَتْنِ يُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ مِنْ قَوْلِهِ، وَهُوَ مَرْفُوعًا غَرِيبٌ).

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، الحکم بین الناس:۶:۱۳۱۷)

اللہ اور اس کے رسول کو مشورے کی حاجت نہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میری امت کے لیے رحمت بنایا ہے، جو شخص مشورہ کرتا ہے، وہ ضرور ہدایت پائے گا، جو شخص مشورہ ترک کرے گا، وہ (بسا اوقات) مشقت میں مبتلا ہوسکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، تو اپنے رسول کو ہر کام بذریعہ وحی بتلا دیتا، کسی

کام میں بھی مشورے کی ضرورت نہ رہتی ؛لیکن امت کی مصلحت ومنفعت اس بات میں تھی کہ آپ کے ذریعے مشورے کی سنت کو جاری کیا جائے ،اس لیے بہت سے امور ایسے چھوڑ دیئے جن میں صراحۃً کوئی وحی نازل نہیں ہوئی ، یا تعمیلِ حکم کے لیے کوئی خاص صورت متعین نہیں کی جاتی تھی ،ان امور میں آپ کو مشورہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی۔

سورۃ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کاملین کی صفات کو ذکر کرتے ہوئے ،فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ﴿۳۸﴾ (الشوری:۳۸)

وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی اطاعت کی ،نماز قائم کی ،ان کے اہم امور آپسی مشورے سے ہوتے ہیں ،جو مال ہم نے دیا ہے ،اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ نے اس آیتِ شریفہ میں مشورے کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے مشورے کو نماز اور زکوۃ کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔(ابوبکر جصاص)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أَمْرًا، فَشَاوَرَ فِيهِ، وَقَضَى لِلّٰهِ، هُدِيَ لِأَرْشَدِ الْأُمُورِ. قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: لَا أَحْفَظُهُ إِلَّا بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان ،الحکم بین الناس: ۷۱۳۲)

جو شخص کسی کام کا ارداہ کرے ،کسی سے مشورہ کرنے کے بعد اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے ،تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح اور مفید صورت کی طرف اس کی رہبری کی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ، وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ، وَأُمُورُكُمْ شُورَى بَيْنَكُمْ، فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا، وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ، وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ، وَأُمُورُكُمْ إِلَى نِسَائِكُمْ، فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ

ظَهْرِهَا.

(هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث صالح المري، وصالح المري في حديثه غرائب ينفرد بها لا يتابع عليها، وهو رجل صالح، رواه الترمذی، ابواب الفتن: ٢٢٦٦)

جب تمہارے حکام تم میں سے بہترین لوگ ہوں، تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے معاملات آپسی مشورے سے طے ہوا کریں، تو زمین کا اوپری حصہ تمہارے لیے بہتر ہے، جب تمہارے حکام بدترین افراد ہوں، تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں، تو زمین کے اندر دفن ہو جانا تمہارے زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

تنبیہ: مشورے میں عورت کی رائے لینا ممنوع نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے تعامل سے ثابت ہے، قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کی آیت میں ارشاد ہے عن تراض منهما وتشاور یعنی بچہ کا دودھ چھڑانا ماں اور باپ کے باہمی مشورے سے ہونا چاہیے، اس میں چوں کہ معاملہ عورت سے متعلق ہے، اس لیے خاص طور سے عورت کے مشورے کا پابند کیا گیا ہے، ان سے متعلق امور میں ان سے مشورہ کیا جائے گا؛ البتہ ہر معاملے میں ان کی رائے کو غور وفکر کے بغیر فوقیت وترجیح نہیں دی جائے گی۔

کن امور میں مشورہ کیا جائے

آیاتِ مشورہ میں لفظ امر آیا ہے، جس کا معنی مہتم بالشان کام ہے، ایک دوسری آیت میں اولی الامر آیا ہے، یہاں بھی امر سے مراد مہتم بالشان کام ہی مراد ہے اور اولی الامر سے وہ افراد مراد ہیں جن کے ہاتھوں میں خلافت وحکومت ہو، اربابِ حل وعقل اور فیصلہ کرنے والے مراد ہیں، لہٰذا جو مہتم بالشان کام ہو جس کا تعلق سرکاری معاملات سے ہو، فقہاء نے ان کے لیے آپسی مشوے کو واجب قرار دیا ہے، جن امور کا تعلق اپنی ذاتی، گھریلو اور اجتماعی زندگی کے مختلف اہم امور سے ہو، ان امور میں مشورے کو علماء نے مستحب قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام امور میں براہِ راست حق تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ایک طریقہ متعین کر دیا جاتا تھا؛ مگر بمقتضائے حکمت ورحمت بعض امور کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اور صواب دید پر چھوڑ دیا جاتا تھا، ایسے ہی امور میں مشورے کی ضرورت

ہوتی ہے، اسی قسم کے امور میں مشورہ لینے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا، رسول کریم ﷺ کی مجالسِ مشاورت کی تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے۔ (معارف القرآن ۲/۲۲۱)

جن اہم امور میں قرآن وسنت کی صریح نصوص نہ ہوں، ان امور میں باہمی مشورہ مسنون ہے، جس مسئلے میں قرآن وسنت میں صریح نصوص ہوں، اُن امور میں مشورے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ جائز بھی نہیں، مثلاً کوئی شخص اس بات میں مشورہ کرے کہ نماز پڑھے، یا نہ پڑھے، زکوۃ دے، یا نہ دے، حج کرے، یا نہ کرے، یہ مشورے کی چیزیں نہیں ہیں، شرعی طور پر فرض ہیں؛ البتہ اس بات میں مشورہ کیا جا سکتا ہے کہ حج کے لیے امسال سفر کرے، یا آئندہ سال، پانی کے جہاز سے جائے، یا ہوائی جہاز سے، خشکی کے راستے سے جائے، یا دوسرے راستے سے۔ (معارف القرآن ۲/۲۲۲)

اسی طرح زکوۃ کے معاملے میں یہ مشورہ لیا جا سکتا ہے کہ اس کو کہاں اور کن لوگوں پر خرچ کیا جائے؛ کیوں کہ یہ سب امور شرعاً اختیاری ہیں۔

اسلامی طرزِ زندگی کا تقاضہ ہے کہ مشاورت کا اصول ہر چھوٹے بڑے انفرادی اور اجتماعی معاملے میں برتا جائے، تنظیموں اور اداروں کے معاملات ہوں، تو ذمہ داروں کو مشورے میں شریک کیا جائے، گھر کے معاملات ہوں، تو شوہر اور بیوی باہم مشورے سے کام کریں، بچے جب جوان اور سمجھ دار ہو جائیں، تو انہیں بھی شریکِ مشورہ کیا جائے، خاندان کے معاملات ہوں، تو ان میں کنبے کے سب عاقل وبالغ افراد کی رائے کو اہمیت دی جائے۔

کن لوگوں سے مشورہ طلب کیا جائے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيهِ بَيَانُ أَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ، فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: شَاوِرُوا فِيهِ الْفُقَهَاءَ، وَالْعَابِدِينَ، وَلَا تَمْضُوا فِيهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ. (مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب الاجماع: ۴/۸۳)

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کا حکم (صراحۃً واشارۃً قرآن میں) نازل نہیں ہوا، (آپ سے بھی اس

کے متعلق کوئی ارشاد ہم نے نہ سنا ہو،) تو ہم کیا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسے کام کے لیے اپنے لوگوں میں سے سمجھ دار، معاملہ فہم اور عبادت گزار لوگوں کو جمع کرو اور ان کے مشورے سے اس کا فیصلہ کرو، کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

كَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا. (رواہ البخاری، کتاب التفسیر، باب خذ العفوا الخ: ۴۶۴۲)

ادھیڑ عمر اور نوجوان حضرات پر مشتمل حضرات قراء صحابہ حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ میں شامل تھے، اہم امور میں حضرت عمرؓ ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

مشورہ ہمیشہ ایسے شخص سے کرنا چاہئے جسے متعلقہ معاملے میں پوری بصیرت اور تجربہ ہو، چناں چہ دینی معاملات میں ماہر اور صاحبِ نظر عالم دین سے مشورہ کرنا چاہئے، بیماری اور جسمانی صحت کے بارے میں کسی اچھے طبیب کا انتخاب مفید ہوگا، غرض جس طرح کا معاملہ ہو، اسی فن کے ماہرین اور تجربہ کار کا انتخاب کیا جائے؛ کیوں کہ تجربہ کے بغیر صرف عقل کامیابی سے ہمکنار نہیں کرسکتی، گویا مشورہ لینے کے لیے عقل اور تجربہ دونوں کا بیک وقت ہونا نہایت ضروری ہے، ایک دوسرے کے بغیر صحیح رہنمائی نہیں مل سکتی۔

قاضی ابوالحسن بصری ماوردی رحمہ اللہ ''ادب الدین والدنیا'' میں تحریر فرماتے ہیں:

مشیر کو مندرجہ ذیل پانچ صفات سے متصف ہونا چاہئے۔

(۱) عقل مند اور تجربہ کار ہو۔

کثرتِ تجارب سے عقل اور فکر نکھرتی ہے، صاحبِ مشورہ زیرِ غور مسئلے اور مشورہ طلب معاملے میں بصیرت و تجربہ رکھتا ہو، عبداللہ بن حسن نے اپنے بیٹے محمد سے کہا: جاہل سے ہرگز مشورہ نہ کرنا، اُس بوڑھے انسان سے بھی مشورہ نہ کرنا جس کی عقل ضعیف ہوچکی ہو۔

(۲) مشیر دین دار، متقی اور پرہیز گار ہو۔

اس لیے کہ جو شخص دین دار اور پرہیز گار نہ ہو، اس کے مشورے کا کیا اعتبار؟

حدیث میں ہے جو کسی کام کا ارادہ کرے، پھر وہ کسی پکے مسلمان یعنی متقی اور پرہیز گار سے مشورہ کرے، تو توفیقِ خداوندی اس کو بہترین امور کی طرف لے جائے گی۔

(۳) مشیر محب وناصح ہو۔

یعنی خیر خواہ اور ہم درد ہو، اس کا دل حسد، کینہ، بغض اور عداوت سے پاک ہو، محبت، ہم دردی اور خیر خواہی صحیح مشورے کا باعث بن سکتی ہیں بخلاف حاسد اور کینہ پرور کے اس کا مشورہ تو سمِ قاتل ہے، اسی بنا پر بعض حکماء کا قول ہے۔

لَا تُشَاوِرْ إِلَّا الْحَازِمَ غَيْرَ الْحَسُودِ، وَاللَّبِيبَ غَيْرَ الْحَقُودِ، وَإِيَّاكَ وَمُشَاوَرَةَ النِّسَاءِ فَإِنَّ رَأْيَهُنَّ إِلَى الْأَفْنِ، وَعَزْمَهُنَّ إِلَى الْوَهْنِ.

مشورہ صرف ایسے ذی رائے اور محتاط شخص سے کرو جو حاسد نہ ہو، ایسے عاقل اور دانش مند سے مشورہ کرو جو کینہ پرور نہ ہو، عورتوں کے مشورے سے پرہیز کرو؛ کیوں کہ ان کی رائے کا میلان فساد کی طرف ہوتا ہے، ان کا عزم سستی اور کمزوری کی جانب۔

مجلس مشورے کے افراد باہمی حسد اور تنافس سے خالی ہوں، ورنہ مجلسِ مشاورت نہیں؛ بلکہ مجلس منازعت اور مخاصمت بن جائے گی۔

(۴) مشورہ دینے والا کسی فکر اور پریشانی میں مبتلا نہ ہو۔

اس لیے کہ جو شخص ہموم وغموم کا شکار ہو اور پریشانیوں میں مبتلا ہو، اس کا قلب اور دماغ حاضر نہ ہوگا، اس لیے وہ صحیح مشورہ نہیں دے سکتا۔

(۵) جس امر میں مشورہ لیا جا رہا ہے، اس سے مشیر کی کوئی نفسانی خواہش اور غرض مضمر اور متعلق نہ ہو۔

خود غرض کا کوئی مشورہ قابل اعتبار نہیں ’’چوں غرض آمد، ہنر پوشیدہ شد‘‘ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں ماں باپ کی شہادت اولاد کے حق میں، زوجین کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں اور غلام کی شہادت آقا کے حق میں معتبر نہیں مانی گئی؛ کیوں کہ اغراض اور منافع باہم مشترک ہیں، یہ شہادت خود غرضی کے شائبے سے خالی نہیں، اس لیے معتبر مانی نہیں گئی۔

(ملخص از ادب الدین والدنیا لابی الحسن الماوردی، الباب الخامس، والفصل الثالث فی المشورۃ: ۴۸۵)

مشورہ دینے والوں کی ذمہ داری

جس آدمی سے مشورہ طلب کیا جائے، اس کو چاہیے کہ وہ مکمل طور سے مشورہ طلب کرنے والے کی خیر خواہی اور بھلائی کو پیشِ نظر رکھ کر صحیح، مفید اور اس کے مناسبِ حال مشورہ دے، جب کوئی مسلمان اپنی ذات، کاروبار، ملازمت، کسی چیز کی خرید و فروخت، رشتۂ نکاح، طلاق و خلع، یا کسی بھی مسئلے میں آپ پر اعتماد کرتے ہوئے آپ سے مشورہ کرے، تو اُس وقت پوری امانت داری کے ساتھ اس کے مناسبِ حال مشورہ دینا، نقصان سے بچانے کی فکر کرنا، اُس حالت میں اپنے لیے جو فیصلہ لے سکتے ہیں، وہ فیصلہ اُس کے لیے کرنا لازم ہو جاتا ہے، جو بھلائیاں ہیں، ٹھیک ٹھیک ان کی وضاحت کرے، جو خرابیاں ہوں، ان کو صاف صاف بتائے، اگر اس سلسلے میں کوئی کوتاہی کرتا ہے، تو یہ مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کے منافی اور خیانت ہوگی، اگر کسی مسئلے میں دھوکہ دینے کی کوشش کی جائے، تو علماء نے اس کو نفاق قرار دیا ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

إِذَا اسْتَنْصَحَكَ، فَانْصَحْ لَهُ.

(رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ ؓ، کتاب الآداب، باب من حق المسلم علی المسلم: ۲۱۶۲)

جب کوئی مسلمان بھائی تم سے خیر خواہی چاہے، تو اس کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ. (رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ ؓ، کتاب الآداب، باب فی المشورۃ: ۵۱۲۸)

جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے، وہ امین ہے، اس پر لازم ہے کہ اس معاملے میں جو کام وہ خود اپنے لیے تجویز کر سکتا ہے، وہی رائے دوسرے کو دے، اس کے خلاف کرنا خیانت ہے۔

علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں:

بلا طلب کسی شخص کو مشورہ نہ دے، اس لیے کہ اس صورت میں صاحبِ مشورہ کی رائے کو نظر انداز کر دیا جائے گا، یا اس کو متہم کیا جائے گا۔

(ادب الدین والدنیا لابی الحسن الماوردی، الباب الخامس، والفصل الثالث فی المشورۃ: ۴۸۵)

اختلاف رائے کی صورت میں فیصلے کا طریقہ

قرآن کریم کے بعض اشارات، سنت رسول اللہ اور تعامل صحابہ سے واضح ہوتا ہے کہ اختلاف رائے کی صورت میں امیر اپنی صواب دید کے مطابق کسی ایک صورت کو اختیار کرسکتا ہے، خواہ وہ صورت اکثر لوگوں کی رائے کے موافق ہو، یا نہ ہو؛ البتہ امیر و فیصل اطمینان حاصل کرنے کے لیے جس طرح دیگر وجوہات و دلائل پر نظر کرے گا، اسی طرح اکثریت کا ایک چیز پر متفق ہونا بھی بعض اوقات اطمینان کا سبب بن سکتا ہے۔

آیتِ مشورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورے کا حکم دینے کے بعد فرمایا گیا ہے، فاذا عزمت فتوکل علی اللہ، مشورے کے بعد جب کسی جانب کو طے کر کے عزم کرلیں، تو (اس تدبیر کی کامیابی کے سلسلے میں) اللہ پر بھروسہ کیجئے۔

اس آیت کے اشارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے کہ مشورہ لینے کے بعد نفاذ اور عزم صرف امیر و فیصل کا معتبر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت مرتبہ حضرات شیخین کی رائے کو جمہور صحابہ کے مقابلے میں ترجیح دی ہے حتی کہ یہ سمجھا جانے لگا کہ آیت مذکورہ صرف ان دونوں حضرات سے مشورہ لینے کے لیے نازل ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس آیت میں ''شاورھم'' سے مراد حضرات شیخین ہیں۔

(رواہ الحاکم، معرفۃ الصحابہ، ابوبکر: ۴۴۳۶)

یہ دونوں حضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی اور وزیر تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرات شیخین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

لَوِ اجْتَمَعْتُمَا فِي مَشُورَةٍ، مَا خَالَفْتُكُمَا.

(رواہ احمد فی حدیث عبدالرحمن بن غنم: ۱۷۹۹۴)

جب تم دونوں کسی رائے پر متفق ہوجاؤ، تو میں تم دونوں کے خلاف نہیں کرتا۔

(معارف القرآن ۲/ ۲۲۵)

بعض مرتبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے دلائل کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہوتی تھی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کی رائے کے موافق فیصلہ نافذ فرماتے تھے؛ حالاں کہ مجلس میں

اکثر ایسے صحابہ موجود ہوتے تھے جو ابن عباسؓ سے عمر، علم اور تعداد میں زیادہ ہوتے تھے۔

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر وفیصل کے سامنے جب تمام آراء پیش ہوجائیں، اکثر لوگوں کی رائے ایک طرف ہو، بعض لوگوں کی رائے دوسری طرف ہو، تو ان بعض افراد کی رائے کو قوتِ دلائل اور دوراندیشی کے اعتبار سے قبول کیا جا سکتا ہے، امیر کی ذمہ داری عزم اور نفاذ ہے، امیر ان کی رائے کی موافق فیصلہ کر سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کی مورچہ بندی کے سلسلے میں حضرت حباب بن منذرؓ اور خندق کی کھدائی میں حضرت سلمانؓ کی انفرادی آراء کو پسند فرما کر تعریف بھی فرمائی: تم نے معقول بات کہی اور ان ہی کی آراء کے موافق فیصلہ بھی فرمایا ہے، لہذا اس طرح کی صورت میں امیر وفیصل پر شرعاً اعتراض درست نہیں ہے۔

دعوت وتبلیغ میں مشورے کی اہمیت

دعوت وتبلیغ کی محنت میں مشغول افراد میں مشورے کی خاص اہمیت ہے، سفر ہو، یا حضر دونوں حالتوں میں مشورہ نہایت اہم عمل ہے، تبلیغی جماعت کا کوئی عمل شاید مشورے سے خالی ہو، ہر چھوٹا بڑا عمل مشورے ہی سے طے ہوتا ہے، اسی کے موافق انجام دیا جاتا ہے، مقام میں رہتے ہوئے مسجد وار جماعت میں روزانہ کا مشورہ، ماہانہ مشورہ، تبلیغی سفر میں نکلتے ہیں، تو پھر روزانہ چوبیس گھنٹوں کے نظام العمل کے لیے مشورے کا اہتمام اور دیگر متعدد مختلف امور کی انجام دہی کے لیے تبلیغی جماعت کے لیے مشورہ لازم ہے۔

دعوت وتبلیغ کی محنت میں کوئی حاکم ومحکوم نہیں ہوتا، کوئی مالک ومملوک نہیں ہوتا، کوئی سرپرست اور کوئی ماتحت نہیں ہوتا ہے، دعوت وتبلیغ کی جماعت کوئی سیاسی وتنظیمی جماعت نہیں ہے، محنت کا دائرہ وسیع تر ہے، اس محنت میں تمام امور مشورے ہی سے طے ہوتے ہیں، اسی طرح ہونا بھی چاہئے کہ مشورے کے علاوہ کوئی چیز ساتھیوں کو آپس میں جوڑ نہیں سکتی، مشورے ہی سے تمام امور انجام دئے جاتے ہیں۔

مشورے کی برکت ہی سے ساتھیوں کی دل جڑتے ہیں، دعوت وتبلیغ کی محنت میں ایک دوسرے کے معاون بنتے ہیں، ان کے آپسی تعاون سے دین کی تبلیغ اور محنت کامیاب

اور ثمر آور ہوتی ہے، واقعی مشورہ اس جماعت کے لیے سب سے زیادہ برکت، رحمت امن اور اطمینان کا سبب ثابت ہوا ہے، مشورے کے اہتمام سے نقصانات، شرور اور فتن سے حفاظت ہوتی ہے، جہاں مشورے کو نظر انداز کر دیا جائے، وہاں فتنے وجود میں آتے ہیں ، اسی وجہ سے جماعت میں نکلنے کے بعد روزانہ چوبیس گھنٹے کے نظام العمل کا مشورہ اہتمام سے کیا جاتا ہے، مشورے کے فضائل وفوائد، اصول اور طریقہء کار کا مذاکرہ ہوتا ہے۔

دراصل دعوت وتبلیغ میں وقت لگانے والوں کے پیش نظر ہی اس رسالے کو مرتب کرنے کا خیال آیا تھا، اسی اعتبار سے دیگر مضامین مرتب کئے گئے؛ لیکن یہ عام مضمون ہے، اس لیے کہ دعوت وتبلیغ میں ہر کام مشورے ہی سے ہوتا ہے، مختلف اور متعدد امور کے لیے مشورہ ضروری ہوتا ہے، اس وجہ سے کچھ خاص طرز اور خاص موقع کے لیے مشورے کے آداب وطریقہء کار لکھنے کے بجائے عام مضمون ذکر کیا گیا ہے؛ تا کہ ہر موقع کے لیے مشورے کی اہمیت، فضائل وفوائد اور طریقہء کار پیش نظر رہے، مشورے کی شرعی حیثیت، اصول وضوابط اور آداب آجائیں، حسبِ موقع استفادہ کیا جا سکے۔



کھانے کے آداب اور سنتیں

(۱) دسترخوان بچھانا (۲) اکٹھے کھانا
(۳) ایک برتن میں کھانا (۴) بیٹھ کر کھانا
کن صورتوں میں کھڑے ہو کر کھانے کی اجازت
کھانے کے لیے بیٹھنے کا مستحب طریقہ میز اور ٹیبل پر کھانے کا حکم
(۵) کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا
(۶) نیک انسان سے کھانا شروع کرانا (۷) بسم اللہ پڑھ کر کھانا
(۸) دائیں ہاتھ سے کھانا (۹) گرم گرم کھانا نہ کھا
(۱۰) کھانے پینے کی چیزوں پر پھونک نہ مارنا
(۱۱) تین انگلیوں سے کھانا (۱۲) اپنے سامنے سے کھانا
(۱۳) نیچے گرنے والے لقمے کو اٹھا کر کھانا۔ (۱۴) کھانے میں عیب نہ نکالنا
(۱۵) کھانے کے وقت ساتھیوں کا خیال رکھنا
(۱۶) میزبان کے دسترخوان پر اکرام (۱۷) خدمت کرنے والوں کا خیال
(۱۸) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد برتن صاف کرنا۔
(۱۹) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انگلیوں کو صاف کرنا
(۲۰) ساتھی کے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ نہ روکنا
(۲۱) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دعا پڑھنا
(۲۲) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ، منہ دھونا اور کلی کرنا
(۲۳) میزبان کے گھر میں کھائیں، تو یہ دعا پڑھنا
(۲۴) دسترخوان اٹھانا، پھر خود اٹھنا
(۲۵) دسترخوان اٹھاتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنا
کھانے کے بعد رومال اور ٹشو کا استعمال کھانا کھاتے وقت سر ڈھانپنے کا حکم

کھانے کے آداب اور سنتیں

کھانا پینا ہرجان دار کی ضرورت ہے، کھانے پینے اور غذا کے اہتمام پر جسمانی صحت اور قوت کا دارومدار ہے، جسمانی صحت وطاقت ہی سے جان دار اپنی ضرورت، ذمہ داری اور اپنی ذات سے متعلق امور کو انجام دے سکتا ہے، ہر جان دار اپنے رزق اور خوراک کو تلاش کرتا ہے، اس کے لیے محنت وکوشش بھی کرتا ہے، اس لیے کہ غذا وخوراک کی کمی سے جان دار کو تکلیف و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بسا اوقات خوراک کی کمی جان لیوا ثابت ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار کمالات وامتیازات سے نوازا ہے، اُن کمالات و امتیازات میں انسان کی ایک اہم وممتاز فضیلت یہ ہے کہ اللہ نے طیب و پاکیزہ چیزوں کو انسان کی خوراک بنائی، جو چیزیں انسان کی صحت اور اخلاق کے لیے مضر ہیں، انسانی فطرت میں اُن چیزوں کی گھن اور نفرت پیدا کی اور شرعی اعتبار سے انہیں ناجائز وحرام قرار دیا۔

اللہ نے انسان کو طیب و پاکیزہ چیزوں کو بعض قیود وشرائط کا لحاظ کرتے ہوئے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، حرام روزی، اسراف، فضول خرچی اور تفاخر اور تعیّشانہ زندگی سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

رزق اللہ کی ایک عظیم نعمت اور انسانی ضرورت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس عظیم نعمت کو نہایت عاجزی، انکساری اور تواضع کے ساتھ بیٹھ کر تناول فرماتے اور ارشاد فرماتے: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاؤں گا، ایک غلام وخادم جس طرح (ادب و تعظیم سے) کھاتا ہے، اسی طرح میں بھی بیٹھ کر (ادب اور تواضع سے) کھاتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اعتبار سے امت کی تربیت فرمائی ہے، ہر ضرورت کو طریقے، سلیقے اور قرینے سے پوری کرنے کی عملی تعلیم وتربیت فرمائی ہے، ان ضرورتوں

میں سے ایک اہم اور بنیادی ضرورت کھانے کی ضرورت ہے، امت کو اس عظیم نعمت کو قدر دانی، شکر گزاری کے ساتھ استعمال کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور اس ضرورت کو سنت کے موافق پوری کر کے عبادت بنانے کا طریقہ بھی بتایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کا جو طریقہ سکھایا ہے، اس کے مطابق کھانے پینے سے ہمارا کھانا پینا عبادت بن جائے گا، کھانے کی چیزوں میں برکت ہوگی، شریعت وسنت کی پیروی ہوگی اور آخرت میں اجر وثواب ملے گا، ذیل میں احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ میں مذکور آداب وسنن کو ذکر کیا جارہا ہے۔

(۱) دسترخوان بچھانا

زمین پر صاف ستھرا دسترخوان بچھا کر کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور اسلامی تہذیب ہے، دسترخوان بچھا کر کھانے میں اللہ کے رزق کی تعظیم اور سلیقہ مندی ہے، نیز کوئی لقمہ گر جائے، تو اس کو بآسانی اور بلا کراہت کھایا جا سکتا ہے، کھانا ضائع نہیں ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان بچھا کر کھانے کا اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ فرمایا، میں نے لوگوں کو آپ کے ولیمے کی دعوت دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا دسترخوان بچھانے کا حکم فرمایا، دسترخوان پر کھجور، پنیر اور گھی رکھا گیا، پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان ہی پر ان چیزوں کو ملا کر مالیدہ (ایک خاص قسم کا حلوہ اور میٹھا) تیار فرمایا۔

(رواہ البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الخبز المرقق، والاکل علی الخوان والسفر: ۵۳۸۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھانے کی معمولی چیز بھی ہو، مثلاً چائے، بسکیٹ، پھل، میوہ، یا کوئی بھی کھانا، دسترخوان بچھا کر کھانا سنت ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہمارا دسترخوان اتنا صاف ستھرا ہونا چاہیے کہ ضرورت پڑنے پر دسترخوان ہی پر کھانے کی چیزوں کو براہ راست رکھا جا سکے، لہٰذا دسترخوان نہایت صاف ستھرا رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲) اکٹھے کھانا

گھر کے تمام افراد، سفر کے ساتھی، یا کسی اور جگہ کے تمام ساتھیوں کو اکھٹے ہو کر ایک ساتھ کھانا چاہیئے، سب کے اکٹھا ہو کر کھانے میں لطف ولذت، سہولت اور برکت ہے، کھانا زیادہ ہو، تو ضائع نہیں ہوگا، کم ہو، تو سب تھوڑا تھوڑا کھالیں گے، کوئی محروم، یا بھوکا نہیں رہے گا، نیز ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی اور اکرام کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، تنہا تنہا کھانے میں تنہائی کا احساس ہوتا ہے، کھانے کی لذت محسوس نہیں ہوتی، تنہا تنہا کھانے میں ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو کھانا نہ ملے، اس لیے سب جمع ہو کر ایک ساتھ ایک وقت میں کھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُوا جَمِيعًا ،وَلَا تَفَرَّقُوا، فَإِنَّ طَعَامَ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ، وَطَعَامَ الِاثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ.

(رواہ الہیثمی عن ابن عمرؓ فی مجمع الزوائد، کتاب الاطعمۃ، باب الاجتماع علی الطعام: ۷۸۹۴)

ایک ساتھ کھانا کھایا کرو، الگ الگ نہ کھایا کرو، (ایک ساتھ ایک وقت میں کھاؤ گے) تو ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے، دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہوگا۔

حضرات صحابہ نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ!إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ، قَالَ: فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُونَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ.

(رواہ ابوداؤد عن وحشی بن حرب عن ابیہ عن جدہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاجتماع علی الطعام: ۳۷۶۴)

یارسول اللہ! ہم لوگ کھانا کھاتے ہیں؛ لیکن شکم سیر نہیں ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید تم لوگ تنہا تنہا کھاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اکٹھے کھایا کرو، اللہ کے نام سے کھانا شروع کرو، اللہ تمہارے لیے برکت عطا فرمائیں گے۔

(۳)ایک برتن میں کھانا

ایک برتن میں کھانا عربوں کی تہذیب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا، اس لیے کہ ایک اچھی چیز ہے، ایک برتن میں کھانا آپسی محبت کی علامت ہے، کدورتوں کی دوری کا سبب ہے، بڑوں کی تواضع اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت کی دلیل ہے، بے شمار احادیث مبارکہ سے صاف طور سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ اپنے گھر کے افراد اور مہمانوں کے ساتھ حتی کہ بیماروں کے ساتھ بھی ایک برتن میں کھانا تناول فرمانے کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت محبت و پیار کرتے تھے اور حضراتِ ازواج مطہرات سے دل لگی کی باتیں کرتے اور ایک ساتھ اور ایک برتن میں اُن کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

میں ناپاکی کے زمانے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتی پیتی تھی، میں کوئی ہڈی چوستی، تو آپ علیہ السلام اُسی ہڈی کو چوستے، میں پانی پیتی، تو آپ صلی اللہ وسلم برتن کے ٹھیک اُس حصے کی جانب سے پانی پیتے اور اسی حصے پر منہ لگاتے جہاں سے میں نے پیا ہے۔ (ملخص من حدیث طویل، رواہ مسلم عن عائشہؓ، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجھا وترجیلھا وسورھا الخ:۳۰۰، سنن نسائی، باب مواکلۃ الحائض:۲۷۹)

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑا سا پیالہ اور برتن تھا جس کا نام ''غرا'' تھا، چار آدمی اس کو اٹھا کر لاتے تھے، ایک مرتبہ اس میں ثرید بنایا گیا، جب چاشت کا وقت ہوا، لوگوں نے چاشت کی نفل ادا کر لی، تو اس بڑے برتن کو لا کر رکھا گیا، جب برتن پر بہت سارے لوگ جمع ہو گئے، تو آپ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بیٹھ گئے، ایک دیہاتی صحابی کو اس متواضعانہ ہیئت کی وجہ سے تعجب ہوا، انہوں نے عرض کیا: بیٹھنے کا یہ کیا طریقہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے متواضع بندہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے،

متکبر بنا کر نہیں، پھر فرمایا: پیالے کے کنارے سے کھاؤ، درمیان سے نہ کھاؤ، کھانے میں برکت ہوگئی۔ (رواہ ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل من اعلی الصحفہ: ۳۷۷۳)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عَلَى سُكُرُجَةٍ قَطُّ. الخ.

(رواہ البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الخبز المرقق، والاکل علی الخوان والسفر: ۵۳۸۶)

میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی چھوٹی تشتریوں (یعنی الگ الگ چھوٹے برتنوں) میں کھانا تناول فرمایا ہو۔ (؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے برتن میں سب کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَحَبَّ الطَّعَامَ إِلَى اللهِ، مَا كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْأَيْدِي.

(رواہ الہیثمی عن جابرؓ فی مجمع الزوائد، کتاب الاطعمۃ، باب الاجتماع علی الطعام: ۷۸۹۳)

اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کا کھانا وہ ہے، جس میں زیادہ ہاتھ پڑیں۔ (یعنی زیادہ لوگ ایک برتن میں کھانے میں شریک ہوں)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ، وَقَالَ: كُلْ ثِقَةً بِاللهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ.

(رواہ ابوداؤد عن جابرؓ، کتاب الطب، باب الطیرۃ: ۳۹۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کوڑھی شخص کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے کھانے کی برتن میں رکھا اور فرمایا: اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کھاؤ (ان شاء اللہ بیماری کسی کو اس کے حکم کے بغیر نہیں لگے گی)

حضرت عکراشؓ اور حضرت ابوسلمہؓ کی روایات (جو آگے ذکر کی جائیں گی) سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ ایک برتن میں سب کے ساتھ کھانے کی تھی۔

(۴) بیٹھ کر کھانا

کھڑے ہو کر کھانا سنت، اسلامی تہذیب اور مروت کے خلاف ہے، کھڑے ہو کر کھانے میں بسا اوقات طبی نقصانات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا:

نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا، قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا: فَالْأَكْلُ، فَقَالَ: ذَاكَ أَشَرُّ أَوْ أَخْبَثُ.

(رواہ مسلم، عن انسؓ، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام: ۲۰۲۴)

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا: کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا: کھڑے ہو کر کھانا کھڑے ہو کر پینے سے زیادہ برا ہے۔

کن صورتوں میں کھڑے ہو کر کھانا درست ہے

ناپاک جگہ، کیچڑ، گندگی اور ازدحام وغیرہ وجوہات کی بنا پر بیٹھ کر کھانے پینے کے لائق جگہ نہ ہو، یا بیٹھنے ہی کے لیے کوئی جگہ نہ ہو، جیسے آج کل بعض ہوٹلوں کا نظام ہی ایسا بنایا گیا ہے، اس طرح کے ہوٹلوں سے اجتناب کرتے ہوئے دوسری جگہ تلاش کرنی چاہئے جہاں بیٹھ کر کھانے کی سہولت میسر ہو؛ تاکہ ہم کھانا سنت کے موافق کھا سکیں، اگر اس کا کوئی متبادل نہیں ہے، جیسے بسا اوقات اسفار میں ایسے حالات پیش آجاتے ہیں، تو وہاں کھڑے ہو کر کھانے پینے کی گنجائش ہوگی، عام حالات میں کھڑے ہو کر کھانا پینا خلافِ سنت اور شیطان کی عادت ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَأْكُلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ.

(رواہ الترمذی، ابواب الاشربۃ، باب ماجاء فی الشرب قائما: ۱۸۸۰)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چلتے ہوئے اور کھڑے ہو کر کھاتے

پیتے تھے۔

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ہم ضرورت اور حالات کے اعتبار سے کبھی کبھار کھڑے ہو کر اور چلتے ہوئے بھی کھا لیتے اور پی لیتے تھے، عام عادت کھڑے ہو کر اور چلتے ہوئے کھانے پینے کی نہیں تھی۔

کھانے کے لیے بیٹھنے کا مستحب طریقہ

احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ ایسی ہیئت اور طریقے پر بیٹھ کر کھائے جس میں تواضع اور انکساری ہو، کھانے کی تعظیم ہو، بلا ضرورت زمین، یا دائیں، بائیں جانب کسی چیز کا ٹیک لگا کر متکبرین کے طریقے پر نہ بیٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں، جیسے ایک غلام (ادب، تعظیم اور تواضع کی ہیئت کے ساتھ) بیٹھ کر کھاتا ہے۔ (مسند ابو یعلی، مسند عائشہ: ۴۹۲۰)

حضرت عبد اللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بکری کا گوشت پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تناول فرمایا، ایک دیہاتی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بیٹھنے کا یہ کیا طریقہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا.

اللہ نے مجھے شریف بندہ بنایا ہے، متکبر اور سرکش نہیں بنایا ہے (اس لیے میں عاجزی وتواضع کے طریقے پر بیٹھتا ہوں)۔ (رواہ ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل متکا: ۳۲۶۳)

حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ شارحینِ بخاری فرماتے ہیں:

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تواضع کے طریقے پر بیٹھ کر کھائے، اس کے لیے کوئی متعین طریقہ نہیں ہے، البتہ مستحب یہ ہے کہ:

(۱) دوزانو بیٹھے، دونوں قدم پیچھے کی طرف نکال دے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ داہنا پیر کھڑا کرے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ کر کھائے۔ (فتح الباری، عمدۃ القاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل متکأ: ۵۳۹۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

احادیث کے مجموعے سے فقہائے کرام نے جو بات اخذ کی ہے، وہ یہ ہے کہ کھانے کی بہترین نشست یہ ہے:

(۱) آدمی دوزانو بیٹھ کر کھائے، اس لیے کہ اس میں تواضع بھی زیادہ ہے، کھانے کا احترام بھی اور اس نشست میں بسیار خوری کا سدِ باب بھی۔

(۲) ہمارے بزرگوں نے فرمایا: ایک ٹانگ اٹھا کر اور ایک ٹانگ بچھا کر کھانا بھی اسی میں داخل ہے، یہ بھی تواضع والی نشست ہے، اس طرح بیٹھ کر کھانے میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور آخرت کا بھی۔

(۳) کھانے کے وقت چارزانو ہو کر بیٹھنا بھی جائز ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے؛ لیکن یہ نشست تواضع سے اتنی قریب نہیں ہے، جتنی پہلی دونشستیں۔

(تکملہ فتح الملہم شرح مسلم، کتاب الاطعمۃ، باب استحباب تواضع الاکل ۴/۷ ۴، اسلام اور ہماری زندگی ۷/۷ ۵)

میز اور ٹیبل پر کھانے کا حکم

زمین پر دستر خوان بچھا کر بیٹھ کر کھانا اسلامی تہذیب ہے، ٹیبل اور کرسیوں پر کھانا، ہاتھ میں برتن لے کر کھڑے ہو کر کھانا خوش عیش، متکبرین اور غیروں کا طریقہ ہے، افسوس کہ ہمارے معاشرے اور سماج میں گھر، محفل اور ضیافتوں وتقاریب میں بلاضرورت محض فیشن کے طور پر میز وٹیبل پر کھانے کو تہذیب اور سلیقہ مندی سمجھا جارہا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَلَى سُكُرُجَةٍ قَطُّ، وَلاَ خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَطُّ، وَلاَ أَكَلَ عَلَى خِوَانٍ قَطُّ. قِيلَ لِقَتَادَةَ: فَعَلاَمَ كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى السُّفَرِ.

(رواہ البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الخبز المرقق، والاکل علی الخوان والسفر: ۵۳۸۶)

میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی تشتری میں کھایا ہو، یا آپ کے لیے چپاتی پکائی گئی ہو، یا آپ نے میز وٹیبل پر کھانا تناول فرمایا ہو، طلبہ نے اپنے استاذ حضرت

قتادہ سے پوچھا: پھر دورِ نبوی میں لوگ کس چیز پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے؟ حضرت قتادہ نے فرمایا: چمڑے کے دسترخوانوں پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خوان: تانبے کا بڑا تھال ہوتا تھا، اس کے نیچے تانبے کی کرسی ہوتی تھی جو تھال کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی تھی، کرسی کے پایوں کی لمبائی ایک ہاتھ ہوتی تھی، یعنی وہ خوان زمین سے ایک ہاتھ اونچا ہوتا تھا، وہ چوکی کئی آدمی اٹھا کر خوش عیش لوگوں کے سامنے رکھتے تھے، پھر اس پر کھانا رکھ کر نیچے بیٹھ کر کھایا جاتا تھا۔ (انتہی کلام العینی)

مقصد یہ تھا کہ کھاتے وقت جھکنا نہ پڑے، جب غیروں نے لباس ایسا پہننا شروع کیا کہ ان کے لیے نیچے بیٹھنا دشوار ہوگیا، تو انھوں نے نیچے بیٹھنے کے بجائے کرسی پر بیٹھنا شروع کیا، وہ چوکی مزید اونچی ہوگئی اور میز بن گئی، اس طرح میز کرسی پر کھانے کا رواج چل پڑا۔

الکوکب الدری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوان پر نہ کھانا، اگر قصداً تھا، تو میز کرسی پر کھانا مکروہ ہے، اگر اتفاقاً تھا، تو میز کرسی پر کھانا مکروہ نہیں؛ مگر اس کو پسندیدہ بھی قرار نہیں دیا جاسکتا؛ کیوں کہ یہ متکبرین کی وضع ہے، ہاں جہاں غیروں کے ساتھ تشبہ ہو، وہاں مکروہ ہوگا۔ (تحفۃ الالمعی، کتاب الاطعمۃ، ۵/۱۲۸)

اگر کوئی شخص معذور ہو، بہت موٹا انسان ہو، کمر، گھٹنے اور جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہو، جس کی وجہ سے عارضی یا دائمی طور سے زمین پر بیٹھ کر کھانا مشکل ہو، مشقت کا سبب ہو، یا زمین پر بیٹھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ، یا انتظام نہ ہو، تو اُس شخص کے لیے ٹیبل و میز پر دسترخوان بچھا کر کھانا درست ہے۔

(۵) کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا، کلی کرنا نظافت اور سنت ہے، نعمت کی قدردانی اور عظمت ہے، کھانے کے لیے ہاتھوں کو استعمال کرتے ہیں، لہذا اولاً ان کو صاف کرنا چاہیئے، ہاتھ اور منہ کو صاف کر کے کھانا بشاشت اور طمانینت کا سبب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَرَكَةُ الطَّعَامِ الوُضُوءُ قَبْلَهُ، وَالوُضُوءُ بَعْدَهُ.

(رواہ الترمذی عن سلمان ؓ، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعد الطعام: ۱۸۴۶)

کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو (لغوی: ہاتھ دھونے اور کلی کرنے) سے حاصل ہوتی ہے۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے سے کھانے میں برکت ہوگی، یعنی کھانے میں معنوی اعتبار سے زیادتی ہوگی، کھانے والے شکم سیر ہوکر کھاسکیں گے، کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے جن فوائد اور مقاصد کے لیے کھانا کھایا جاتا ہے، وہ حاصل ہوتے ہیں، بدنی وروحانی نقصانات سے حفاظت ہوگی، کھانا بدن کا جز بنے گا، نشاط پیدا کرے گا اور عبادات وعمدہ اخلاق کی تقویت کا سبب بنے گا۔

مختصر سے کوئی چیز کھانی ہے، (مثلاً بسکیٹ، ایک کھجور) یا کوئی سوکھی چیز ہے جس کے اثرات ہاتھ پر نہیں لگیں گے، کبھی کبھار جلد بازی میں ہاتھ دھوئے بغیر کھالے، یا کچھ ہی دیر قبل ہاتھ دھویا ہے، تو ایسی صورتوں میں ہاتھ دھوئے بغیر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی گھاٹی کی طرف سے قضائے حاجت سے فارغ ہوکر آئے، ہمارے سامنے ڈھال پر کھجوریں رکھی ہوئی تھیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آکر کھجوریں تناول فرمائیں، آپ نے پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شِعْبٍ مِنَ الْجَبَلِ، وَقَدْ قَضَى حَاجَتَهُ، وَبَيْنَ أَيْدِينَا تَمْرٌ عَلَى تُرْسٍ أَوْ حَجَفَةٍ، فَدَعَوْنَاهُ، فَأَكَلَ مَعَنَا وَمَا مَسَّ مَاءً .

(رواہ ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب طعام الفجاءۃ: ۳۷۶۲)

(۶) نیک انسان سے کھانا شروع کرانا

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں:

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تھے، تو ہم اُس وقت تک کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے جب تک آپ کھانا شروع نہ فرما دیتے۔ (رواہ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب: ۲۰۱۷)

حدیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ جب دسترخوان پر کھانے کے لیے بیٹھیں، تو کسی نیک وبزرگ شخصیت سے کھانے کی ابتدا کرانی چاہئے، بڑوں کی عزت وتعظیم بھی ہوگی اور کھانے میں برکت بھی۔ ان شاء اللہ

(۷) بسم اللہ پڑھ کر کھانا

غذا اللہ کی ایک نعمت ہے، جب اِس کو کھانا شروع کرے، تو اللہ کے نام سے شروع کرے، کھانے میں برکت ہوگی، بھوک دور ہوگی، بدن کو تقویت ملے گی، تھوڑا کھانا زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہوگا، ''بسم اللہ'' کے بغیر کھانا شروع کیا جائے، تو کھانے والے کے ساتھ شیطان بھی شریک ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے کھانے سے متعلق فوائد ومنافع بھی حاصل نہیں ہوں گے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا، میں نے کوئی ایسا کھانا نہیں دیکھا جو شروع میں بہت برکت والا اور آخر میں بہت بے برکتی والا ہو، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس طرح کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ہم نے کھانا شروع کیا: تو اللہ کا نام لے کر شروع کیا، پھر کھانے میں ایسے لوگ شریک ہوگئے، جنہوں نے کھانے کے شروع میں ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی، شیطان اُن کے کھانے میں شریک ہوگیا (اس وجہ سے کھانے میں بے برکتی آگئی)

(رواہ احمد فی مسندہ: ۲۳۵۲۲، والترمذی فی شمائلہ، باب ما جاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل الطعام وبعد الفراغ منہ: ۱۸۱)

حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں پرورش پائی، ایک مرتبہ میں کھانا کھا رہا تھا، پیالے میں مختلف جگہوں پر ہاتھ ڈال رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(نہایت شفقت ومحبت سے) ارشاد فرمایا:

يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ. فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ.

(رواہ البخاری عن عمر بن ابی سلمۃ، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام: ۵۳۷۶)

اے پیارے بچے! بسم اللہ پڑھو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے کی طرف سے کھاؤ، حضرت عمرو بن سلمہؓ فرماتے ہیں: میں اُس وقت سے برابر اسی طریقے کے مطابق کھانا کھاتا ہوں۔

نوٹ: کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم مکمل پڑھے،

یا بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ،

عوام کی زبانوں پر

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللّٰهِ ہے،

''مستدرک حاکم'' میں حضرت ابن عباسؓ کی صحیح سند سے بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ آیا ہے۔ (المستدرک، کتاب الاطعمۃ: ۷۰۸۴)

یہی روایت معجم طبرانی اوسط اور مسند ابویعلی میں ''علی'' کے بغیر آئی ہے، قواعد کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مذکورہ دعا میں حرف ''علی'' کو بڑھا کر بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللّٰهِ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام شمس الدین جزری نے ''المستدرک للحاکم'' کے حوالے سے ''الحصن الحصین'' میں بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللّٰهِ لکھا ہے؛ حالاں کہ ''مستدرک حاکم'' میں حرف ''علی'' نہیں ہے، نیز یہ روایت مسند ابویعلی اور معجم طبرانی اوسط میں بھی مذکور ہے، ان کتابوں میں بھی حرف ''علی'' مذکور نہیں ہے۔

شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول جائے، تو یاد آنے پر

بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ. (رواہ احمد عن عائشۃ، مسند عائشہ: ۲۵۱۰۶)

ان شاء اللہ شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنے کی برکات حاصل ہوں گی۔

امیہ بن مخشی فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی کھانا کھا رہے تھے، انہوں نے ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی تھی، ان کے کھانے کا آخری لقمہ رہ گیا تھا، تب انہیں ''بسم اللہ'' یاد آئی، پھر بسم اللہ اولہ وآخرہ پڑھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شیطان اُن کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، جب انہوں نے ''بسم اللہ اولہ وآخرہ'' پڑھا، تو شیطان نے اپنے پیٹ میں جو کچھ کھایا تھا، اس کو قے کر دیا۔

(ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام: ۳۷۶۸)

(۸) دائیں ہاتھ سے کھانا

دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے، ہر کام کے لیے شریعت نے الگ الگ ہاتھ استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا ہے، اچھے کام دائیں ہاتھ سے کئے جائیں، گندے اور گھن والے کام بائیں ہاتھ سے کئے جائیں، بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ .

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام: ۲۰۱۹)

بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے، آپ نے اُس سے فرمایا:

كُلْ بِيَمِينِكَ،

سیدھے ہاتھ سے کھاؤ،

اُس نے جواب دیا:

لَا أَسْتَطِيعُ،

میں سیدھے ہاتھ سے کھا نہیں سکتا،

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا اسْتَطَعْتَ ،

تو سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے،

مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ .

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام: ۲۰۲۱)

اُس شخص نے یہ جواب محض کبر کی وجہ سے دیا تھا، روای فرماتے ہیں: زندگی میں وہ شخص دوبارہ اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ کی طرف اٹھا نہ سکا۔

(۹) گرم گرم کھانا نہ کھانا

نہایت گرم گرم جلتا ہوا کھانا جس میں ابھی دھواں اور بھانپ نکل رہا ہو، نہ کھائے، کھانا تیار ہونے کے بعد کچھ دیر دم ہونے اور ٹھنڈا ہونے کے لیے چھوڑ دے؛ یہاں تک کہ اس کی بھانپ دور ہوجائے، اس کے بعد کھائے۔

حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرم گرم کھانا جس میں بھانپ نکل رہی ہو، کھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الاطعمۃ، باب الطعام الحار: ۷۸۸۳)

حضرت اسماءؓ جب ثرید وغیرہ تیار کرتیں، تو اُس برتن کو کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ دیا کرتی تھیں؛ تاکہ اس کی بھانپ دور ہوجائے اور فرماتیں:

إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ . (مجمع الزوائد، کتاب الاطعمۃ، باب الطعام الحار: ۷۸۸۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایسا کھانا برکت والا ہوتا ہے۔

(۱۰) کھانے اور پینے کی چیزوں پر پھونک نہ مارنا

کھانے پینے کی چیزوں پر پھونک مارنا نظافت کے خلاف ہے، دوسروں کے لیے گھن کا سبب ہے، سانس کے ذریعے پھونک مارنے سے جسم کے اندرونی جراثیم کھانے پینے کی چیزوں میں منتقل ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کی چیزوں پر (ٹھنڈا کرنے کی غرض سے) پھونک نہیں مارا کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد عن عباس ؓ، کتاب الاطعمہ: باب النھی عن النفخ فی الطعام والشراب: ۷۸۸۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کی اشیاء پر پھونک مارنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد عن ابی ھریرہ ؓ، کتاب الاطعمہ: باب النھی عن النفخ فی الطعام والشراب: ۷۸۸۹)

(۱۱) تین انگلیوں سے کھانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تین انگلیوں (انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی) سے کھانا نوش فرمانے کی تھی، سنن سعید بن منصور کی مرسل روایت سے پانچوں انگلیوں سے کھانا بھی ثابت ہے۔

(فتح الباری، بحوالہ سنن سعید بن منصور، کتاب الاطعمۃ، باب لعق الاصابع ۹/ ۵۷۴)

تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت لقمہ کا چھوٹا ہونا ہے؛ تاکہ زیادہ مقدار میں کھانا نہ کھایا جائے جو طبی اعتبار سے بھی مفید ہے اور شرعی اعتبار سے بھی پسندیدہ، لہٰذا چوتھی اور پانچویں انگلی بلاضرورت شامل نہ کرے؛ البتہ ضرورت ہو، تو پانچوں انگلیوں کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چاول اور شوربہ والے کھانے میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ، وَيَلْعَقُ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَمْسَحَهَا.

(رواہ مسلم عن کعب بن مالک عن ابیہ ؓ، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ: ۲۰۳۲)

(۱۲) اپنے سامنے سے کھانا

کھانا اپنے سامنے سے کھائے، پورے برتن میں مختلف جگہ ہاتھ ڈال کر کھانے سے کھانا بچ گیا، تو ضائع ہو جائے گا، کوئی دوسرا یہ کھانا نہیں کھائے گا، دیکھنے والوں کو گھن محسوس ہوگی، اگر برتن میں کھانے کے مختلف انواع واقسام ہوں، تو ان کو لینے کے لیے برتن میں مختلف جگہ ہاتھ استعمال کرسکتا ہے، کوئی حرج کی بات نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حضرات صحابہ کی عملی تربیت فرمائی ہے۔

حضرت عکراشؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حضرت ام سلمہؓ کے گھر لے گئے، ہمارے سامنے بہت سارا ثرید اور گوشت کی بوٹیاں پیش کی گئیں، ہم کھانے لگے، میرا ہاتھ برتن میں مختلف جگہ گھومنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے سے کھا رہے تھے، آپ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

يَا عِكْرَاشُ! كُلْ مِنْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّهُ طَعَامٌ وَاحِدٌ.

عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ، اس لیے کہ یہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے، پھر کچھ دیر کے بعد دوسرا طبق لایا گیا جس میں مختلف قسم کے کھجور تھے، میں اپنے سامنے سے کھا رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ پورے پیالے میں ڈال رہے تھے، مجھ سے فرمایا:

يَا عِكْرَاشُ! كُلْ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ، فَإِنَّهُ غَيْرُ لَوْنٍ وَاحِدٍ.

عکراش! جہاں سے چاہو، کھاؤ، اس لیے کہ برتن میں مختلف قسم کی چیزیں ہیں۔

(رواہ الترمذی عن عکراشؓ حدیثا طویلا، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ علی الطعام: ۱۸۴۸)

(۱۳) نیچے گرنے والے لقمے کو اٹھا کر کھانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيَأْخُذْهَا، فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ.

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ: ۲۰۳۳، ورواہ الترمذی عن انسؓ، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اللقمۃ تسقط: ۱۸۰۳)

جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے، تو اس کو اٹھا کر تکلیف دہ چیز کو صاف کر کے کھالے، اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔۔۔ تم نہیں جانتے کہ برکت کھانے کے کس حصے میں رکھی گئی ہے۔

کھانے کی برکت جسم کے لیے غذائیت کا حاصل ہونا، غذا کا مقوی بدن بن جانا، مفیدِ بدن اجزاء کا بدن میں باقی رہ جانا اور مضرِ بدن اشیاء، فضلات وغیرہ کا خارج ہوجانا، کھانے سے ہونے والے نقصان سے بچنا اور اللہ کی عبادت اور دیگر امور کے لیے طاقت کا حاصل ہونا وغیرہ امور ہیں، جو کھانا اب تک کھایا ہے، برکت اُس میں موجود تھی، کھانے کے وقت جو لقمہ نیچے گر گیا ہے، یا جو اجزاء انگلیوں اور برتن میں باقی رہ گئے ہیں، ان میں موجود ہے؟ انسان کو اس کا علم نہیں ہے، ممکن ہے کہ نیچے گرنے والے لقمے یا انگلیوں اور برتن میں موجود کھانے کے اجزاء میں برکت والا حصہ ہو، اس لیے انگلیوں اور برتن کو صاف کرے، لقمہ نیچے گر جائے، تو اس کو مٹی وغیرہ سے صاف کر کے کھائے؛ تاکہ کھانے کی برکت حاصل ہوجائے۔ (شرح مسلم)

(۱۴) کھانے میں عیب نہ نکالنا

کھانے میں نمک کم ہے، زیادہ ہوگیا ہے، مرچ کم یا زیادہ ہے، کھٹائی، مٹھائی کم یا زیادہ ہے، مزید پکنے اور گلانے کی ضرورت ہے، اس طرح کی باتیں بطور تنقید کرنا یہ کھانے میں عیب لگانا ہے، (کھانے کے موقع کے پر اس طرح کی باتیں برائے اصلاح بھی ہوتی ہیں؛ لیکن برائے اصلاح کب ہوتی ہیں اور بطور طعن و تشنیع اور عیب جوئی کب ہوتی ہیں، یہ انداز بیان مثلاً غصے کے ساتھ اور بطور شکایت کہنا، ڈانٹ اور ڈپٹ کے ساتھ بولنا آدمی کی حرکتوں سے بھی سمجھ میں آجاتا ہے، کھانے میں پائی جانے والی کمی و کوتاہی کی طرف مستورات یا خدام کو متوجہ کرنا ہے، تو اس کے لیے صحیح بات اور صحیح طریقہ استعمال کرنا چاہئے)، کھانے میں عیب لگانے کی وجہ سے گھر کی مستورات، میزبان اور دیگر کھانا تیار کرنے اور انتظام کرنے والے احباب کی دل شکنی، شرمندگی اور تکلیف ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کبھی بھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے، کھانا پسند ہوتا، تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ ، إِنِ اشْتَهَاهُ ،

أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ، تَرَكَهُ.

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ، کتاب الاطعمۃ، ماعاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاما قط: ۵۴۰۹)

(۱۵) کھانے کے وقت ساتھیوں کا خیال رکھنا

کھانا تھوڑا اور مختصر مقدار میں ہو، تو تھوڑا تھوڑا کھانا چاہئے، اگر کوئی چیز ساتھیوں کی عدد کے بقدر رکھی گئی ہو، تو اس میں سے ایک ایک ہی عدد لینا چاہئے، تاکہ سب کھا سکیں، میزبان اور اہل خانہ کو شرمندگی نہ ہو۔

جبلہ بن سحیمؒ کہتے ہیں:

ہم لوگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں قحط سالی میں مبتلا ہو گئے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ہمارے درمیان کھجوریں تقسیم فرمائیں، (ممکن ہے دستر خوان پر رکھی گئی ہوں) حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمارے قریب سے گذرتے اور فرماتے: ایک ساتھ دو دو تین تین اٹھا کر نہ کھاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھانے کی مقدار کم ہونے کی صورت میں) اس طرح دو دو تین کھجور ایک ساتھ کھانے سے منع فرمایا ہے، پھر ارشاد فرماتے: اگر کھلانے والے اجازت دیں، تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

(رواہ البخاری عن جبلۃ بن سحیمؒ، کتاب الاطعمۃ، باب القران: ۵۴۴۶)

(۱۶) میزبان کے دستر خوان پر اکرام

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم راہ دعوت میں حاضر ہوا، میزبان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی، شوربہ جس میں کدو اور سوکھا ہوا گوشت ڈالا گیا تھا، پیش کیا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ برتن میں کدو تلاش کر رہے ہیں، میں کدو کے ٹکڑوں کو اٹھا اٹھا کر آپ کے سامنے رکھنے لگا، اُس وقت سے مجھے کدو بہت پسند ہے۔ (رواہ البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب من ناول اوقدم شیئا: ۵۴۳۹)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ میزبان کے دستر خوان پر بھی ساتھیوں کا اکرام درست ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

ایک دسترخوان کے ساتھی آپس میں اکرام کر سکتے ہیں؛ البتہ ایک دسترخوان سے دوسرے دسترخوان والوں کا اکرام نہیں کیا جائے گا۔

(رواہ البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب من ناول اوقدم شیئا، فی ترجمۃ الباب)

ہوسکتا ہے کہ میزبان نے فرقِ مراتب، ان کی ضرورت اور خواہش کے اعتبار سے کھانے کی چیزیں ان کے دسترخوان پر پیش کی ہوں، وہ مصلحت آپ کے پیشِ نظر نہ ہو۔

(۱۷) خدمت کرنے والوں کا خیال

جو لوگ بازار سے سامان خرید کر لاتے ہیں، کھانا بنانے کے لیے محنت کرتے ہیں، چولہے اور پکوان کی گرمی برداشت کرتے ہیں، محنت و مشقت سے کھانا تیار کرتے ہیں، جو لوگ کھانا کھلانے میں خدمت کر رہے ہیں، ان سب کو کھانے میں شریک کرنا چاہیے، اگر کھانے کی مقدار کم ہو، تو اسی اعتبار سے ان کا خیال رکھنا چاہیے، یہ اخلاقی تقاضا بھی ہے اور اُن خدام کی خواہش کی رعایت بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ، فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ، فَلْيُنَاوِلْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ، أَوْ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِيَ حَرَّهُ وَعِلَاجَهُ. (رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل مع الخادم: ۵۴۶۰)

جب تمہارا خادم کھانا تیار کر کے لائے، اگر (اُس کو کسی مصلحت کی بنا پر) اپنے ساتھ نہ بٹھا سکو، تو کم از کم ایک دو لقمے اس کو دے دو، اس لیے کہ اس نے کھانا تیار کیا ہے، چولہے اور آگ کی تپش برداشت کی ہے۔

(۱۸) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد برتن صاف کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں اور برتن کو صاف کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے فرمایا: تم کو معلوم نہیں ہے کہ کھانے کے کس حصے میں برکت رکھی گئی ہے۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ

وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ: إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ فِي أَيِّهِ الْبَرَكَةُ.

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ: ۲۰۳۳)

اب تک جو کھایا ہے، برکت اُس میں تھی، یا جو اجزاء انگلیوں اور برتن میں رہ گئے ہیں، ان میں ہے، انسان کو اس کا علم نہیں ہے، ممکن ہے کہ برتن میں موجود کھانے کے اجزاء میں برکت والا حصہ ہو، اس لیے انگلیوں اور برتن کو صاف کر کے کھائے؛ تاکہ کھانے کی برکت حاصل ہو۔

ام عاصمؒ کہتی ہیں:

ہم کھانا کھا رہے تھے کہ ہمارے پاس حضرت نبیشہؓ آئے اور حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَكَلَ فِي قَصْعَةٍ، ثُمَّ لَحِسَهَا، اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ.

(رواہ الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اللقمۃ تسقط: ۱۸۰۴)

جو آدمی کسی برتن میں کھانا کھائے، پھر اس برتن کو (انگلیوں سے) صاف کرے، تو وہ برتن صاف کرنے والے کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے۔

(۱۹) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انگلیوں کو صاف کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے، کھانے سے فارغ ہونے کے (رومال وغیرہ سے) پوچھنے سے پہلے ان کو صاف فرمایا کرتے تھے، اولاً درمیانی انگلی صاف کرے، پھر شہادت کی انگلی، پھر انگوٹھا صاف کرے، اگر پانچ انگلیوں کا استعمال کیا ہے، تو چوتھے نمبر پر درمیانی انگلی کے بعد والی انگلی، آخر میں چھوٹی انگلی صاف کرے۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ، وَيَلْعَقُ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَمْسَحَهَا.

(رواہ مسلم عن کعب بن مالکؓ عن ابیہ، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ: ۲۰۳۲)

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ، بِالْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا وَيَلْعَقُ الْوُسْطَى، ثُمَّ الَّتِي تَلِيهَا ثُمَّ

الْإِبْهَامَ. (مجمع الزوائد عن کعب بن عجرۃؓ، کتاب الاطعمۃ، باب لعق الاصابع: ۷۹۴۱)

(۲۰) ساتھی کے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ نہ روکنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرْفَعُ يَدَهُ، وَإِنْ شَبِعَ حَتَّى يَفْرُغَ الْقَوْمُ، وَلْيُعْذِرْ، فَإِنَّ الرَّجُلَ يُخْجِلُ جَلِيسَهُ، فَيَقْبِضُ يَدَهُ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ لَهُ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ. (رواہ ابن ماجہ عن ابن عمرؓ، باب النھی ان یقام عن الطعام حتی یرفع: ۳۲۹۵)

جب تک ساتھی کھانے سے فارغ نہ ہوجائے، اُس وقت تک کھانے سے اپنے ہاتھ کو نہ روکے (بلکہ تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے، جس شخص کو کم کھانے کی عادت ہو، اس کو چاہئے کہ اجتماعی برتن میں شروع ہی سے تھوڑا تھوڑا کھانے لگے) اگرچہ وہ خود شکم سیر ہوچکا ہو، (جلد فارغ ہونے یا رفتار کو سست کردینے پر) معذرت بھی پیش کردے، اس لیے کہ آدمی اپنا ہاتھ روک کر اپنے ساتھی کو شرمندہ کرتا ہے، ممکن ہے کہ اس کو مزید کھانے کی ضرورت اور خواہش ہو۔ (احیاء علوم الدین، آداب الطعام)

(۲۱) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دعا پڑھنا

جب کھانے سے فارغ ہوجائے، تو اللہ کا شکر ادا کرے، الحمدللہ کہے، شکر سے نعمت کا حق ادا ہوتا ہے، نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور نعمت کی حفاظت ہوتی ہے، کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں پیٹ بھرنے کے لیے کوئی لقمہ میسر نہیں ہے، لقمے لقمے کے لیے ترس رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں، جب اللہ نے ہمیں کھلایا ہے، پلایا ہے، تو ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ (البقرۃ: ۱۷۲)

اے ایمان والو! جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے، اس کو کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ. فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا.

(رواہ مسلم عن انسؓ، کتاب الاشربۃ، باب استحباب حمد اللہ بعد الاکل والشرب: ۲۷۳۴)

اللہ تعالیٰ اُس بندے سے خوش ہوتے ہیں جو ایک لقمہ کھائے، تو اُس (وقت بھی) اس کا شکر بجالاتا ہے، ایک گھونٹ پیتا ہے، تو اس کا بھی شکر بجالاتا ہے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بے شمار دعائیں احادیث میں منقول ہیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ.

(رواہ ابوداؤد عن ابی سعید الخدریؓ، کتاب الاطعمۃ، باب مایقول الرجل اذا طعم: ۳۸۵۰)

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

یہ دعا جامع ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور متعدد کتبِ حدیث میں مذکور ہے؛ لیکن کسی کتاب میں من المسلمین ''حرف ''من'' کی زیادتی کے ساتھ مروی نہیں ہے، یہ دعا عوام وخواص کی زبانوں پر ''من'' کے ساتھ جاری ہے، امام جزریؒ نے ''الحصن الحصین'' میں لفظ ''من'' کے ساتھ کتبِ اربعہ کے حوالے سے نقل کیا ہے؛ لیکن کسی کتاب میں لفظ ''من'' کا اضافہ نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص کھانے کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ. (رواہ الترمذی عن معاذ بن انسؓ، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام: ۳۴۵۸)

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ کھانا کھلایا اور اپنی طاقت اور قوت کے بغیر یہ کھانا نصیب فرمایا۔

(۲۲) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونا اور کلی کرنا

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونا اور کلی کرنا نظافت، بشاشت اور طمانینت

کا سبب ہے، اگر شوربہ والا سالن اور مرغن وچکنی غذائیں استعمال کی گئیں ہیں، تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بے حد ضروری ہو جاتا ہے، کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھونے اور کلی نہ کرنے سے ہاتھ اور منہ میں بدبو پیدا ہو گئی، تو اپنے اور دوسروں کے لیے اذیت کا سبب بنے گی، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پینے کے بعد کلی فرمائی اور فرمایا: اس میں چکنائی اور ملائی ہوتی ہے۔ (جس کی وجہ سے منہ میں بدبو پیدا ہو سکتی ہے) (رواہ البخاری عن ابن عباسؓ، کتاب الوضوء، ھل یمضمض بعد اللبن: ۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو تناول فرما کر بھی کلی فرمائی ہے۔

(رواہ البخاری عن سوید بن النعمانؓ، کتاب الاطعمۃ، باب المضمضۃ بعد الطعام: ۵۴۵۴)

معلوم ہوا کہ چکنائی، چربی دار اور مرغن؛ بلکہ عام غذا (جس کے اجزاء دانتوں میں پھنس جاتے ہیں) کے استعمال کے بعد بھی ہاتھ دھونے کے بعد کلی کرنا بھی مستحب ومسنون ہے۔

کھانے میں برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو لغوی (ہاتھ دھونے اور کلی کرنے) سے حاصل ہوتی ہے۔

(رواہ الترمذی عن سلمانؓ، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعد الطعام: ۱۸۴۶)

(۲۳) میزبان کے گھر میں کھائیں، تو یہ دعا پڑھنا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے، انہوں نے آپ کے سامنے روٹی اور زیتون پیش کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرما کر مندرجۂ ذیل دعا پڑھی:

أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ.

(رواہ ابوداؤد عن انسؓ، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الدعاء لرب الطعام: ۳۸۵۴)

روزہ دار تمہارے پاس افطار کریں، تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور ملائکہ تمہارے لیے رحمت کی دعا کریں۔

اللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي، وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي.

(رواہ مسلم عن المقدادؓ فی حدیث طویل، کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف: ۲۰۵۵)

اے اللہ! جو مجھ کو کھلائے، تو اس کو کھلا، جو مجھ کو پلائے، تو اس کو پلا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے، برتنوں میں کھانا نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی، چوں کہ یہ دعا اپنے معنی کے لحاظ سے میزبان یا کسی کے انسان کے کھلانے کے وقت بھی پڑھی جاسکتی ہے، اس لیے علامہ نوویؒ اور حافظ ابن القیمؒ نے میزبان کے گھر کھانا کھانے پر پڑھی جانے والی دعاؤں میں شامل فرمایا ہے۔

(۲۴) دسترخوان اٹھا کر، پھر خود اٹھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ، فَلَا يَقُومُ رَجُلٌ حَتَّى تُرْفَعَ الْمَائِدَةُ.

(رواہ ابن ماجہ عن ابن عمرؓ، باب النھی ان یقام عن الطعام حتی یرفع: ۳۲۹۵)

جب دسترخوان بچھا جائے، تو جب تک دسترخوان اٹھایا نہ جائے، اُس وقت تک خود نہ اٹھے۔

اس میں کھانے کی تعظیم ہے، لوگوں نے کھالیا اور دسترخوان چھوڑ کر چلے گئے، تو اس میں کھانے کی بے ادبی اور توہین ہے۔

(۲۵) دسترخوان اٹھاتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دسترخوان اٹھاتے، تو مندرجہ ذیل دعا پڑھتے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا.

(رواہ البخاری عن ابی امامۃؓ، کتاب الاطعمۃ، باب مایقول اذا فرغ من الطعام: ۵۴۵۸، ورواہ الترمذی بزیادۃ حمداً، واللفظ لہ کتاب الاطعمۃ، باب مایقول اذا فرغ من الطعام: ۳۴۵۶)

ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے خاص ہے، ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں، ایسی تعریف جو پاک ہے (ریا اور دیگر اوصافِ رزیلہ سے) بابرکت تعریف جس کو ترک نہیں کیا

جا سکتا، نہ اس سے استغنا کیا جا سکتا ہے، اے اللہ! (ہمارے شکر کو قبول فرما)

نوٹ: کھانے کے بعد رومال اور ٹشو کا استعمال

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھوں کو کپڑے اور ٹشو کاغذ سے پوچھنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ ، فَلَا يَمْسَحَنَّ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَهَا ، أَوْ يُلْعِقَهَا. (رواہ ابوداؤد عن ابن عباسؓ، کتاب الاطعمۃ، باب المندیل: ۳۸۴۷)

جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے، تو رومال (ٹشو وغیرہ سے) ہاتھ صاف کرنے سے پہلے اپنی انگلیاں صاف کرے۔

حضرت جابرؓ سے آگ پر پکی ہوئی چیزوں سے وضو کرنے کا مسئلہ دریافت کیا گیا، حضرت جابرؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پکا ہوا کھانا بہت کم دست یاب ہوتا تھا، جب ہمیں پکا ہوا کھانا دست یاب ہونے لگا، تو ہمیں کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنے کے لیے رومال دست یاب نہیں تھا، ہم اپنے ہاتھوں کو اپنی ہتھیلی، کلائی اور پیروں سے پوچھ لیتے تھے۔ (رواہ البخاری عن جابرؓ، کتاب الاطعمۃ، باب المندیل: ۵۴۵۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ:

(۱) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وضو لازم نہیں ہے۔

(۲) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھوں کو پانی سے دھو کر رومال، ٹشو سے پوچھنا بھی درست ہے۔

(۳) کھانے کے بعد ہاتھوں کو کلائی اور پیروں سے پوچھ لینا یہ سنت نہیں؛ بلکہ ضرورت و مجبوری کی وجہ سے اس طرح کیا جاتا تھا۔

کھانا کھاتے وقت سر ڈھانپنے کا حکم

کتبِ حدیث، شروحِ حدیث اور کتبِ فقہ میں کوئی روایت نفیاً یا اثباتاً ایسی نظر سے نہیں گذری، جس میں کھانا کھاتے وقت سر ڈھانپنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ

مبارکہ کے طور پر مذکور ہو، یا اس کا حکم دیا گیا ہو۔

چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام حالات میں ٹوپی، یا عمامہ پہنا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ کہ کھانا کھاتے وقت بھی سر ڈھکا ہوا ہوتا ہوگا، نیز عام حالات میں ٹوپی پہننا سنت اور اسلامی تہذیب ہے، کھاتے وقت ٹوپی پہننا اور سر ڈھانکنا بدرجہ اولیٰ شامل ہوگا، کھانا ادب، احترام اور تواضع سے کھانا چاہئے، ادب کا تقاضا یہ ہے کہ سر ڈھانک کر کھانا کھایا جائے، یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے کھلے سر کھانا کھانے اور پانی پینے کو خلافِ ادب قرار دیا ہے، کبھی اتفاق سے ٹوپی پہنے بغیر کھلے سر کھائے، پیئے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تکملۃ البحر الرائق میں اور فتاوی ہندیہ میں مذکور ہے:

فی الْخُلَاصَةِ: الْأَكْلُ مَكْشُوفَ الرَّأْسِ، وَالْأَكْلُ يوم الْأَضْحَى قَبْلَ الصَّلَاةِ، فيه رِوَايَتَانِ، وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يُكْرَهُ.

(تکملۃ البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاکل والشرب ۸/ ۳۳۸)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

لَا بَأْسَ بِالْأَكْلِ مَكْشُوفَ الرَّأْسِ، وهو الْمُخْتَارُ، كَذَا في الْخُلَاصَةِ. (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر ۶/ ۳۶۵)



پانی اور دیگر مشروبات پینے کے آداب

- بسم اللہ پڑھ کر پینا
- بیٹھ کر پینا
- داہنے ہاتھ سے پینا
- بڑے برتن کو منہ لگا کر نہ پینا
- پھونک نہ مارنا
- دو یا تین سانس میں پینا
- دودھ پینے کے بعد کلی کرنا
- پانی اور دیگر مشروبات پینے کے بعد دعا پڑھنا
- زمزم اور وضو سے بچے ہوئے پانی پینے کا طریقہ

پانی اور دیگر مشروبات پینے کے آداب

(۱) بسم اللہ پڑھ کر پینا

جب پانی، دودھ، چائے، یا کوئی بھی مشروب پیئے، تو ''بسم اللہ'' پڑھ کر پیئے، پانی، دودھ اور پھلوں کا رس، یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں، پانی تو آبِ حیات ہے، جب ان نعمتوں کو استعمال کرے، تو اللہ کے نام سے استعمال کرے، پینے کی چیزوں میں برکت آئے گی، جن مقاصد کے لیے پیا جارہا ہے، وہ مقاصد حاصل ہوں گے۔

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ فِي ثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ. إِذَا أَدْنَى الْإِنَاءَ إِلَى فِيهِ ،سَمَّى اللهَ، فَإِذَا أَخَّرَهُ ،حَمِدَ اللهَ. يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

(رواہ الہیثمی عن ابی ھریرۃؓ، کتاب الاشربۃ، باب کیفیۃ الشرب والتسمیۃ:۸۲۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی وغیرہ پیتے، تو تین سانس میں پیتے، جب برتن منہ کے قریب لے جاتے، تو بسم اللہ پڑھتے، جب برتن منہ سے ہٹاتے، تو الحمد للہ کہتے، اسی طرح تین مرتبہ کرتے۔

حضرت معاویہ بن نوفلؓ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ بِثَلَاثَةِ أَنْفَاسٍ، يُسَمِّي اللهَ فِي أَوَّلِهَا، وَيَحْمَدُهُ فِي آخِرِهَا.

(رواہ الہیثمی عن نوفل بن معاویۃؓ، باب کیفیۃ الشرب والتسمیۃ:۸۲۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی مشروب پیتے، تو تین سانس میں پیتے، شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھتے اور آخر میں ''الحمد للہ'' کہتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہرنئی سانس کے موقع پر ''بسم اللہ'' اور آخر میں ''الحمدللہ'' کی صراحت ہے، حضرت نوفلؓ کی روایت میں پینے کی ابتداء میں ''بسم اللہ'' اور پینے کے بعد کے ''الحمدللہ'' ہے۔

علماء نے مذکورہ دونوں روایتوں کو پیش نظر رکھ کر فرمایا:

افضل یہ ہے کہ ہرنئی سانس کے موقع پر ''بسم اللہ'' اور آخری میں ''الحمدللہ'' کہے، اگر صرف ایک مرتبہ بھی کہے گا، تو ٹھیک ہے، نیز دو سانسوں میں وقفہ زیادہ ہو جائے، تو ہرنئی سانس پر ''بسم اللہ'' اور ''الحمدللہ'' کہے، وقفہ مختصر ہو، تو شروع میں ''بسم اللہ'' اور آخر میں ''الحمدللہ'' کہے۔

(٢) بیٹھ کر پینا

پانی، چائے اور دیگر مشروبات کو بیٹھ کر سلیقہ مندی اور تواضع سے پینا چاہئے، کھڑے ہو کر پینا سنت اور اسلامی تہذیب کے خلاف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔

نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا .

(رواہ مسلم، عن انسؓ، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام: ٢٠٢٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے:

لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا ، فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِ .

(رواہ مسلم عن ابی ھریرةؓ، کتاب الاشربۃ، باب کراہیۃ الشرب قائما: ٢٠٢٦)

کوئی شخص کھڑے ہو کر نہ پئے، جو بھول کر کھڑے ہو کر پئے، اس کو چاہئے کہ وہ قے کر دے۔

ناپاک جگہ، کیچڑ، گندگی اور ازدحام وغیرہ کی بنا پر بیٹھ کر پینے کے لائق جگہ نہ ہو، یا بیٹھنے ہی کے لیے کوئی جگہ نہ ہو، تو وہاں کھڑے ہو کر پینے کی گنجائش ہوگی، عام حالات میں کھڑے ہو کر کھانا پینا اور عادت بنا لینا خلافِ سنت اور شیطان کی عادت ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (بعض اوقات یا کسی عذر کی بنا پر) چلتے ہوئے اور کھڑے ہو کر کھاتے پیتے تھے۔

(رواہ الترمذی عن ابن عمرؓ، ابواب الاشربۃ، باب ماجاء فی الشرب قائما: ۱۸۸۰)

زمزم اور وضو سے بچے ہوئے پانی پینے کا طریقہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

کھڑے ہو کر پانی پینے کی بحث میں محدثین کرام نے زمزم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، یعنی ان دونوں پانیوں کو بلا ضرورت کھڑے ہو کر پینے کی بھی اجازت ہے۔

(لامع الدراری علی جامع البخاری، کتاب الحج، باب ماجاء فی زمزم ۲/ ۲۰۶)

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس سلسلے میں ایک فیصلہ کن بات تحریر فرمائی ہے:

ماءِ زمزم اور وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا بجائے خود قابلِ غور اور محلِ بحث ہے، چہ جائے کہ کھڑے ہو کر پینے کو مستحب کہا جائے، زیادہ بہتر توجیہ یہ ہے کہ زمزم اور وضو سے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا بلا کراہت جائز ہو، نہ کہ مستحب۔

(ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، مطلب فی مباحث الشرب قائما ۱/ ۲۵۵، مفصل بحث: مساجد، فضائل احکام ومسائل: ۴۰ تا ۴۴)

(۳) داہنے ہاتھ سے پینا

داہنے ہاتھ سے پینا سنت ہے، آج کل لوگ اسلامی تہذیب چھوڑ کر فیشن پرستی اور مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر بائیں ہاتھ سے پینے کو تہذیب سمجھنے لگے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ.

(رواہ مسلم عن ابن عمرؓ، کتاب الاشربۃ، باب الاکل والشرب بالیمین: ۲۰۲۰)

جب تم کھاؤ، یا پیؤ، تو داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور داہنے ہاتھ سے پیا کرو، اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے (تم شیطان کے طریقے کو اختیار نہ کرو)۔

(۴) بڑے برتن کو منہ لگا کر نہ پینا

پانی یا کوئی اور مشروب نوش کرے، تو اپنی ضرورت کے بقدر چھوٹے برتن (گلاس) میں ڈال کر نوش کرے، بڑے برتن اور بڑی بوتل سے پئے گا، تو دوسرا شخص اس بوتل سے پینے میں گھن محسوس کرے گا، بعض مرتبہ کھانے کے اجزاء جو منہ میں رہتے ہیں، وہ بوتل میں چلے جاتے ہیں، اس کی کراہت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براہِ راست بڑے برتن، مشکیزہ، بڑی بوتل وغیرہ کو منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا ہے۔

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ.

(رواہ مسلم عن انسؓ، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام: ۲۰۲۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کو منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا ہے۔

ممکن ہے کہ پانی یا کوئی مشروب تیزی سے زیادہ مقدار میں منہ میں داخل ہو جائے، جس کی وجہ سے کوئی پریشانی لاحق ہو جائے، نیز دوسرے لوگوں کو اس برتن سے پینے میں طبعی کراہت اور گھن بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ (شرح نووی)

(۵) پھونک نہ مارنا

گرم پانی، گرم دودھ، چائے وغیرہ پئے، تو ٹھنڈا کرنے کے لیے پھونک نہ مارے، کچھ دیر انتظار کرے، یا کسی دوسرے برتن کے ذریعے ٹھنڈا کر لے، کھانے پینے کی چیزوں پر پھونک مارنا نظافت کے خلاف اور دوسروں کے لیے گھن کا سبب ہے، سانس کے ذریعے پھونک مارنے سے جسم کے اندورنی جراثیم کھانے پینے کی چیزوں میں منتقل ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کی چیزوں پر (ٹھنڈا کرنے کی غرض سے) پھونک نہیں مارا کرتے تھے۔

(رواہ الہیثمی عن ابی ھریرۃؓ، مجمع الزوائد، کتاب الاطعمہ: باب النھی عن النفخ فی الطعام والشراب: ۷۸۸۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے پینے کی اشیاء پر پھونک مارنے سے منع بھی فرمایا ہے۔

(رواہ الہیثمی عن زید بن ثابتؓ فی مجمع الزوائد، کتاب الاطعمہ: باب النھی عن النفخ فی الطعام والشراب: ۷۸۸۸)

(٦) دو یا تین سانس میں پینا

جب پانی پیئے، تو کم از کم دو یا تین سانس میں پیئے، جتنا پانی پینا ہو، ایک ہی دفعہ میں برتن کو منہ سے الگ کئے بغیر سارا پانی نہ چڑھا لے؛ بلکہ ضرورت اور حاجت کے بقدر دو یا تین سانس میں تھوڑا تھوڑا پیئے۔

یعنی ''بسم اللہ'' پڑھ کر تھوڑا پانی پیئے، پھر برتن کو منہ سے جدا کرے اور برتن کے باہر سانس لے، پھر تھوڑا پانی پیئے، پھر برتن کو منہ سے دور کر کے سانس لے، پھر تیسری مرتبہ اسی طرح پیئے، یہی مسنون طریقہ ہے، دو سانس میں پیتا ہے، تو اس کی بھی گنجائش ہے یا تھوڑا پینا ہے، تو دو سانس میں پیئے، زیادہ پینا ہو، تو تین سانس میں پیئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ.

(رواہ الترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماذکر من الشرب بنفسین: ۱۸۸۶، قال المناوی فی شرح الشمائل: ای فی بعض الاوقات، وبہ یجمع بین الروایات، وقال الشیخ محمد زکریا رحمہ اللہ: قال المناوی: ھذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن شواھد عند المصنف فی جامعہ، واحادیث الثلاثۃ اقوی واصح، وقال شارح: لاینافی ماسبق لانہ فی بعض الاحیان لبیان الجواز الخ (الخصائل النبوی لشرح الشمائل النبویۃ: ۳۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا، وَيَقُولُ: إِنَّهُ أَرْوَى، وَأَبْرَأُ، وَأَمْرَأُ.

(رواہ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ، کتاب الاشربۃ، باب کراھیۃ التنفس فی الاناء: ۲۰۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے کے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے: اس طرح پینا سیرابی، خوش گواری، صحت اور لذت کا سبب ہے۔

(۷) دودھ پینے کے بعد کلی کرنا

دودھ یا کوئی ایسا مشروب جس میں چکنائی اور لزوجت ہو، یا اس کے اجزاء کا منہ میں باقی رہ جانے اور بدبو کا باعث بننے کا سبب ہو، ایسی تمام چیزوں کے پینے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے، منہ میں بدبو نہیں ہوگی، دانتوں کی حفاظت ہوگی، افسوس جس بات کو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چودہ سو سال پہلے سکھائی، اس کی طرف ہماری توجہ نہیں ہوئی، جب یہی بات ڈاکٹر کہتے ہیں: تو ہم اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا، فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ، وَقَالَ: إِنَّ لَهُ دَسَمًا.

(رواہ البخاری عن ابن عباسؓ، کتاب الوضوء، ھل یمضمض من اللبن: ۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرما کر کلی فرمائی (کلی کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: دودھ میں چکنائی ہوتی ہے۔

(لہذا چکنائی والی چیزوں کے استعمال کے بعد کلی کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، بخاری کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو کھا کر کلی فرمائی ہے)

(۸) پانی اور دیگر مشروبات پینے کے بعد دعا پڑھنا

پانی اور دیگر مشروبات پی کر فارغ ہو، توان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرے، الحمد للہ کہے، شکر سے نعمت کا حق ادا ہوتا ہے، نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور نعمت کی حفاظت ہوتی ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ. فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ. فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا.

(رواہ مسلم عن انسؓ، کتاب الاشربۃ، باب استحباب حمد اللہ بعد الاکل والشرب: ۶۹۳۲)

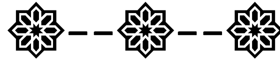
اللہ تعالیٰ اُس بندے سے خوش ہوتے ہیں جو ایک لقمہ کھائے، تو اس (وقت بھی) اس کا شکر بجالاتا ہے، کوئی ایک گھونٹ پانی پیتا ہے، تو اس پر بھی اللہ کا شکر بجالاتا ہے۔

پانی پی کر فارغ ہو جائے، تو مندرجہ ذیل دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ، وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أُجَاجًا بِذُنُوبِنَا. (رواہ ابونعیم فی ترجمۃ فضیل بن عیاض باسناد ضعیف عن ابی جعفر مرسلا)

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی رحمت سے ہمیں نہایت میٹھا پانی پلایا، ہمارے گناہوں کی وجہ سے اس کو کڑوا نہیں بنایا۔

طالب دعا: عبداللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور
۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۴۶ھ
مطابق ۲۷/ دسمبر ۲۰۲۴ء



سونے کے آداب اور سنتیں

● نیند اللہ کی ایک عظیم نعمت
● نیند اللہ کا ایک راز
● نیند ایک قدرتی نشانی
● نیند کا بے موقع آنا بری بات
(۱) نمازِ عشاء کے بعد جلد سونا
(۲) باوضو سونا
● عبادت غیر مقصودہ کے لیے تیمم کی گنجائش
(۳) بستر پر آئے، تو اللہ کا شکر ادا کرے۔
(۴) بستر جھاڑ کر سونا
(۵) سرمہ لگا کر سونا
(۶) داہنی کروٹ سونا
(۷) داہنا ہاتھ گال کے نیچے رکھ کر سونا
(۸) قبلہ رو سونا
(۹) پیٹ کے بل نہ سونا
(۱۰) چت نہ سونا
(۱۱) سونے کے وقت کی دعائیں
(۱۲) سونے کے وقت کی سورتیں
(۱۳) تسبیح فاطمی کا اہتمام
● نیند نہ آئے، تو یہ دعا پڑھے
(۱۴) برا خواب نظر آنے پر شیطان سے پناہ طلب کرنا
(۱۵) بیدار ہونے کے بعد آنکھ ملنا
(۱۶) سو کر اٹھنے کے بعد دعا پڑھنا

سونے کے آداب اور سنتیں

نیند اللہ کی ایک عظیم نعمت

نیند اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، چین، سکون اور راحت کا سامان ہے، انسان کی ساری راحتوں کا مدار یہی نعمت ہے، انسان کو سکون اور تازگی عطا کرنے کے لیے اللہ نے نیند کو پیدا فرمایا ہے، اس نعمت کو حق تعالیٰ شانہ نے عام فرمایا ہے، امیر، غریب، عالم، جاہل بادشاہ اور مزدور سب کو یہ دولت یکساں بیک وقت عطا ہوتی ہے، ہر جان دار سوتا ہے، نیند پوری کراتا ہے، تو اس کے اندر نشاط، تازگی پیدا ہوتی ہے اور ایک نئی زندگی نصیب ہوتی ہے، نیند کی وجہ سے انسانی جسم اور اعصاب کی تمام تھکاوٹیں دور ہوجاتی ہیں، تازہ دم ہوکر دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتا ہے، انسان کو نشاط، چستی اور عملی قوت حاصل کرنے کے لیے ہر چند گھنٹے بعد کچھ دیر کے لیے آرام کرنا اور سونا ضروری ہے، اسی وقت اس کے جسم میں نشاط، چستی اور عملی طاقت برقرار رہتی ہے۔

اللہ نے انسان کو صرف نیند کی کیفیت ہی عطا نہیں فرمائی؛ بلکہ اپنی رحمتِ کاملہ سے اس کو جبری بھی بنادیا ہے، انسان بعض اوقات بعض ضروریات کی وجہ سے چاہتا ہے کہ رات بھر جاگتا ہی رہے؛ مگر رحمتِ خداوندی اُس پر جبراً نیند مسلط کر کے اس کو سلا دیتی ہے کہ دن بھر کا تھکان دور ہوجائے اور اس کے قویٰ مزید کام کے لیے تیز ہوجائیں۔

اللہ نے اپنے فضل سے سارے عالم میں انسان کی نیند وآرام کے لیے ایسے حالات پیدا کردیئے جو نیند کے لیے سازگار ہوں، رات کی تاریکی میں پورے عالمِ انسان اور اکثر جانوروں پر بیک وقت نیند کو مسلط کیا جاتا ہے، اگر نیند کے اوقات مختلف لوگوں کے مختلف ہوا کرتے، تو کسی کو بھی نیند کے وقت سکون میسر نہ آتا۔

نیند اللہ کا ایک راز

نیند اسبابِ راحت سے نہیں؛ بلکہ صرف اللہ کے خزانے سے آتی ہے، اللہ چاہے، تو میدان کارزار میں بھی آجاتی ہے، وہ نہ چاہے، تو پر تعیش محلوں میں بھی نصیب نہیں ہوتی، مال داروں کے پاس راحت کے سامان، راحت کا مکان، سردی گرمی کے اعتدال کی جگہ، نرم گدے اور تکیے سب کچھ ہوتے ہیں جو غریبوں کو بہت کم ملتے ہیں؛ مگر نیند کی نعمت ان گدوں، تکیوں یا کوٹھی بنگلوں کی فضا کے تابع نہیں، وہ تو حق تعالیٰ شانہ کی ایک نعمت ہے جو براہ راست اس کی طرف سے ملتی ہے، بعض اوقات مفلس کو بستر اور تکیے کے بغیر کھلی زمین پر فراوانی سے اس نعمت سے نوازا جاتا ہے، بعض اوقات ساز وسامان والے اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں، ان کو خواب آور گولیاں کھا کر حاصل ہوتی ہے اور بعض اوقات وہ گولیاں بھی کام نہیں کرتیں۔

نیند کی حالت کس طرح طاری ہوتی ہے، اس کے نتیجے میں ایک انسان کس طرح تازہ دم ہو جاتا ہے، یہ تازگی اس کے جسم میں کس طرح سرایت کرتی ہے، انسان کو اس بات کا علم نہیں ہے، نہ اس کے ارادے کو کوئی دخل ہے، اس حقیقت کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

نیند ایک قدرتی نشانی

نیند ایک ایسی نعمت ہے جو خالص اللہ کی داد و دہش اور عطا و مہربانی کا نتیجہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں کئی جگہ نیند کو قدرتی نشانی بتایا ہے، کسی جگہ اس کو ایک عظیم نعمت کے طور پر بیان کیا گیا ہے، کہیں اس نعمت سے بندوں پر احسان جتلایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی نعمتوں اور انسان کی راحت کے سامان کو شمار کراتے ہوئے بطور خاص نیند کا بھی ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ (الروم: ۲۳)

اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا رات کو سونا بھی ہے۔

وَ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (النبا:٩)

ہم نے نیند کو تمہاری راحت وآرام کا سامان بنایا۔

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ (الفرقان:٤٧)

اللہ ہی نے تمہارے سکون کے لیے رات کو لباس بنایا، نیند کو راحت کا ذریعہ بنایا اور دن کو روزی کا وقت بنایا۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ (القصص:٧٢)

آپ کہیے! بھلا، یہ بتاؤ، اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لیے دن ہی رہنے دے، تو اللہ کے علاوہ کون ایسا معبود ہے جو تمہارے لیے رات کو لے آئے جس میں تم آرام پا سکو، کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو؟

غزوۂ احد میں ابتداءً مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہو رہی تھی، پھر اچانک کایا پلٹ گئی، مسلمان ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہو گئے، شیطان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلا دی، ایسے سنگین حالات میں اللہ نے مخلص مسلمان جو میدان میں باقی رہ گئے تھے، اُن پر ایک دم غنودگی طاری کر دی، وہ کھڑے کھڑے ہی اونگھنے لگے اور ان کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ چھوٹ کر زمین پر گرنے لگیں، عین لڑائی اور ہنگامۂ کارزار میں نیند کا آ جانا، یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی، اس کا اثر یہ ہوا کہ تھکے ہارے، زخموں سے چور اور سہمے ہوئے مجاہدین کے دلوں سے خوف و ہراس کا اثر کافور ہو گیا اور وہ تازہ دم ہو کر از سرِ نو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے، یہی حالات اور کیفیات غزوۂ بدر میں بھی پیش آئے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان موقعوں پر نیند طاری کرنے پر احسان جتلایا ہے، اسی بنیاد پر حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: خوف اور جنگ کے موقع پر نیند کا آنا اللہ کی رحمت اور اس کی طرف سے امن وسکون کے ملنے کی علامت ہے۔

(زاد المعاد، احداث غزوۃ احد)

نیند کا بے موقع آنا بری بات

فطرت اور ضرورت کے بقدر نیند کا آنا اللہ کی نعمت ہے، بعض دفعہ بے موقع نیند آتی ہے، ضرورت سے زیادہ سونا یا بے موقع اونگھ اور نیند انسان کے لیے بے شمار بھلائیوں سے محرومی کا سبب بنتی ہے،، خطبہ ء جمعہ، خطبہ ء عیدین، دینی مجالس اور اوقاتِ نماز اور نماز میں غنودگی اور نیند کا طاری ہونا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ (زاد المعاد، احداث غزوۃ احد)

یعنی شیطان اس طرح کے اسباب پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے انسان میں سستی و کاہلی پیدا ہوتی ہے، پھر نیند آ جاتی ہے اور بے شمار مفید باتوں سے محروم ہو جاتا ہے، نماز اور دیگر طاعات کو بے کیفی اور غنودگی کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے عبادات کی لذت کھو دیتا ہے، شیطان ان باتوں سے خوش ہو جاتا ہے، اسی لیے نماز کے لیے جاتے وقت، مسجد میں اور نماز کی حالت میں ہر ایسے عمل سے منع کیا گیا ہے، جو راحت اور استرخائے مفاصل کا سبب بنتا ہے، پھر وہ سستی، کاہلی اور نیند کا سبب بن جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الجُمُعَةِ ،فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهِ ذَلِكَ. (رواہ الترمذی عن ابن عمرؓ، کتاب الجمعہ، فی من ینعس یوم الجمعۃ: ۵۲۶)

جمعہ کے دن کسی کو بیٹھے بیٹھے اونگھ آنے لگے، تو جگہ بدل دے (تاکہ غنودگی دور ہو جائے)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

النعاس في الصلاة من الشيطان. (تفسیر طبری، آل عمران: ۱۵۴)

نماز میں اونگھ اور نیند شیطان کی طرف سے آتی ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے اور بیدار ہونے کے آداب بھی سکھائے جن کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے، ان کو یاد رکھنا چاہئے اور ان آداب پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱) نمازِ عشاء کے بعد جلد سونا

غیر ضروری کام، فضولیات میں وقت گذاری نہ کی جائے، جلد سوئیں گے، تو تہجد اور نمازِ فجر کے لیے بیدار ہونا آسان ہوگا، دیر سے سوئیں گے، تہجد کی توفیق تو کجا، نمازِ فجر کے

فوت ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، موجودہ زمانے میں یورپی تہذیب سے متاثر ہوکر بطور خاص شہروں میں مسلم معاشرے اور سماج میں ایسا ماحول بن گیا ہے کہ دیر رات تک فضولیات میں مصروف رہتے ہیں، صبح کی نماز قضا، یا بلا جماعت ادا کرتے ہیں، اسلامی تعلیم اور طریقہ یہ ہے کہ رات میں جلد سوئیں اور جلد بیدار رہوں، رات کا آخری حصہ اللہ کی رحمتوں وعنایتوں کی بارش کا خاص وقت ہوتا ہے، امتِ مسلمہ اس وقت سوتی رہتی ہے۔ معاذ اللہ

حضرت ابو برزہؓ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثَ بَعْدَه .

(متفق علیہ، رواہ البخاری، کتاب مواقیب الصلوٰۃ، باب ما یکرم من النوم قبل العشاء: ۵۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد (غیر ضروری) بات چیت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

جب سونے کا ارداہ کرے، تو بسم اللہ پڑھ کر دروزاہ بند کرے، بسم اللہ پڑھ کر چراغ (موم بتی، چولہا اور گیس وغیرہ جن سے نقصان کا اندیشہ ہو، سب) کو بند کردے، کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانک دے۔ (رواہ البخاری عن جابرؓ، باب بدأ الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ: ۳۲۸۰)

مذکورہ چیزوں سے فارغ ہوکر سونے کی تیاری کرے۔

(۲) باوضو سونا

انسان کو باوضو سونا چاہئے، سنت کی پیروی ہوگی، باوضو شخص شیطانی حملوں سے محفوظ رہتا ہے اور شیطانی خوابوں سے بھی حفاظت ہوگی اور ممکن ہے کہ اس کو اسی نیند کی حالت میں موت آجائے، اگر باوضو سویا ہے، تو باوضو ہونے کی حالت میں موت آئے گی جو کہ ایک خوش آئند بات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موت کو فطرتِ اسلام کی موت قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ.

تم باوضو سویا کرو، پھر داہنے پہلو پر لیٹ جاؤ، پھر یہ دعا پڑھو،

فَإِنْ مُتَّ مُتَّ عَلَى الفِطْرَةِ

اگر اس رات میں تمھیں موت آجائے، تو تم فطرتِ اسلام پر مروگے، یعنی تمھاری موت مذہبِ اسلام پر ہوگی۔ (رواہ البخاری عن البراء بن عازبؓ، باب اذا بات طاهرا:۱۱/ ۶۳۱۱)

عبادت غیر مقصودہ کے لیے تیمم کی گنجائش

اگر کوئی معمولی عذر ہو جس کی وجہ سے تیمم شرعًا درست نہیں ہے، مثلاً سردی کا موسم ہو، گرم پانی میسر نہ ہو، وضوء کی جگہ دور ہو، درمیانی رات میں بیدار ہوا، دوبارہ وضو کرنا مشکل ہو، یا درمیانی رات میں جنبی ہوگیا، ان صورتوں میں وضو کے بجائے تیمم کر لے، تو باوضو سونے کی فضیلت ہوگی۔

حضرت ابوجہیمؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف سے ہمارے پاس آئے، ایک شخص نے آپ کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا؛ یہاں تک کہ آپ ایک دیوار کے پاس آئے، تیمم فرمایا، پھر سلام کا جواب دیا۔ (رواہ البخاری عن ابی جهیم، کتاب التیمّم، باب التیمّم فی الحضر: ۷/ ۳۳۳)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

في بعض كتبنا أن التيمم للقربة أو العبادة التي ليس الطهارة شرطاً لها مجزئ مع وجود الماء أيضاً، واختاره صاحب البحر ورده الشامي، والمختار ما قال صاحب البحر لنص الحديث، فإنه تيمم في واقعة أبي الجهيم في المدينة. (العرف الشذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی الغسل من الجنابة)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جن عبادتوں کے لیے تیمم شرط نہیں ہے، ان عبادتوں کے لیے پانی کی موجودگی، یا استعمال پر قدرت کے باجود تیمم کرنا درست ہے؛ البتہ اس تیمم سے عبادت مقصودہ ادا نہیں کی جاسکتی، علامہ ابن نجیم نے اس کی اجازت دی ہے، علامہ شامیؒ نے اس کا انکار کیا ہے، علامہ ابن نجیم کی بات صحیح ہے، اس لیے کہ وہ حدیث مذکور سے ثابت ہے۔

(۳) بستر پر آئے ،تو اللہ کا شکرادا کرے

نیند انسان کی ایک ضرورت بھی ہے اور ایک بیش بہا نعمت بھی ،نیند کے آنے اور نیند سے بیدار ہونے میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، نیند اللہ کا ایک راز ہے، روزِ مرہ کی نیند انسان کی آخری نیند ثابت ہوسکتی ہے، اس لیے محسنِ انسانیت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری کی تلقین فرمائی اور خاتمہ بالخیر کے ظاہری اسباب کی طرف رہبری فرمائی، نیند کے ظاہری اسباب میں ضروریات کی تکمیل، (کھانا، پینا، رات گذارنے کے لیے چھت کا نصیب ہونا اور دیگر مختلف ضروریات کی تکمیل) ذمہ داریوں کی ادائیگی اور غموں سے نجات بھی شامل ہے، اگر یہ ضرورتیں پوری نہ ہوئیں ،تو انسان کو ظاہری اعتبار سے سکون کی نیند نہیں آئے گی، اس لیے جب تمام کاموں سے فارغ ہو کر بستر پر آئیں ،تو سب سے پہلے اللہ کا شکرادا کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم جب بستر پر تشریف لے آتے ،تو مندرجہ ذیل دعا کے ذریعے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَكَفَانَا وَآوَانَا. فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ، وَلَا مُؤْوِيَ.

(رواہ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ، کتاب الذکر والدعاء، باب مایقول عند النوم: ۲۷۱۵)

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، ہماری ضرورتیں پوری فرمائیں اور ہمیں (رات گذارنے کے لیے) ٹھکانہ نصیب فرمایا، کتنے لوگ ایسے ہیں جن کی ضرورتوں کو پوری کرنے والا کوئی نہیں ہے، کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں کوئی ٹھکانہ دینے والا نہیں ہے۔

(۴) بستر جھاڑ کر سونا

سونے کے وقت اوّلاً بستر جھاڑے اور صاف کرے، بستر پر گرد و غبار، گیلا پن، کوڑا کرکٹ ہوسکتا ہے، چیونٹیاں، زہریلے کیڑے مکوڑے بھی ہو سکتے ہیں جو بستر میں جا کر گھس گئے ہوں، پھر سونے والے کی تکلیف کا سبب بن جائیں، اس لیے ان تمام

خطرات سے حفاظت کے لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے کہ سونے سے پہلے اپنا بستر جھاڑ لیں اور صاف کر لیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَوَى أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ، فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ.

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ، باب التعوذ والقراءۃ عند المنام: ۶۳۲۰)

جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر (سونے کے لیے) جائے، تو اس کو اپنی لنگی اور تہبند کے اندرونی حصے سے جھاڑ لینا چاہئے، (لنگی یا تہبند کے اوپری جانب سے صاف کرے گا، تو وہ ظاہری حصہ بدنما نظر آئے گا اور لوگوں کو نظر آتا رہے گا،) اس لیے کہ اس کو معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے پیچھے بستر پر کیا چھوڑا ہے۔

(۵) سرمہ لگا کر سونا

آنکھ میں سرمہ لگانا مستحب ہے، آدمی کو چاہئے کہ ثواب کی نیت سے سونے کے وقت آنکھ میں سرمہ لگائے، سنت پر عمل ہوگا، اجر وثواب بھی ملے گا، آنکھ کے لیے بھی مفید ہوگا، من اکتحل فلیوتر والی حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ لگائے، یہی افضل ہے، بعض روایات میں داہنی آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائی سرمہ لگانا وارد ہوا ہے، حالات اور ضرورت کے اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ.

اثمد نامی سرمہ لگاؤ، وہ نگاہ کو روشن کرتا ہے اور پلکوں کو دراز کرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثًا فِي هَذِهِ وَثَلَاثًا فِي هَذِهِ.

(مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند عبد اللہ بن عباس: ۲۸۰۳، شعب الایمان، الملابس والزی، فصل فی الکحل: ۲۰۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی، جس سے ہر رات سوتے وقت آپ ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ لگایا کرتے تھے۔

(۶) داہنی کروٹ سونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی کروٹ آرام فرمایا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔

اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَنِ.

(رواہ البخاری عن البراء بن عازبؓ فی حدیث طویل، باب اذا بات طاھرا:۱۱؍۶۳)

داہنی کروٹ سونے کی حالت میں دل بائیں جانب ہونے کی وجہ سے لٹکتا رہتا ہے، اس وجہ سے جلد بیدار ہوگا۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

اطباء اور حکماء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ داہنی کروٹ سونا صحت کے لیے انتہائی مفید ہے۔ (فتح الباری، کتاب الاستیذان، باب الضجع علی الشق الایمن:۱۱؍۶۳)

(۷) داہنا ہاتھ گال کے نیچے رکھ کر سونا

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرمانے کا ارادہ فرماتے، تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ کر آرام فرماتے اور پھر تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے

اِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْقُدَ، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ الخ.

(رواہ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب مایقول عندالنوم:۱۵؍۲۷)

(۸) قبلہ رو سونا

حضرت ام سلمہؓ کے گھر والوں سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے، تو آپ کا سرِ مبارک مسجد کے پاس ہوتا۔

كَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهِ (سنن ابی داؤد، کتاب الآداب، باب کیف یتوجہ:۵۰۴۴)

مسجدِ نبوی کی مشرقی جانب حضراتِ ازواج مطہرات کے کمرے بنے ہوئے تھے، جب آرام فرماتے، تو گویا مشرقی جانب آپ کے پیر اور مغربی جانب آپ کا سرِ مبارک ہوتا، آپ داہنے پہلو پر لیٹتے، تو آپ کا چہرہ مبارک جانبِ قبلہ ہوتا (مدینے میں جانبِ جنوب قبلہ ہے)، لہٰذا جب ہم داہنی کروٹ لیٹیں، تو ہمارا چہرہ جانبِ قبلہ ہونا چاہئے، ہندو پاک میں قبلہ جانبِ مغرب ہے، ہمارا سر جانب شمال اور پیر جانبِ جنوب ہوں، جیسے قبر میں میت کو سلایا جاتا ہے، اس طرح سونے سے ہمارا چہرہ جانبِ قبلہ ہوگا، یہ صورت مستحب ہے۔

(۹) پیٹ کے بل نہ سونا

پیٹ کے بل (اوندھے منہ) سونا پسندیدہ طریقہ نہیں ہے؛ بلکہ شیطان کا طریقہ ہے، پیٹ کے بل سونا خلافِ فطرت بھی ہے، اس لیے بہت ممکن ہے کہ طبی اعتبار سے بھی نقصان کا سبب ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلَى بَطْنِهِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ لَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ.

(رواہ الترمذی، ابواب الآداب، باب کراھیۃ الاضطجاع علی البطن: ۲۷۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے پیٹ کے بل (اوندھے منہ) سوتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا: اس ہیئت وطریقے پر سونے کو اللہ پسند نہیں فرماتے ہیں۔

حضرت قیس غفاریؓ فرماتے ہیں:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان بنے اور ہم مسجد میں آرام کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصے میں ہمارے پاس تشریف لے آئے، مجھے پیٹ کے بل سوتا ہوا پایا، تو آپ نے اپنے پیر سے اشارہ کیا اور فرمایا:

مَا لَكَ وَلِهٰذِهِ النَّوْمَةِ؟ هٰذِهِ نَوْمَةٌ يَكْرَهُهَا اللّٰهُ، أَوْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ. (رواہ ابن حبان عن قیس الغفاریؓ، آداب النوم، باب بغض اللہ علی النائمین علی البطون: ۵۵۵۰)

تم اس طرح کیوں سو رہے ہو؟ اس طرح سونا اللہ کو پسند نہیں ہے۔

(۱۰) چت نہ سونا

چت لیٹ کر سونے سے احتیاط کرنی چاہئے، اس لیے کہ اس طرح سونے میں انسانی اعضاء کی نمائش کا خطرہ ہوتا ہے، اگر جسم کے اوپر کوئی چادر نہ ہو، تو یہ خطرہ مزید بڑھ جاتا ہے، نیز اس حالت میں ایک کھڑے پیر پر دوسرا پیر رکھیں، تو ستر کھلنے کا امکان بھی ہوتا ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سونے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَسْتَلْقِ الْإِنْسَانُ عَلَى قَفَاهُ وَيَضَعُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى. (صحیح ابن حبان، آداب النوم، باب بغض اللہ علی النائمین علی البطون: ۵۵۵۱)

کوئی انسان اپنی گُدی کے بل (چت) نہ سوئے اور ایک پیر کھڑا کر کے دوسرا پیر اُس پر نہ رکھے۔

یعنی تکان کی شدت یا کسی ضرورت کی وجہ سے چت سونے کی ضرورت پیش آئے، تو اس طرح لیٹ سکتا ہے؛ البتہ ایک پیر زمین پر بچھا کر دوسرا پیر اُس پر رکھے، چادر اوڑھ لے، اس صورت میں ستر کھلنے یا نظر آنے کا امکان کم ہوتا ہے، چت سو کر ایک پیر کھڑا کر کے اُس پر دوسرا پیر نہ رکھے؛ کیوں کہ اس صورت میں ستر نظر آنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۱) سونے کے وقت کی دعائیں

بستر پر باوضو آئے، بستر جھاڑ لے، سرمہ لگالے، پھر داہنی کروٹ لیٹ کر داہنے ہاتھ کو داہنے رخسار کے نیچے رکھ لے، پھر مندرجہ ذیل دعائیں پڑھے، بعض مواقع میں کئی دعائیں مروی ہوتی ہیں، ان سب دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے، بعض مقامات میں چند دعائیں وارد ہوتی ہیں؛ لیکن مقصود بعض مخصوص دعائیں ہوتی ہیں، سب پر عمل کی گنجائش نہیں رہتی، سونے کے وقت کی دعائیں عام ہیں، لہٰذا سب کو پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے، تو مندرجۂ ذیل دعا پڑھتے۔ (رواہ البخاری عن حذیفہؓ، باب ما یقول اذا نام: ۶۳۱۴)

(۱) اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا.

اے اللہ! تیرے نام سے سوتا ہوں اور تیرے نام سے جاگوں گا۔

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے، تو مندرجہ ذیل دعا کو تین مرتبہ پڑھتے تھے۔

(۲) اللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

(رواہ ابوداؤد عن حفصةؓ، کتاب الآداب، باب مایقال عند النوم: ۵۰۴۵)

اے اللہ! جس دن آپ اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھائیں، اس دن مجھ کو اپنے عذاب سے بچا لیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سویا کرو، تو مندرجہ ذیل دعا پڑھا کرو۔

(۳) بِاسْمِكَ رَبِّ وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ. (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ، باب التعوذ والقراءۃ عند المنام: ۶۳۲۰)

اے میرے رب! تیرے نام سے میں اپنا پہلو رکھتا ہوں، تیرے نام ہی سے اپنا پہلو اٹھا سکوں گا، اگر تو نے میری روح روک لی، تو اُس پر رحم فرما، اگر تو اس کو واپس کردے، تو اس کی حفاظت فرما، جیسے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(۱۲) سونے کے وقت کی سورتیں پڑھنا

سوتے وقت، آیۃ الکرسی، سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں، سورۃ الکافرون، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تلاوت کرے، پھر دونوں ہاتھوں کو جمع کر کے اُن میں دم کرے، پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے بدن پر جہاں تک ہو سکے تین مرتبہ پھیرے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل کا اہتمام فرماتے تھے، وفات کے قریب جب کہ آپ کے دست مبارک میں کمزوری پیدا ہوگئی تھی، تب حضرت عائشہؓ سے فرمایا: تم مذکورہ بالا سورتیں پڑھ کر مجھ پر ہاتھ پھیر دو، حضرت عائشہؓ نے پڑھ کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دم کیا، پھر خود حضرت عائشہؓ نے آپ کے دست مبارک کو آپ کے بدنِ مبارک پر پھیرا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ بِتَنْزِيلُ السَّجْدَةِ، وَبِتَبَارَكَ.

(رواہ الترمذی، ابواب الدعوات، باب ما جاء فی من یقرأ القرآن عند المنام: ۳۴۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ضرور ''الم السجدة'' اور ''سورۃ الملک'' پڑھا کرتے تھے۔

بستر پر پڑھے، یا سونے کے وقت سے پہلے پڑھے، بہر حال سونے سے پہلے پڑھنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

میں نے ایک دن شیطان کو پکڑ لیا، شیطان نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں چند کلمات بتاتا ہوں جن سے اللہ تمہیں فائدہ پہنچائیں گے، حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: بتاؤ، وہ کلمات کیا ہیں: اس نے کہا:

إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ: اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ، وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ.

جب تم بستر پر آؤ، تو آیۃ الکرسی پڑھو، اللہ کی طرف سے ایک نگرانی کرنے والا فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے، جو صبح تک تمہاری حفاظت کرتا ہے اور صبح تک کوئی شیطان تم سے قریب نہیں ہوسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَا! إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ، وَهُوَ كَذُوبٌ.

(رواہ البخاری عن ابی ھریرہؓ، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلا: ۲۳۱۱)

شیطان نے تم سے یقیناً سچ کہا؛ حالاں کہ وہ بہت جھوٹا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوفلؓ سے فرمایا: سورۃ الکافرون پڑھ کر سویا کرو، یہ سورت شرک سے براءت کا ذریعہ ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الآداب، باب ما یقال عند النوم: ۵۰۵۵)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ البَقَرَةِ، مَنْ قَرَأَ بِهِمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ.

(متفق علیہ، رواہ البخاری عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ، کتاب فضائل القرآن، باب من لم یر باس ان یقول سورۃ البقرۃ: ۵۰۴۰)

جو شخص کسی رات میں سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں ''آمن الرسول'' الخ پڑھے، وہ اس کے لیے کافی ہوجاتی ہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قیام اللیل میں تلاوت کے اعتبار سے کافی ہوجاتی ہیں، یہ آیتیں شرور ونقصانات سے حفاظت کے اعتبار سے کافی ہوجاتی ہیں، دونوں باتیں مراد ہوسکتیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سوتے وقت ''قل ھواللہ احد''، ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' پڑھتے تھے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو جمع فرما کر اس میں پھونک مارتے، پھر ہاتھ جہاں تک پہنچ سکتے، وہاں تک اپنے بدن پر پھیرا کرتے تھے۔ (رواہ الترمذی عن فروۃ بن نوفل رضی اللہ عنہ عن ابیہ، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی من یقرأ القرآن عند المنام: ۳۴۰۲)

سورۃ الفلق والناس کی برکت سے شیاطین، جنات، سحر اور بدنظری وغیرہ سے بھی حفاظت ہوجائے گی۔

(۱۳) تسبیحِ فاطمی کا اہتمام

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادم کی درخواست کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں خادم سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ پھر آپ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر آؤ، تو تینتیس مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہو، تینتیس مرتبہ ''الحمد للہ'' کہو اور چونتیس مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اُس دن کے بعد سے کبھی اِن تسبیحات کو ترک نہیں کیا، آپ سے پوچھا گیا: جنگِ صفین کی رات بھی آپ نے اس تسبیح کو نہیں چھوڑا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، اُس رات بھی میں نہیں چھوڑا۔

(رواہ البخاری عن علی رضی اللہ عنہ، کتاب النفقات، باب خادم المرأۃ: ۵۳۶۲)

سب سے آخر میں مندرجہ ذیل دعا پڑھے، پھر بات چیت کئے بغیر سو جائے۔

جو آدمی باوضو داہنی کروٹ لیٹ کر اس دعا کو پڑھے، پھر بات چیت کیے بغیر سو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ،

اگر وہ شخص اسی حال میں مرجائے، تو اس کو ایمانی موت نصیب ہوگی۔

اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ. (رواہ البخاری عن البراء بن عازبؓ، باب اذا بات طاھرا: ۶۳۱۱)

اے اللہ! میں اپنی ذات کو تیرے سپرد کرتا ہوں، میرے امور و احوال کو تیرے حوالے کرتا ہوں، میں نے تجھ سے امید اور تیرے خوف کے ساتھ میری پیٹھ تجھ سے لگادی ہے، (تو ہی میرا سہارا ہے) تیرے عذاب سے بچنے کے لیے کوئی ٹھکانہ اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے، اے اللہ! میں تیری اُس کتاب پر ایمان لے آیا جس کو تو نے نازل فرمایا اور اُس رسول پر ایمان لے آیا جس کو تو نے مبعوث فرمایا۔

سونے کے وقت دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، شیطان نہیں چاہتا ہے کہ مسلمان سونے کے وقت مسنون دعاؤں اور سنتوں پر عمل کر کے سوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دو عمل ایسے ہیں جو نہایت آسان ہیں، جو اِن کا اہتمام کرے گا، وہ جنت میں ضرور جائے گا، سنو! وہ دو عمل نہایت آسان اور اور اُن پر عمل اور پابندی کرنے والے بہت کم ہیں، (پہلا عمل) ہر فرض نماز کے بعد ''سبحان اللہ'' دس مرتبہ، ''الحمد للہ'' دس مرتبہ اور ''اللہ اکبر'' دس مرتبہ، یہ کلمات عدد کے لحاظ سے ایک سو پچاس ہوئے، میزانِ عمل کے اعتبا سے ڈیڑھ ہزار ہوئے۔

(دوسرا عمل یہ ہے کہ) جب رات میں بستر پر آئے، تو ''سبحان اللہ'' تینتیس مرتبہ،

''الحمدللہ''، تینتیس مرتبہ اور''اللہ اکبر'' چونتیس مرتبہ پڑھے، عدد کے اعتبار سے سو تسبیحات ہوئیں اور میزان عمل کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں، حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگلیوں پر ان اعمال کا اہتمام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! یہ عمل آسان ہیں، عمل کرنے والے کم کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوتے وقت شیطان تمہارے پاس آتا ہے، ان اذکار و تسبیحات کو پڑھنے سے غافل کر کے سلا دیتا ہے، نماز کے بعد آتا ہے، ان تسبیحات کو پڑھنے سے غافل کر دیتا ہے، (ذہن کو کسی دوسری طرف موڑ دیتا ہے، اس شیطانی چال اور مکروفریب کی بنا پر ان اعمال کو کرنے والے کم ہوتے ہیں)۔ (رواہ ابوداؤد، کتاب الآداب، باب التسبیح عند النوم: ۵۰۶۵)

نیند نہ آئے، تو یہ دعا پڑھے

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

مجھے راتوں میں نیند نہیں آتی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل دعا سکھائی:

اللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُومُ، وَهَدَأَتِ الْعُيُونُ، وَأَنْتَ حَيٌّ قَيُّومٌ، لَا تَأْخُذُكَ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ، يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ، أَنِمْ عَيْنِي وأَهْدِأْ لَيْلِي.

اے اللہ! ستارے غائب ہو چکے ہیں، (عام لوگوں کی) آنکھیں پرسکون ہوگئیں، آپ حی قیوم ہیں، آپ کو اونگھ اور نیند نہیں آتی ہے، اے حی قیوم!

مجھے نیند عطا فرمادے، میری رات کو پرسکون بنادے۔

میں نے اس دعا کا اہتمام کیا، اللہ نے میری شکایت دور کر دی۔

(رواہ ابن السنی فی الیوم واللیلۃ: باب مایقول اذا اصابہ الارق، والطبرانی: ۴۸۱۷)

(۱۴) برا نظر خواب نظر آنے پر شیطان سے پناہ طلب کرنا

سونے میں ڈر، وحشت یا خوف محسوس ہوتا ہو، یا کسی مخصوص جگہ میں سونے سے خوف و وحشت معلوم ہوتی ہو، یا رات یا دن میں سوتے ہوئے کوئی برا اور ڈراؤنی خواب نظر

آ ئے ،گھبرا کر بیدار ہو جائے ،تو مندرجہ ذیل دعا پڑھے،شیاطین اور شریر جنات سے حفاظت ہو جائے گی۔

حضرت ولیدؓ بن ولید کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحشت اور گھبراہٹ کی شکایت کی ،عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أَجِدُ وَحْشَةً،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ ،فَقُلْ:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ، فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّكَ، وَبِالْحَرِيِّ أَنْ لَا يَقْرَبَكَ . (مسند احمد، حدیث الولید بن ولید: ۱۶۵۷۳)

میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ سے اس کے غضب، اس کی سزا، اس کے بندوں اور شیاطین کے شر اور ان کے حاضر ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں، (اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ) شیاطین قریب نہیں آئیں گے اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ، وَالحُلمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلُمًا يَخَافُهُ ،فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ.

(رواہ البخاری عن ابی قتادۃؓ، کتاب بدأ الخلق، باب صفة ابلیس وجنودہ: ۳۲۹۲)

سچے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں، خیالی اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، جب تم میں سے کوئی شخص برا اور ڈراؤنی خواب دیکھے، تو بائیں جانب (شیطان کی حقارت اور اس کی تذلیل کے لیے) ہلکے سے تین بار تھوکے اور برے خواب سے اللہ کی پناہ طلب کرے، ان شاء اللہ اس کو برے خواب سے نقصان نہیں ہوگا۔

(۱۵) بیدار ہونے کے بعد آنکھوں کو ملنا

سوکر اٹھنے کے بعد آنکھوں کو ملنے سے نینداور غنودگی دور گی، پھر عبادت وغیرہ میں نشاط پیدا ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ.

(رواہ البخاری عن ابن عباسؓ فی حدیث طویل، کتاب الوضوء، باب قراءۃ القرآن بعد الحدث: ۱۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر بیٹھے، پھر اپنے چہرے سے نیند کے اثرات کو دور فرمایا، پھر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتوں کی تلاوت فرمائی۔

(۱۶) سوکر اٹھنے کے بعد دعا پڑھنا

انسان کی زندگی اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے آخرت کی تیاری کے لیے ہے، جب انسان سو گیا، تو زندگی کے اِس حصے میں کوئی عمل نہیں کرسکا، جب اللہ نے اس کو نیند سے بیدار کیا، تو اس کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی، مزید اعمال کے ذریعے آخرت کی تیاری کا موقع نصیب ہوا، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، نیک توفیق کی دعا مانگنی چاہیے اور اس بات کا استحضار رکھنا چاہیے کہ جس طرح چند گھنٹوں کے لیے نیند طاری کی گئی، پھر بیدار کردئے گئے، اسی طرح ایک دن ہمیشہ کی نیند سلانے دینے کے بعد پورے عالم کو قبروں سے اٹھا کر محشر میں کھڑا کردیا جائے گا، پھر ربِ کائنات کے حضور حاضر کردیا جائے گا، اس لیے ہمیشہ آخرت کی فکر وتیاری کرنی چاہیے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر مندرجہ ذیل دعا پڑھتے تھے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ ـ ـ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ قَالَ:

اَلحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ.

(رواہ بخاری، کتاب التہجد، باب مایقول اذا اصبح: ۶۳۲۴)

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم پر موت طاری کرنے کے بعد (دوبارہ) زندگی عطا فرمائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ ،عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ، فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ، فَذَكَرَ اللهَ، انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ، انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

(رواہ البخاری، کتاب التہجد، باب عقد الشیطان: ۱۱۴۲)

جب انسان سوتا ہے، تو شیطان اُس کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے کہ رات لمبی ہے (نماز تہجد اور نماز فجر چھوڑ کر) سوجا، (گویا شیطان انسان پر سحر اور جادو کردیتا ہے؛ تاکہ اس پر شیطانی اثرات ہوجائیں، طاعات میں سستی اور کاہلی پیدا ہوجائے اور طاعات سے محروم ہوکر معاصی میں مبتلا ہوجائے)۔

جب وہ بیدار ہوتا ہے، اللہ کا ذکر کرتا ہے (سوکر اٹھنے کی دعا پڑھتا ہے) ایک گرہ کھل جاتی ہے، جب وضو کرتا ہے، تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، جب نماز پڑھتا (تہجد، یا فجر کی سنت یا فجر کی نماز) تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، (شیطانی اثرات مکمل طور سے ختم ہو جاتے ہیں) پھر وہ چست اور تازہ دم ہوکر صبح کرتا ہے، (شام تک ایسے ہی تازہ دم اور چست رہے گا) ورنہ (وضو نہیں کرتا ہے، دعا اور نماز نہیں پڑھتا ہے، تو) سست اور کاہل بن کر صبح کرتا ہے (پھر شام تک ایسے ہی سست اور کاہل رہے گا، کوئی کام دل چسپی سے نہیں کرے گا)

عبد اللطیف قاسمی

بروز اتوار ۳/رجب المرجب ۱۴۴۶ھ ۵/جنوری ۲۰۲۵ء

دینی اسفار سے واپسی پر اسلامی ہدایات

- توفیقِ عمل پر شکر گزاری
- عمل کی تکمیل پر دعا
- عمل میں ہونے والی کوتاہی پر استغفار
- قبولیتِ عمل کی امید
- دینی سفر سے واپسی کے بعد اعمال کا اہتمام
- حج وعمرے سے واپسی کے بعد
- علمی سے سفر سے واپسی کے بعد تبلیغی سفر سے واپسی کے بعد
- اصلاحی سفر سے واپسی کے بعد

دینی اسفار سے واپسی پر اسلامی ہدایات

آدمی جس سے سفر سے واپس آتا ہے، اس کے اثرات بھی ساتھ لاتا ہے، دینی سفر ہو، تو دینی جذبات اور اعمال کی فکر کے ساتھ لوٹتا ہے، معصیت کا سفر ہو، تو عمل بے زاری کے ساتھ واپس ہوتا ہے، مسلمان اپنی ذاتی ضروریات کے علاوہ دینی اسفار: حج وعمرے کا سفر، حصول علم کے لیے سفر، دعوت وتبلیغ کا سفر اور اللہ والوں کی خدمت میں حاضری اور استفادے کے لیے سفر کرتا ہے، یہ اسفار یقیناً طاعت ونیکی کے بابرکت اسفار ہیں، جب کوئی آدمی ان سفروں سے واپس آئے، تو آدمی کی زندگی میں اس کے اثرات باقی رہنے چاہئیں، سفر کے اثرات کا حضر میں باقی رہنا سفر کی قبولیت کی علامت ہے۔

توفیقِ عمل پر شکر گزاری

حج وعمرے کی توفیق، دعوت وتبلیغ، حصول علم اور اصلاحِ باطن کے لیے سفر کی توفیق میسر ہوئی، ان اعمال کی توفیق کو محض اللہ کا فضل وکرم سمجھے، اس کا شکر ادا کرے، ہم نے سعی وکوشش کی، اللہ نے قبول فرمایا، جس بندے کو وہ چاہتا ہے، اس کو توفیق دیتا ہے، اللہ کا احسان وکرم ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی، جو بھی نعمت میسر آتی ہے، نیکی کی جو توفیق ملتی ہے، وہ محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ (النحل: ۵۳)

اللہ تعالیٰ نے روزوں اور فریضہء حج کی ادائیگی پر شکر گزاری کا حکم دیا ہے، روزوں اور حج کی عظیم الشان عبادات کی تکمیل پر ادائے شکر کے لیے نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ رکھی گئیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں سورۃ النصر نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سنائی گئی کہ تبلیغِ دین کے سلسلے میں آپ کی ذمہ

داری پوری ہوگئی ہے، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے، آپ کا فریضہ پورا ہوگیا ہے، لہذا آپ (اس عمل پر شکرادا کرتے ہوئے) اللہ کی حمد اور پا کی بیان فرمائیں اور (اس فریضے کی ادائیگی میں رہ جانے والی کوتاہیوں اور تقصیرات پر) توبہ واستغفار کیجئے، وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فریضے کی ادائیگی پر شکر، عمل میں پائی جانے والی کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کر حکم دیا گیا ہے، حقیقت میں ایمان والوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنایا گیا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ! آپ کثرت سے

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ .

پڑھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے سورۃ النصر میں خبر دی کہ میں اپنی امت میں علامت دیکھوں، جب میں نے بکثرت لوگوں کو اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا، تو میں نے ان کلمات کو بکثرت پڑھنے لگا ہوں۔

(مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود: ۴۸۴)

عمل کی تکمیل پر دعا

کسی انسان سے اللہ تعالیٰ کے شایان شان عبادت واطاعت ممکن نہیں، ہر شخص اپنی قوت وہمت کے بقدر کام کرتا ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ کوئی بھی بڑا عمل کرے، تو اس پر ناز نہ کرے؛ بلکہ الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرے کہ میرا یہ عمل قبول ہوجائے، اسی لیے ہر عمل صالح کے بعد دعا کرنا مستحب ہے، چناں چہ نماز سے فراغت اور افطاری کے وقت کی دعا اسی قبیل سے ہے۔

بیت اللہ شریف کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غایتِ عجز اور کمالِ تواضع سے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارا عمل اِس قابل نہیں کہ مقبول ہو؛ لیکن اگر تیرے لطف وعنایت سے قبول ہوجائے، تو تیرا فضل وکرم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرة:۱۲۷)

(یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام خانہء کعبہ کی بنیادیں بلند رہے تھے (دونوں دعا کر رہے تھے) کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے، بے شک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

عمل میں ہونے والی کوتاہی پر استغفار

کسی عمل کو کرنے کے بعد اس کی قبولیت کا علم نہیں ہوتا، اس لیے استغفار کرے اور قبولیت کی دعا کرے، کوئی بھی انسان اللہ کی عبادت کما حقہ ادا نہیں کرسکتا ہے، اس میں دانستہ، نہ دانستہ کوتاہی ہو جاتی ہے، اس کی تلافی اور قبولیت کے لیے دعا کرے۔

نماز اور دیگر اعمال میں غفلت وغیرہ کے تعلق سے جو کوتاہی رہ جاتی ہے، اس کی تلافی کے لیے عمل کے بعد استغفار ہے، نیک عمل کے بعد استغفار کرنا قرآنِ پاک کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ سے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔

(مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ:۵۹۱)

''سورۃ الذاریات'' میں اللہ نے متقیوں کی صفات بیان فرمائی ہیں: ان میں سے ایک صفت: متقی لوگ رات کو تھوڑا سوتے ہیں اور صبح کے وقت (رات کے آخری حصے) میں معافی مانگتے ہیں۔ (الذاریات:۱۷،۱۸)

یعنی رات کا اکثر حصہ عبادتِ الٰہی میں گذارتے اور سحر کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی ہے، تو اللہ سے اپنی تقصیرات پر معافی مانگتے ہیں: الٰہی! حقِ عبودیت ادا نہ ہو سکا، جو کوتاہی رہی، اپنی رحمت سے معاف فرما دیجیے، کثرتِ عبادت ان کو مغرور نہیں کرتی؛ بلکہ جس قدر بندگی میں ترقی کرتے جاتے ہیں خشیت وخوف بڑھتا جاتا ہے۔

(فوائد عثمانی، الذاریات)

قبولیتِ عمل کی امید

حج وعمرہ، تبلیغی اور اصلاحی اسفار سے واپس ہونے والوں کے لیے چاہئے کہ جب گھر لوٹنے کا ارادہ کریں، تو سفر میں جان بوجھ کر، انجانے میں اور بھول چوک سے جو گناہ، کوتاہیاں اور غلطیاں ہوگئیں ہوں، ان سے توبہ واستغفار کریں، اپنے سفر کی قبولیت کے لیے دعائیں کریں، اے اللہ! تونے اپنے فضل سے حج وعمرے کی توفیق دی، اپنے فضل سے ان کو قبول بھی فرما، اس سفر میں جن اعمال کی تونے توفیق دی، ان کو بھی قبول فرما، اللہ کی کریم ذات سے قوی امید رکھے کہ جس رب نے مجھے حج وعمرے کی سعادت بخشی ہے، وہ رب اس سفر میں ہونے والی لغزشوں اور کوتاہیوں کو درگذر اور معاف فرما کر حج، عمرہ اور دیگر اعمال کو بھی قبول کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي الخ

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ، کتاب التوحید، باب ویحذرکم اللہ نفسہ: ۷۴۰۵)

میں اپنے بندے کے گمان اور امید کے موافق اُس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔

یعنی میرے ساتھ گمان کرتا ہے کہ میں معاف کروں گا، تو میں اُس کے ساتھ رحم وکرم، عفو درگذر کا معاملہ کروں گا، اللہ کی رحمت کی امید رکھنا مومن کی شان ہے، اگر وہ میرے سے یہ گمان وخیال کرتا ہے کہ میں اس کو معاف نہیں کروں گا اور مایوسی کا شکار ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا، اس لیے کہ اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے تین دن قبل ارشاد فرمایا:

لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللهِ الظَّنَّ.

(اخرجہ مسلم عن جابرؓ، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب حسن الظن باللہ: ۲۸۷۷)

تم میں سے کسی کو موت نہیں آنی چاہئے؛ مگر اس حال میں کہ اس کو اللہ کے ساتھ اچھا گمان اور اچھی امید ہو۔

لہٰذا سفر سے واپس ہونے والوں کو چاہئے کہ اللہ کی ذات سے قوی امید کہ رکھیں کہ

جس رب نے ہمیں حج وعمرے کی توفیق دی، وہ رب اس سفر میں ہونے والی لغزشوں اور کوتاہیوں کو درگذر فرما کر معاف فرمائے گا اور قبول بھی کرے گا۔

دینی سفر سے واپسی کے بعد اعمال کا اہتمام

دینی سفر سے واپس آنے کے بعد حضر اور حالتِ اقامت میں سفر کے اعمال اور سفر میں جن اعمال کی تربیت حاصل کی ہے، ان پر عمل کرتا رہے، حج اور عمرے کی برکت سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، حاجی گناہوں سے پاک وصاف ہوکر لوٹتا ہے، واپس آکر دوبارہ معاصی میں مبتلا نہ ہو، سفر حج وعمرہ میں حرمین کے مقدس مقامات میں عبادت کا ماحول رہتا ہے۔

تبلیغی جماعت میں نکلنے کے بعد دنیوی مشاغل اور کاروبار سے علاحدگی، اعمال کے مذاکروں اور مسجد کے ماحول کی وجہ سے اعمال کا اہتمام بہت آسان ہے۔

اسی طرح شیخِ طریقت کی صحبت میں رہتے ہوئے اعمال کا اہتمام بہت آسان ہوتا ہے؛ لیکن جب اپنے علاقے، بستی اور گھریلو ماحول اور اپنی دنیوی مشاغل میں مشغول ہوجاتے ہیں، تو رفتہ رفتہ اعمال اور اعمال کی کیفیات اور اعمال کے شوق میں کمی شروع ہوجاتی ہے، اس کے بعد اعمال سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں، اسی کے بارے میں اللہ والوں نے کہا: جہادِ اصغر آسان ہے، جہادِ اکبر نہایت مشکل یعنی ظاہری دشمنوں سے مقابلہ آسان ہے، تمام امور میں شریعت وسنت پر عمل کرتے ہوئے نفس وشیطان سے مقابلہ کرنا نہایت دشوار ہے۔

حج وعمرے سے واپسی کے بعد

حج وعمرے کا سفر کیا ہے، حج وعمرے کی قبولیت کی ظاہری علامت یہ ہے کہ انسان کے اندر اعمال کا شوق اور اللہ کی خشیت پیدا ہو، معاصی سے تنفر ہونے لگے، دنیا کی محبت کم ہو جائے، آخرت کا شوق بڑھ جائے، یہ کیفیات سفر حج وعمرے سے واپس ہونے کے بعد بھی باقی رہنی چاہئیں، ان کیفیات کو باقی رکھنے کے لیے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات اور دعاؤں کا اہتمام رکھے، اپنے تمام معاملات میں ہر وقت آخرت کو پیش نظر رکھے،

شریعت وسنت کو ترجیح دے،نفسانی خواہشات سے گریز کرتا رہے۔

علمی سفر سے واپسی کے بعد

حصول علم کے لیے سفر کیا ہے،کئی سال مدارس میں لگائے،قرآن پاک حفظ کیا،عالم بنے، مدارس کے ماحول،اساتذہ کی نگرانی میں رات دن گذارے،مدارس کے معمولات یومیہ کا اہتمام کیا،باجماعت نماز،تلاوت قرآن اور صبح وشام کے ادعیہ واذکار کا اہتمام،قرآن وحدیث کے اسباق میں شرکت،غیر درسی مطالعہ کا انہمام، لکھنے پڑھنے کا شوق، بوقت ضرورت اساتذہ،ساتھیوں اور مدرسے کی خدمت وغیرہ اعمال میں مصروف رہتے تھے، گھر آنے کے بعد یہ تمام اعمال باقی رہنے چاہئیں،تب ہی اپنی ذات کو فائدہ ہوگا،علمی مزاج بنے گا،مطالعے کی عادت باقی رہے گی،اعمال کی پابندی رہے گی،اللہ تعالیٰ اس طرح کے بندوں کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرماتے ہیں،گھر واپس آنے کے بعد تمام اعمال کو چھوڑ دیا،تو مدرسوں میں آٹھ دس سال لگانے کا حاصل کچھ نہیں نکلے گا۔

تبلیغی سفر سے واپسی کے بعد

تبلیغی سفر میں نکلنے کے بعد نمازوں کا اہتمام،سنتوں کی پابندی،نوافل اور تہجد کا اہتمام،اعمالِ دعوت: روزانہ کا مشورہ، روزانہ کی تعلیم،عمومی گشت وبیان میں شرکت، دینی باتوں کے مذاکرے،سیکھنا اور سکھانا کے عمل، دین کی نسبت پر خصوصی اور عمومی ملاقاتیں وغیرہ کا اہتمام ہوتا ہے،جب تبلیغی سفر سے واپس آئے،تو ان تمام اعمال کا اہتمام کرے، مسجد وار جماعت کے مشورے میں شرکت، روزانہ کی ملاقات کا اہتمام،گھر اور مسجد کی تعلیم میں شرکت، ہفتہ واری گشت، ماہانہ تین دن خروج کا اہتمام اور سالانہ چلے کی ترتیب پر قائم رہے۔

اصلاحی سفر سے واپسی کے بعد

اللہ والوں کی صحبت میں وقت گذار کر آئے ہیں، دل میں اعمال کا شوق پیدا ہوا ہے، روحانی امراض سے بچنے کا عزم کیا ہے،تو اپنے مقام پر آنے کے بعد ان پر قائم رہیں، شیخ اور اللہ والوں نے روزِ مرہ کے جو معمولات: تلاوت،تسبیحات،تہجد،مراقبہ وغیرہ کا اعمال

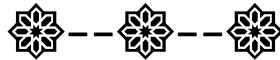
کے اہتمام کا حکم دیا ہے، ان کی پابندی کرے۔

غرض جس مقصد کے لیے سفر کیا ہے، سفر سے واپس آنے کے بعد اس مقصد پر باقی رہے، اسی صورت میں اس کا سفر کامیاب ہوگا، اللہ تعالیٰ اس طرح کے دینی اسفار کی توفیق دیں گے، دینی سفر کے بعد واپس آکر پچھلی زندگی کی طرف لوٹ گیا، تو اس کا سفر کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہوں گے، اس سفر سے پہلے جیسی زندگی تھی، دوبارہ ویسے ہی رہے گی، تو پھر سفر کے اخراجات، سفر کی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرنے، اہل وعیال سے دوری اور کاروبار سے علاحدگی اختیار کرنے کی ضرورت کیا تھی؟

اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''خر یوسف گر کعبہ رود، خر ہی باشد''

حضرت یوسف علیہ السلام کا گدھا جس پر آپ نے کعبہ کا سفر کیا تھا، اگر کعبہ کی طرف جاتا ہے، تو وہ گدھا ہی رہتا ہے، اس میں کوئی کمال اور فضیلت پیدا نہیں ہوگی، اسی طرح جو انسان مقدس اور دینی سفر میں جائے اور اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی نہ لائے، تو اس کے مقدس اور دینی سفر سے اس میں کوئی کمال پیدا نہیں ہوگا، تو وہ گدھے ہی طرح ہے۔



نمازِ تہجد اہمیت، فضیلت اور پڑھنے کا طریقہ

نماز تہجد اہمیت، فضیلت اور اس کا طریقہ

نمازِ تہجد کی اہمیت

رات کا آخری حصہ نہایت بابرکت حصہ ہے جو رحمتِ خداوندی کے نزول، دعاؤں کی قبولیت اور اللہ سے قرب ومناجات کا وقت ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف اپنی خاص شانِ رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں، ان کو دعا اور استغفار کے لیے آواز لگاتے ہیں، اللہ کے نیک ومقرب بندے کھڑے ہوتے ہیں، اس سے لو لگاتے ہیں اور راز ونیاز کی باتیں کرتے ہیں۔

نماز تہجد عظیم ترین دولت، تقربِ الٰہی کا خاص ذریعہ اور ہر دور کے نیک بندوں کا طریقہ ہے، نماز تہجد مومن کا قابل فخر عمل ہے، نمازِ تہجد نفس کی تربیت، گناہوں کی معافی، گناہوں سے حفاظت اور رب سے لینے کا ذریعہ ہے۔

رات کی گہری میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑنا انسانی طبیعت پر کافی گراں ہوتا ہے، جو بندے لوگوں کے آرام اور خوابِ غفلت میں محو ہونے کے وقت اپنے آرام اور آرام دہ بستر کو چھوڑ کر اپنے رب کے سامنے نیاز مندانہ کھڑے ہوتے ہیں اور سربسجود ہوتے ہیں، ان کی یہ ادا و قربانی اللہ کو بہت پسند آتی ہے، اسی قربانی اور عشقِ الٰہی کی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں، ان کے تعلق مع اللہ اور قربِ خداوندی میں ترقی ہوتی ہے، اللہ اُن کی تعریف وتوصیف اور ان پر فخر فرماتے ہیں۔

اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ، عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا. (بنی اسرائیل:۷۹)

نماز تہجد پڑھا کرو کہ وہ تمہارے لیے نفل ہوگی، امید ہے کہ تمہارا رب، تمہیں مقام محمود عطا کرے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ، يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي ،فَأَغْفِرَ لَهُ.

(رواہ البخاری، کتاب التہجد، باب الدعاء فی الصلاۃ من آخر اللیل: ۱۱۴۵)

ہر رات آخری تہائی حصے میں ہمارے رب آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: کون ہے؟ جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا کو قبول کروں، کون ہے؟ جو مجھ سے مانگے کہ میں اس کو عطا کروں، کون ہے؟ جو مجھ سے معافی مانگے کہ میں اس کو معاف کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کے آخری حصے میں اللہ اپنی خاص رحمت کے ساتھ بندوں کی طرف متوجہ ہوکر ان کو دعا واستغفار کی دعوت اور قبولیت کا یقین دلاتے ہیں، کاش ہمیں اس وقت اس کے سامنے کھڑا ہونا نصیب ہوجائے، اللہ ہمیں بھی اپنے مقرب بندوں کے قدموں میں جگہ نصیب فرمادے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ.

(رواہ مسلم، کتاب المسافرین، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیھا الدعاء: ۷۵۷)

رات میں ایک قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے جو بندہ اس کو پالیتا ہے اور اس میں دنیا وآخرت کی بھلائی طلب کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو نوازتے ہیں، یہ قبولیت کی گھڑی ہر رات آتی ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الآخِرِ، فَإِنْ

اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ .

(رواہ الترمذی، ابواب الدعوات: ۳۵۷۹)

بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے، اگر تم اُن لوگوں میں شامل ہو سکتے ہو جو اس وقت اُس کو یاد کرتے ہیں، ضرور شامل ہو جانا۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ، وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک، کتاب الوتر من صلاۃ التطوع: ۱۱۵۶)

تم قیام اللیل کو لازم پکڑ لو؛ کیوں کہ قیام اللیل تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے، رات کا قیام اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ، گناہوں کے لیے کفارہ اور گناہوں سے روکنے والی عبادت ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین حاضر ہوئے، عرض کیا:

يَا مُحَمَّدُ، عِشْ مَا شِئْتَ، فَإِنَّكَ مَيِّتٌ،

اے محمد! جتنے دن چاہو، زندگی گذارو، آخر کار تمھیں مرنا ہے،

وَأَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبْتَ، فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ،

جس سے چاہو، محبت کرو، آخر کار تم کو اُس سے جدا ہونا ہے،

وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ، فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ،

جو چاہے عمل کرو، تمھیں اس کا بدلہ ضرور دیا جائے گا،

ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ!

پھر فرمایا: اے محمد!

شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُ اللَّيْلِ، وَعِزُّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ.

(رواہ الحاکم عن سھل بن سعدؓ، کتاب الرقاق: ۷۹۲۱)

مومن کے لیے شرافت اور عزت کی چیز قیام اللیل اور تہجد ہے، اس کی عزت لوگوں

سے مستغنی ہونے میں ہے۔

نمازِ تہجد کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ، بَعْدَ الْفَرِيضَةِ، صَلَاةُ اللَّيْلِ.

(مسلم، کتاب الصوم، باب فضل الصوم من المحرم: ۱۱۶۳)

رمضان کے روزوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا روزہ محرم کا روزہ ہے، فرض نمازوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز صلاۃ اللیل ہے (تہجد کی نماز ہے)۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لے آئے، تو لوگ تیزی سے آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، میں بھی حاضر ہوا، میں نے جب آپ کے چہرۂ انور کو دیکھا، تو سمجھ گیا کہ یہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت سب سے پہلی بات جو ارشاد فرمائی، وہ یہ تھی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا، وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِسَلَامٍ.

(رواہ الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق: ۲۴۸۵)

اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کا معاملہ کرو، جب لوگ خوابِ غفلت میں سو رہے ہوں، تو تم تہجد کی نماز پڑھو، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ فِي الجَنَّةِ لَغُرَفًا تُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا، فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ،

وَصَلَّى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ، وَالنَّاسُ نِيَامٌ.

(رواہ الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ غرف الجنۃ: ۲۵۲۷)

جنت میں ایسے بالا خانے ہیں (جو آبگینوں کے مثل ہیں) جن کے اندر سے باہر کی چیزیں، باہر سے اُن کے اندر کی چیزیں نظر آتی ہیں، ایک دیہاتی صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لیے تیار کئے گئے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اچھی (نرم اور شیریں) گفتگو کریں، (بطور مہمان نوازی، خاطر داری اور غرباء پروری) لوگوں کو کھانا کھلائیں، ہمیشہ (مسنون ومستحب) روزے رکھیں اور رات میں اللہ کے لیے تہجد پڑھیں جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

نمازِ تہجد عباد الرحمن کا وظیفہ

نمازِ تہجد عباد الرحمن کا وظیفہ ہے، یعنی رحمن کے خاص عبادت گزار بندوں کا طریقہ ہے جو اُس کی رحمت کے یقیناً مستحق ہیں، چناں چہ سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے:

وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ۝۶۴ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝۶۵ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝۶۶ (الفرقان: ۶۴-۶۶)

(رحمن کے خاص بندے) اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب سے ہمیں بچالیجئے! یقیناً اس کا عذاب آنے والا ہے اور جہنم بہت بری جگہ ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز تہجد میں طویل قیام اور طویل سجدے مطلوب ہیں، رحمن کے بندے وہ ہیں جو اللہ کی رحمت کے طالب ہیں، اُن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ سجود اور قیام میں رات گذارتے ہیں۔

اللہ نے ایک دوسرے مقام پر نیک بندوں کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۶ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (الم السجدۃ:۱۶،۱۷)

اللہ کے نیک بندوں کے پہلوان کے بستروں سے الگ ہوتے ہیں، وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے دئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، کسی انسان کو خبر نہیں ہے کہ ان اعمال کے بدلے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کیا نعمتیں اللہ نے چھپا کر رکھی ہیں۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہمارا رب دو شخصوں سے بہت خوش ہوتا ہے، جن میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے بستر، اپنے لحاف، اپنے محبوب اور اپنے گھر والوں کے درمیان سے اٹھ کر نماز کے لیے کھڑا ہوتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کو دیکھو: اپنے بستر، لحاف اور گھر والوں کے درمیان سے ثواب کی رغبت اور میرے عذاب کا خوف کرتے ہوئے نماز کے لیے اٹھ کر کھڑا ہوا ہے۔ (مجمع الزوائد، ابواب العیدین، باب فی صلاۃ اللیل:۳۵۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک خواب دیکھا، انہوں نے اپنی بہن حضرت حفصہؓ کو سنایا، حضرت حفصہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ نیک انسان ہیں، کاش وہ تہجد کا اہتمام کرتے! رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ رات میں کچھ دیر آرام فرماتے تھے، بقیہ ساری رات تہجد اور نوافل میں گذارتے۔ (رواہ البخاری، کتاب المناقب، مناقب عبداللہ بن عمرؓ:۳۷۳۹)

نماز تہجد عبدیت و امتنان کا مظہر

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

اِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا الخ. (رواہ البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب لیغفر اللہ لک:۴۸۳۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں میں تہجد پڑھا کرتے تھے؛ یہاں تک کہ نماز میں کھڑے کھڑے پاؤں میں ورم آجاتا تھا، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردئے ہیں، پھر بھی آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: کیا اللہ کا شکرگزار بندہ بننا مجھے پسند نہیں ہے؟

حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَهُوَ يُصَلِّي، وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ، يَعْنِي: يَبْكِي. (النسائی، کتاب السھو، باب البکاء فی الصلوٰۃ: ۱۲۱۴)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز (تہجد) میں مصروف ہیں، آپ کے سینے سے ہانڈیا کے پکنے کی طرح آواز نکل رہی ہے، یعنی اللہ کے خوف وخشیت سے گھٹ گھٹ کر رو رہے ہیں۔

احادیث صحیحہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد نہایت تفصیل سے مذکور ہے، کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں صرف ایک آیت پڑھتے پڑھتے صبح کردیتے، حضرت ابوبکر صدیق نماز تہجد میں اس قدر روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آجاتا تھا، بعض حضرات صحابہ صرف ایک رات میں صلاۃ اللیل میں قرآن مکمل کرلیا کرتے تھے، عام حضرات صحابہ، تابعین، ائمہ اربعہ، محدثین اور مشائخ عموماً نماز تہجد کا اہتمام کرتے تھے، دن کو مخلوق کی ضروریات کی تکمیل میں اور رات کو خالق کو راضی کرنے میں لگاتے تھے، خیر القرون میں شب بیداری سے متعلق غلام و باندیوں کے بے شمار حیرت انگیز واقعات تاریخ وسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں، وہ حضرات رات کے آخری حصے کی قدر و قیمت کو جانتے تھے، اس کو وصول کرلیا کرتے تھے، افسوس صد افسوس! آج ہم کس قدر غافل اور ناقدری میں مبتلا ہیں۔

دینی خدام سے گزارش

ہم طلبہ، علماء، دین کے خدام، مشائخ کی خدمت میں بغرض اصلاح حاضر ہونے والے اور دعوت وتبلیغ میں اپنی جان ومال لگانے والوں کو چاہئے کہ اپنی راتوں کو عبادت

وریاضت سے روشن رکھیں، دن کو دین کی خدمت میں لگائیں، اللہ کے بندوں کو دین سکھانے اور دین کی باتیں ان تک پہنچانے میں لگائیں، اللہ سے عرض و نیاز اور اس کو منانے میں راتوں کو لگائیں، جن علماء، مشائخ اور اکابر پر ہم فخر کرتے ہیں، وہ دن میں شہسوار ہوتے تھے، راتوں میں خدا کے حضور آہ وزاری کرتے تھے، اللہ ان نفوس قدسیہ اور ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازتے تھے اور ان کی خدمات نتیجہ خیز اور ثمر آور ہوا کرتی تھیں، آج ہم نے نالہ نیم شبی کو چھوڑ کر بے شمار خدمات انجام دیتے ہیں؛ لیکن ہمیں وہ برکات حاصل نہیں ہوتیں جو ہمارے اکابر کو ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ راقم سیاہ کار کو اور ہم سب دین کے خدام کو آہِ سحر گاہی، و نالۂ نیم شبی کی توفیق نصیب فرمائے۔

اپنی نیند سے بیدار ہو جا

اللہ کے ایک نیک بندے تہجد کے نہایت پابند تھے، ایک رات اُن پر نیند کا غلبہ ہوا، تہجد چھوٹ گی، خواب میں دیکھا کہ ایک چاند جیسی صورت والی حور سامنے کھڑی ہے جس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا ہے، جس میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے:

أَلْهَتْكَ لَذَّةُ نَوْمَةٍ عَنْ خَيْرِ عَيْشٍ
مَعَ الْخَيْرَاتِ فِي غُرَفِ الْجِنَانِ

جنت کے بالاخانوں میں خوب صورت حوروں کے ساتھ بہترین زندگی سے تمہیں نیند کی لذت نے غافل کر دیا ہے۔

تَعِيشُ مُخَلَّدًا لَا مَوْتَ فِيهِ
وَتَنْعَمُ فِي الْجِنَانِ مَعَ الْحِسَانِ

جنت میں ہمیشہ کی زندگی پاؤ گے، جس میں موت نہیں ہے، جنت کے باغات میں خوب صورت حوروں کے ساتھ مزے سے رہو گے۔

تَيَقَّظْ مِنْ مَنَامِكَ إِنَّ خَيْرًا
مِنَ النَّوْمِ التَّهَجُّدُ بِالْقُرْآنِ

اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ، سونے سے بہتر تہجد میں قرآن پاک کی تلاوت ہے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں:

جب بھی مجھے خواب اور اشعار یاد آتے ہیں، تو میری نیند ختم ہو جاتی ہے۔

(قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی، باب اذا اعتاد الرجل قیام اللیل)

تہجد میں قرآن سننے کے لیے فرشتوں کی آمد

تہجد کے وقت فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، ان مبارک گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، فرشتے بھی تہجد میں قرآن کی تلاوت کرنے والے کے پاس آتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ، وَذَلِكَ أَفْضَلُ.

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب صلاۃ المسافرین، باب من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل: ۷۵۵)

بلاشبہ رات کے آخری حصے کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہ (تہجد کی) نماز نہایت فضیلت والی نماز ہے۔

حضرت اسید بن حضیرؓ فرماتے ہیں:

میں ایک رات (نماز تہجد میں) سورۃ البقرہ کی تلاوت کر رہا تھا، قریب ہی میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا، وہ گھوڑا اچانک بدکنے لگا، میں نے تلاوت روک دی، گھوڑا پرسکون ہو گیا، پھر پڑھنے لگا، تو گھوڑا پھر بدکنے لگا، پھر میں خاموش ہو گیا، تو گھوڑا پرسکون ہو گیا، پھر میں نے سلام پھیر دیا، اس لیے کہ میرا بیٹا یحیٰ قریب ہی سو رہا تھا، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں گھوڑا بچے کو روند نہ ڈالے، اس لیے میں نے نماز مکمل کر دی۔

صبح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ، اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ،

ابن حضیر! قرآن پاک کی تلاوت کیا کرو، ابن حضیر! قرآن پاک کی تلاوت کیا کرو۔

میں نے عرض کیا: میرے قریب میرا بیٹا تھا مجھے خوف ہوا کہ کہیں بیٹے کو گھوڑا روند نہ ڈالے، اس لیے میں نے سلام پھیر دیا، پھر میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا، تو ایک

سائبان نما چیز دیکھی جس میں چراغ کے مثل کچھ روشن چیزیں نظر آئیں، پھر وہ دور ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو؟ وہ چیزیں کیا تھیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا، لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ.

وہ فرشتے تھے جو تمہاری قراءت قرآن سننے کے لیے آئے تھے، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے، تو لوگ اُن فرشتوں کو دیکھتے، وہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوتے۔

(رواہ البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب نزول السکینۃ والملائکۃ عند قراءۃ القرآن :۵۰۱۸)

حفاظِ قرآن اور قیام اللیل

لہٰذا علماء وحفاظِ قرآن کو بطور خاص تہجد اور تہجد میں تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرنا چاہئے، رات کا آخری حصہ رحمت خداوندی کے نزول، فرشتوں کی حاضری اور قبولیت دعا کا وقت ہے اور خدا سے قریب ہونے کا بہترین موقع ہے، تہجد میں کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت سے لطف اٹھائیں، رحمتِ خداوندی کے مستحق بنیں، فرشتوں کی گواہی کے مصداق بنیں اور قرآن پاک کو نوک زبان رکھیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ وِتْرٌ، يُحِبُّ الْوِتْرَ، فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ!.

(رواہ الترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم: ۴۵۳)

اللہ وتر ہیں، وتر کو پسند فرماتے ہیں: اے اہل قرآن! (اے حفاظ قرآن) صلاۃ اللیل اور نماز تہجد کا اہتمام کرو۔

حفظِ قرآن نماز تہجد میں تلاوت ہی کے لیے ہے، تہجد میں تلاوتِ قرآن سے حافظ قرآن کو قرآن بہت عمدہ یاد رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ، فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ، وَالنَّهَارِ، ذَكَرَهُ، وَإِذَا

لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَهُ. (رواہ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الامر بتعهد القرآن:۷۸۹)

حافظِ قرآن رات دن (نفل) نمازوں میں کھڑے ہوکر تلاوت کرتا ہے، تو قرآن اُس کو خوب یاد رہتا ہے، جب وہ نمازوں میں پڑھنا چھوڑ دے، تو قرآن بھول جائے گا۔

تہجد کے لیے بیداری کی تدابیر

(۱) عشا بعد جلد سونے کی فکر

جو شخص نمازِ تہجد سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد غیر ضروری کام اور فضولیات میں وقت گذاری نہ کرے، سنت کے موافق باوضو دعاؤں کا اہتمام کرتے ہوئے جلد سو جائے، اس کے لیے تہجد اور نمازِ فجر کے لیے بیدار ہونا آسان ہوگا، دیر سے سوئے گا، تو تہجد کی توفیق تو کجا؟ نمازِ فجر کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے، موجودہ زمانے میں یورپی تہذیب سے متاثر ہوکر بطورِ خاص شہروں میں مسلم معاشرے اور سماج میں ایسا ماحول بن گیا ہے کہ دیر رات تک فضولیات میں مصروف رہتے ہیں، صبح کی نماز قضا، یا بلا جماعت ادا کرتے ہیں، اسلامی تعلیم اور طریقہ یہ ہے کہ رات میں جلد سوئیں اور جلد بیدار ہوں، رات کا آخری حصہ اللہ کی رحمتوں وعنایتوں کی بارش کا حصہ ہے، امتِ مسلمہ اس وقت سوتی رہتی ہے۔

(۲) دوپہر میں قیلولہ کا اہتمام

دوپہر کے بعد تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ ضرور کرے، سنت پر عمل کا ثواب ملے گا، تھکان دور ہوگی، طبیعت میں تازگی ونشاط پیدا ہوگا اور قیلولہ نمازِ تہجد کے لیے اُٹھنے میں نہایت مددگار ثابت ہوگا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسْتَعِينُوا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلَى صِيَامِ النَّهَارِ، وَبِقَيْلُولَةِ النَّهَارِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ.

(قال الأعظمي: إسناده ضعيف زمعة ضعيف) صحیح ابن خزیمہ، باب الامر بالاستعانۃ علی الصوم:۱۹۳۹، وابن ماجہ)

سحری کھا کر روزے کے لیے مدد حاصل کرو، دو پہر کے وقت آرام کر کے قیام اللیل کے لیے مدد حاصل کرو۔

اسحاق بن عبداللہؒ فرماتے ہیں:

الْقَائِلَةُ مِنْ عَمَلَ أَهْلِ الْخَيْرِ ، وَهِيَ مَجَمَّةٌ لِلْفُؤَادِ، مِقْوَاةٌ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ.

دو پہر میں آرام کرنا نیک لوگوں کا طریقہ ہے، دل کو مضبوط کرتا ہے اور رات کے آخری حصے میں بیدار ہونے میں مدد کرتا ہے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک عامل و گورنر کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ دو پہر میں قیلولہ نہیں کرتے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عامل کے نام خط لکھا: دو پہر میں قیلولہ کیا کرو؛ کیوں کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔ (قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی، باب الاستعانۃ بقائلۃ النہار علی قیام اللیل)

(۳) زیادہ آرام دہ بستر پر آرام نہ کرے

اہتمامِ تہجد کے لیے ضروری ہے کہ آدمی زیادہ آرام دہ بستر اور زیادہ آرام دہ جگہ میں آرام نہ کرے؛ بلکہ معمولی بستر اور عام جگہ میں آرام کرے؛ تا کہ تہجد میں بیدار ہونے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

حضرت حفصہؓ سے پوچھا گیا:

آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر کیسا ہوتا تھا؟ حضرت حفصہؓ نے فرمایا: ایک ٹاٹ کا بستر تھا جسے ہم دوہرا کر کے بچھالیا کرتے تھے، ایک رات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت کا خیال کرتے ہوئے اُس ٹاٹ کو چار تہہ کر کے بچھا دیا، صبح میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: گذشتہ رات تم نے میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہی پرانا بستر؛ البتہ آپ کی راحت و آرام کے خیال سے اس کو چار تہہ بنا کر بچھا دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس بستر کو پہلے جیسے ہی کر دو، آج کی رات یہ آرام

وہ بستر میری نمازِ تہجد کے لیے مانع بن گیا۔

(رواہ الترمذی فی الشمائل، باب ماجاء فی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۳۱۲)

فائدہ: یعنی تہجد کے لیے آنکھ نہیں کھلی، یا معمول کے لحاظ سے دیر میں کھلی کہ نرم بستر پر نیند گہری آتی ہے اور زیادہ آتی ہے، اگر کھردری چار پائی ہو، تو اول نیند ہی غفلت سے نہیں آتی، دوسرے آنکھ بھی جلد کھل جاتی ہے۔

(خصائل نبوی، باب ماجاء فی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۲۹، صف: ۵۲۶)

(۴) تہجد کے لیے بیدار ہوجائے، تو سستی نہ کرے

جب تہجد کے موقع پر آنکھ کھل جائے، تو سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ وقت مزید باقی ہے، تھوڑی دیر سوجائیں گے، پھر اٹھیں گے، اس طرح کی حرکت نہ کرے؛ بلکہ فوراً آنکھ ملتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ جائے، پھر سورۂ آل عمران کی دس آیات (ان فی اختلاف النھار الخ) کی تلاوت کرے، ان شاء اللہ غنودگی دور ہوجائے گی، بیدار ہونے کے بعد سستی کرے گا، مزید کچھ دیر سونے کا ارادہ کرے گا، پھر دوبارہ اٹھ نہیں پائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

جب کوئی شخص رات کے آخری حصے میں تہجد کے لیے بیدار ہونے کا ارادہ کرے، تو کم عمر بچہ، بلی یا کوئی اور چیز اُس وقت اُس کو بیدار کردیتی ہے، جب وہ آنکھ کھولتا ہے، تو دو ساتھی اس پر مسلط ہوجاتے ہیں، ایک برا ساتھی (شیطان) اور ایک اچھا ساتھی (فرشتہ)، شیطان کہتا ہے: برائی کے ساتھ آنکھ کھول، رات لمبی ہے، اطمینان کے ساتھ سوجا، اگر وہ صبح تک سوتا رہا، تو شیطان اُس کے کان میں پیشاب کردیتا ہے، پھر سست اور کاہل ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہے۔

فرشتہ کہتا ہے: نیکی اور بھلائی کے ساتھ صبح کر، کھڑا ہوجا، دعا پڑھ اور نماز پڑھ، اگر وہ شخص کھڑا ہوتا ہے، وضو کرتا ہے، پھر مسجد میں داخل ہوتا ہے، مسجد میں داخل ہونے کی دعا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے اور نماز سے فارغ ہوتا ہے، تو ایک فرشتہ اس کا استقبال کرتا ہے اور اس کو بوسہ دیتا ہے، پھر وہ چستی، پھرتی اور بہت ساری خوبیوں کے

ساتھ صبح کرتا ہے۔ (قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی، باب اذا اعتاد الرجل قیام اللیل)

کوشش کے باجود بیدار نہ ہونے پر اجر

کسی شخص نے تہجد کے لیے بیدار ہونے کی خاطر خواہ کوشش کی، بعد نماز عشا جلد سو گیا، وقت پر بیدار ہونے کے لیے الارم کا انتظام کیا، کسی کو بیدار کرنے کے لیے کہا، ان کے علاوہ جو کوشش، وہ کر سکتا تھا، سب کچھ وہ کیا، پھر بھی بیدار نہیں ہو سکا، ایسے شخص کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش خبری سنائی ہے کہ نماز تہجد کی کوشش کرنے پر اس کو تہجد کا ثواب دیا جائے گا۔

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَتَى فِرَاشَهُ، وَهُوَ يَنْوِي أَنْ يَقُومَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ حَتَّى أَصْبَحَ ، كُتِبَ لَهُ مَا نَوَى، وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

(رواہ النسائی، کتاب قیام اللیل، باب من اتی فراشہ وھو ینوی القیام: ۱۷۸۷)

جو شخص اپنے بستر پر آئے اور رات میں تہجد کا ارادہ ہو، پھر اُس پر نیند کا غلبہ ہو گیا، جس کی وجہ سے صبح تک سوتا رہ گیا، اُس شخص کے لیے اس کی نیت کے موافق اجر لکھا جائے گا، اس کا سونا اللہ کی طرف سے اس کے لیے خیرات ہوگا۔

مسلمان کی شان یہی ہے کہ اچھے کاموں کی نیت کرے، ان کے لیے کوشش کرے، خاطر خواہ کوشش کے باجود اگر اُس کام کو نہیں کر سکا، تو اللہ اپنی شانِ کریمی سے اس کو اُس عمل کا اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔

جس شخص کو رات کے آخری حصے میں بیدار ہونا مشکل ہو

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ، وَذَلِكَ أَفْضَلُ.

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب صلاۃ المسافرین، باب من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل: ۷۵۵)

جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ آخر لیل میں بیدار نہیں ہوسکتا ہے، وہ (بعد نماز عشا) رات کے ابتدائی وقت میں تہجد پڑھ کر سو جائے، جس شخص کو امید ہو کہ وہ آخر لیل میں بیدار ہوسکتا ہے، اس کو چاہئے کہ آخر لیل ہی میں تہجد پڑھے، اس لیے کہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل بھی رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنے کا ہے)

اگر کسی شخص کو رات کے آخر حصے میں کسی عذر یا نیند کے غلبے کی وجہ سے تہجد پڑھنا دشوار ہو، تو وہ ابتدائی رات میں نماز عشاء سے متصل تہجد کی نیت سے نفل نماز پڑھ لے، یہ نفل نماز تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی؛ البتہ افضل رات کا آخر حصہ ہے۔

(تحفہ الالمعی، ابواب الوتر، ماجاء فی الوتر من اول اللیل وآخرہ ۳۰۹/۲)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلاَثٍ لاَ أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلاَةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ.

(رواہ البخاری، کتاب الجمعۃ، باب صلاۃ الضحی فی الحضر: ۱۱۷۸)

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تاکید فرمائی ہے کہ میں تین اعمال کو اپنی موت تک کبھی نہ چھوڑوں: (۱) ہر ماہ تین روزے رکھنا، (۲) چاشت کی نماز پڑھنا، (۳) وتر (سونے سے پہلے تہجد مع الوتر) پڑھ کر سونا۔

بعینہ ان تین اعمال کی وصیت و تاکید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو الدرداء بھی کو فرمائی ہے۔ (مسلم، باب صلاہ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی: ۷۲۲) اور حضرت ابو ذرؓ کو بھی فرمائی ہے۔ (رواہ النسائی عن ابی ذر، کتاب الصوم، صوم ثلاثۃ ایام من کل شھر: ۲۴۰۴)

حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

نصوص میں وتر اور صلاۃ اللیل کے مجموعے پر وتر کا بھی اطلاق کیا جاتا ہے، اور صلاۃ اللیل کا بھی۔۔۔

میری رائے میں حدیث مذکور (حدیث ابو ہریرہؓ) میں صرف وتر مراد نہیں ہے؛ بلکہ وتر اور صلاۃ اللیل کا مجموعہ مراد ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کو آخر لیل میں اٹھنے کا یقین نہ ہو، اس کے مشاغل ایسے ہوں کہ وہ اٹھ نہیں سکتا، یا دیر سے سوتا ہے، یا طبعی طور پر

مزاج ایسا ہے کہ پڑا اور مرا، ایسے لوگوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ سونے سے پہلے تہجد کی نیت سے نفلیں پڑھ لیں، پھر وتر پڑھیں اور سو جائیں، یہ تہجد نہیں ہے؛ بلکہ ایڈوانس بدل ہے۔

(تحفہ الالمعی، ابواب الوتر، ماجاء فی کراہیۃ النوم قبل الوتر ۳۰۷/۲)

نمازِ تہجد کا شرعی حکم

ابتدائے اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں پر نمازِ تہجد فرض تھی، پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت سے نماز تہجد کی فرضیت کو منسوخ کر دیا گیا؛ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز تہجد کی پابندی فرماتے رہے، اس کی ترغیب دیتے رہے، نیز حضرات صحابہ بھی اس کا اہتمام فرماتے رہے۔

سعد بن ہشام کہتے ہیں:

میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کی تفصیلات بتائیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اللہ نے سورۂ مزمل کے ابتدائی حصے میں نمازِ تہجد کو فرض قرار دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ ایک سال تک اس حکم پر عمل کرتے رہے، اس سورت کا آخری حصہ بارہ ماہ تک نازل نہیں ہوا، پھر آخرِ سورت میں مسلمانوں کے لیے تخفیف وسہولت کو ذکر فرمایا اور قیام اللیل کو نفل قرار دیا گیا۔

(رواہ مسلم عن سعد بن ہشام بن عامر فی حدیث طویل، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل: ۷۴۶)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میرے گھر تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا: کیا تم نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے دل اللہ کے قبضے میں ہیں، جب وہ ہمیں بیدار کرنا چاہے گا، تو بیدار کرے گا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری بات سن کر چلے گئے، کچھ جواب نہیں دیا، اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا (تعجب سے فرمایا): انسان بحث ومباحثہ کرنے والا ہے۔

(رواہ البخاری عن علیؓ، کتاب الصلاۃ، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل من غیر ایجاب: ۱۱۲۷)

شارح بخاری ابن بطالؒ فرماتے ہیں:

اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (۱) صلاۃ اللیل اور تہجد کی فضیلت اور اہمیت

کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لختِ جگر اور اپنے داماد کو بیدار کیا؛ تاکہ وہ بھی صلاۃ اللیل کی فضیلت حاصل کریں، (لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ اپنے اہل، عیال واقارب کو متوجہ کرے، بیدار کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ اس شخص پر رحم کرے، جو رات میں بیدار ہو، نماز پڑھے، گھر والی کو اٹھائے، اگر وہ نہ اٹھے، تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے، اللہ اُس بندی پر رحم کرے، جو رات میں بیدار ہو کر تہجد پڑھے، اپنے شوہر کو بیدار کرے، اگر وہ بیدار نہ ہو، تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب قیام اللیل: ۱۳۰۸)

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی تہجد فرض یا لازم نہیں ہے، (سنت غیر مؤکدہ کے حکم میں ہے) اگر لازم وضروری ہوتی، تو حضرت علیؓ اس طرح کا جواب نہ دیتے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انکار پر خاموش نہ ہوتے۔

(فتح الباری، کتاب الصلاۃ، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل من غیر ایجاب: ۱۱۲۷، ۱۹/۳)

نمازِ تہجد کا وقت

تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ.

(رواہ البخاری، کتاب الجمعۃ، باب ساعات الوتر: ۹۹۶ ومسلم مفصلا، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل: ۷۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے شب، وسطِ شب اور آخر شب میں تہجد پڑھی ہے؛ مگر آخری ایام میں یعنی زندگی کے آخری سالوں میں آپ تہجد اس وقت پڑھتے تھے جب سحری کا وقت شروع ہوتا تھا، یعنی رات کے آخری چھٹے حصے کے شروع میں تہجد پڑھتے تھے، جس قدر رات کا حصہ متاخر ہوتا جاتا ہے، برکتیں اور رحمتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور سدسِ آخر میں سب حصوں سے زیادہ برکتیں اور رحمتیں ہوتی ہیں، تہجد ترک ہجود یعنی

ترکِ نوم کا نام ہے، اس لیے اوقاتِ نوم بعد عشاء سب کے سب وقت تہجد ہی ہیں۔

نمازِ تہجد کی رکعات اور پڑھنے کا طریقہ

نماز تہجد کی رکعات کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں، یہ ہی تہجد کی اصل نماز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول یہی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ابتداء میں دو ہلکی رکعتیں پڑھتے تھے (آپ نے ان دو رکعتوں کی ترغیب بھی دی ہے، جو تہجد کے لیے بطور مبادی ومقدمہ ہوتی تھیں) اس کے بعد آٹھ لمبی رکعات ادا فرماتے (جن میں لمبا قیام، لمبا رکوع وطویل سجدے ہوتے، قراءت وسجدے کے موقع پر دعا، آہ وزاری وغیرہ کیفیات اسی دوران ہوا کرتی تھیں، اتنی عمدہ وشان دار نماز ہوا کرتی تھی کہ ہم اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتے) پھر تین رکعات وتر ادا فرماتے، اس کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر ادا فرماتے جو وتر کے توابع میں سے ہوتیں، صبح صادق ہونے کے بعد فجر کی دو رکعت سنت ادا فرماتے۔ (فتح الملہم ۲/۲۸۸)

جو شخص نماز تہجد ادا کرنے کا عادی ہو، اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ نمازِ وتر عشاء کے متصل نہ پڑھے؛ بلکہ تہجد کے آخر میں نمازِ وتر ادا کرے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشاشت، عوارض (آخر عمر میں تہجد سات رکعت مع وتر) یا بیان جواز کی غرض سے تہجد کبھی کم رکعات ادا فرمائی ہیں، کبھی زیادہ رکعتیں ادا کیں ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار تین، چھ تین، آٹھ تین اور دس تین رکعات نماز تہجد ادا فرماتے تھے، سات رکعات سے کم اور تیرہ رکعات سے زیادہ آپ تہجد نہیں پڑھتے تھے۔ (رواہ ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل: ۱۳۶۲)

حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا روایت کے مطابق، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد کی رکعات کے سلسلے میں چار صورتیں ثابت ہیں، چار رکعت، چھ رکعت، آٹھ رکعت اور دس رکعت ہیں (ان میں وتر شامل نہیں ہے)، میرے علم کے مطابق یہی صحیح صورتیں ہیں۔

(فتح الباری، کتاب التہجد، باب کیف کان صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳/۲۵)

رکعاتِ تہجد کی تعداد میں کمی بیشی اور ایک لطیف نکتہ

حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کی ایک تصنیف لطیف ''توثیق الکلام والدلیل المحکم'' ہے جس کی شرح حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے، ان دونوں بزرگوں کی تقریر کا مختصر خلاصہ برائے عمل واستفادہ پیش خدمت ہے:

اصولِ فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ امت کی سہولت وآسانی کے لیے جب کسی حکم شرعی کو منسوخ کیا جاتا ہے، تو اس کا استحباب باقی رہتا ہے، جب کہ استحباب کے بقاء کے لیے کوئی مانع نہ ہو۔

شبِ معراج میں اولاً پچاس نمازیں (رکعتیں) فرض کی گئیں، پھر امت کی سہولت کی خاطر پانچ (وقت کی نماز) کردی گئیں، (رکعتیں سترہ) جب ان پچاس نمازوں (رکعتوں) کا استحباب باقی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیتِ کاملہ، قوت اور ہمت سے امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اصل حکم پر عمل کرتے ہوں گے، یعنی رات دن میں پچاس نمازیں پڑھتے ہوں گے؛ بلکہ بعض اوقات پچاس سے بڑھ جائے، تو کوئی عجب نہیں۔

روایات کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات دن میں پچاس نمازیں یعنی پچاس رکعتیں پڑھتے تھے، ہم اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ وہی پچاس نمازیں ہیں جو شب معراج میں فرض کی گئیں، یعنی سترہ رکعات فرض، تین رکعت واجب، بارہ رکعات سنت مؤکدہ، عصر سے پہلے چار سنت غیر مؤکدہ، آٹھ تہجد، دو اشراق، چار چاشت کل پچاس رکعتیں ہوگئیں، پچاس نمازوں میں دیگر نوافل کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے، مثلاً تہجد سے پہلے کی دو رکعت، وتر کے بعد کی دو رکعت، اوابین وغیرہ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ موقع پڑھا کرتے تھے، یعنی وقت میں گنجائش ہو، تو اس کو فرض کے ساتھ، یا اس کے مقررہ وقت پر ادا فرمالیا، رکعتوں کی تعداد پوری نہیں ہوئی، تو اس کی تلافی تہجد میں کی، کسی وجہ سے نماز تہجد میں تلافی نہیں ہوسکی، تو دوسرے دن زوال سے پہلے ادا فرمالیا،

مذکورہ بالا تفصیل سے اشراق، چاشت کی مشروعیت کی وجہ، ان کی رکعات کی تعداد میں اختلاف اور ہمیشہ نہ پڑھنے کی وجہ بھی واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ ''مصابیح التراویح'' میں لکھتے ہیں:

تہجد میں کمی بیشی اور اشراق و چاشت کا پڑھنا اور نہ پڑھنا حسبِ اختلافِ اوقات مجھ کو اسی گھٹنے اور بڑھنے پر مبنی محسوس ہوتا ہے۔ (کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟: ملخص ۲۷ تا ۷۵)

نوٹ: پچاس نمازیں پچاس رکعات کس طرح بنتی ہیں؟ اس کی تفصیل کے لیے مذکورہ بالا کتاب ہی کا مطالعہ فرمائیں۔

ہم طلبہ، علماء، دین کے خدام، مشائخ کی خدمت میں بغرض اصلاح حاضر ہونے والے اور دعوت و تبلیغ میں اپنی جان و مال لگانے والوں کو چاہئے کہ ہم رات دن میں پچاس رکعتیں ادا کرنے کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ

گزارش

تین اہم دینی حلقے اور جماعتیں: اہل مدارس، اہل دعوت اور اہل تصوف ان تینوں دینی جماعتوں اور حلقوں میں عملی تربیت پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے، سنتوں کی عملی مشق کرائی جاتی ہے اور انسان کو انسان بنانے کی فکر و کوشش کی جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ، تابعین و تبع تابعین، ائمہ اربعہ، فقہاء و محدثینِ اور مشائخ سب حضرات شب بیداری، آہ سحر گاہی کے عادی تھے۔

مجاہدین دن بھر جہاد میں مشغول ہوتے، رات میں مصلے پر ہوتے، محدثین و فقہاء دن میں علوم نبوت کی نشر و اشاعت اور طالبانِ علوم نبوت کو دینی علوم سے آراستہ کرنے میں لگاتے، رات کو اپنے مولیٰ کو راضی کرنے میں لگاتے، عوام میں دینی محنت کرنے والے اکابر دن میں اللہ کے بندوں کو دین کی دعوت دیتے، رات میں اپنی محنت کی کامیابی کے لیے اللہ کو مناتے۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب کہا:

عطار ہو، رومی، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ آتا نہیں ہے، بے آہ سحر گاہی

اللہ نے ''سورۂ مزمل'' اور سورۂ ''انشراح'' میں اپنے پیارے نبی سے فرمایا: اے میرے پیارے نبی! اے کمبلی والے! دن میں مخلوق سے آپ کو مشغولی ہوتی ہے، جب مخلوق کی دعوت سے فارغ ہو جاؤ، تو رات میں مخلوق سے جدا ہو کر میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوتے، رکوع وسجدے کرتے کہ دیکھنے والوں کو ترس آ جاتا، پاؤں میں ورم آ جاتا، جب آپ سے عرض کیا جاتا ہے: آپ تو بخشے بخشائے ہیں، اس قدر تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ آپ ارشاد فرماتے: کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

ماضی قریب تک ہمارے اکابر: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت تھانوی، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، اور ان اکابر کے متوسلین ومریدین۔

قاسم لعلوم والخیرات حضرت قاسم نانوتوی، شیخ الہند، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، مفکر اسلام حضرت ابوالحسن علی میاں ندوی، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی اور ان کے معاصرین اور ان کے طلبہ۔

حضرت شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کلھم رحمۃ واسعۃ اور ان کے تربیت یافتہ افراد کی شب بیداری، راتوں کو ان کا رونا، بلکنا، تڑپنا، گڑگڑانا، ان کی آہیں، چیخیں، سسکیاں اور ان کی آنکھوں کی جھڑیاں آج عنقاء ہو چکی ہیں۔

ہم ان ہی اکابر کے نام لیوا، ان کی طرف اپنی نسبت کرنے والے اور ان پر فخر کرنے والے ہیں؛ مگر افسوس اس عظیم سعادت وعبادت اور بابرکت وقت کی رحمتوں سے محروم ہیں، صف اول کے لوگ الحمدللہ آج بھی تہجد کے پابند ہیں، اس کے بعد لوگ ابھی تیار نہیں، لہٰذا ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم کسی بھی دینی جماعت سے بھی منسلک ہو کر دین کی خدمت میں لگے ہوں، رات کے آخری حصے میں میٹھی نیند چھوڑ کر اللہ کے سامنے سربسجود ہوں، اُس

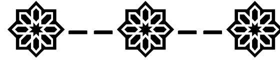
سے راز و نیاز کی باتیں کریں، اپنے رب سے اپنے قرب وتعلق کو بڑھائیں، دنیا وآخرت کی بھلائیوں کی دعائیں کریں، اللہ رب العزت سب سے پہلے اس عاجز راقم الحروف کو اس کی توفیق عطا فرمائے، ثانیًا میرے تمام دینی بھائیوں کو بالخصوص ان تینوں جماعتوں اور حلقوں سے وابستہ خدام کو توفیق نصیب فرمائے۔ **آمین یارب العلمین**

عبداللطیف قاسمی

جامعہ غیث الہدی، بنگلور

۳؍صفر المظفر ۱۴۴۷ھ

مطابق ۲۹؍جولائی ۲۰۲۵ء



مسواک کی فضیلت واہمیت

- مسواک کیسی اور کس لکڑی کی ہونی چاہئے
- مسواک کا حکم شرعی
- مسواک کرنے کا طریقہ
- کن مواقع میں مسواک مسنون ہے
- وضو کے وقت مسواک
- نماز کے لیے مسواک
- تلاوتِ قرآن کے لیے مسواک
- بیداری کے بعد مسواک
- جس کے منہ میں دانت نہ ہوں، وہ مسواک کیسے کرے؟
- ایک گزارش

مسواک کی فضیلت واہمیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں صفائی ستھرائی کا جذبہ رکھا ہے، انسان فطری طور پاکی صفائی کا اہتمام کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امورِ فطرت کو بیان فرمایا، امورِ فطرت سے مراد وہ امور ہیں جن کا انسان کو مکلف اور پابند نہ کیا جائے، ان امور کی تعلیم اوران کی تربیت نہ دی جائے، تو بھی وہ کریں گے۔

امورِ فطرت: مونچھیں چھوٹی کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک صاف کرنا، ناخن تراشنا، جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیرناف بالوں کو صاف کرنا، استنجا کرنا، دسویں چیز یں کلی کرنا ہے۔ (رواہ مسلم عن عائشہؓ، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ: ۲۶۱)

اگر کوئی انسان ایک عرصہ ناخن نہ تراشے، مونچھیں چھوٹی نہ کرے، بغل اور ناف کے بال صاف نہ کرے، ناک اور منہ کے اندرونی حصوں کو صاف نہ کرے، استنجا میں پانی کا استعمال نہ کرے، تو وہ آدمی انسان نہیں؛ بلکہ ایک بدبودار جنگلی جانور ہی معلوم ہوگا۔

اسلام ان امورِ فطرت کی مزید تاکید کرتا ہے اور صفائی ستھرائی کو ایمان واسلام کا لازمی جزء قرار دیتا ہے، بطور خاص مسواک جو منہ کی صفائی کا ذریعہ ہے، ان وجوہ کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا خدشہ وخوف مجھے نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر نماز کے موقع پر مسواک کا حکم دیتا۔ (؛لیکن ہر شخص کو ہر نماز کے موقع پر مسواک کا میسر آنا دشوار ہوسکتا ہے، اس وجہ سے میں اس کو لازم نہیں کررہا ہوں)

(رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃؓ، البخاری، کتاب الجمعۃ، باب السواک یوم الجمعۃ: ۸۸۷)

منہ ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن اور مناجاتِ ربانی کا ذریعہ ہے، نماز بندے کی معراج، اللہ سے قرب اوراس سے ہم کلامی کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس وقت جس طرح اپنے ظاہر کو صاف ستھرا رکھنا چاہیئے، اسی طرح اپنے باطن کو بھی صاف ستھرا رکھنا بے ضروری ہے، جو فرشتے ہم

سے قرآن سننے کے لیے آتے ہیں، وہ ہماری زبان سے بالکل قریب ہوتے ہیں؛ حتی کہ ہمارے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتے ہیں، ہمارے منہ کی بو سے جس طرح انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح فرشتوں کو بھی اذیت پہنچتی ہے، لہذا منہ کی بو وغیرہ سے انہیں تکلیف دینا مناسب نہیں ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لے جاتے، تو سب سے پہلے مسواک فرماتے؛ تاکہ گھر والے جب مجھ سے قریب ہوں، تو انہیں کوئی تکلیف اور گھن محسوس نہ ہو، نیند سے بیدار ہوتے، تو سب سے پہلے نماز تہجد کی ادائیگی کے لیے مسواک فرماتے، وضو کے وقت مسواک فرماتے اور نماز کے وقت مسواک فرماتے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ. (رواہ الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل التزویج: ۱۰۸۰)

چار چیزیں حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سنتوں میں شامل ہیں: حیا، خوش بو، مسواک اور نکاح۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا بہت اہتمام فرماتے تھے؛ یہاں تک آپ کے مسوڑھوں کے زخمی ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا، امت کو اس کی ترغیب دیتے اور جبرئیل علیہ السلام آپ کو بار بار مسواک کی تلقین وتاکید فرماتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا نہایت اہتمام فرماتے تھے؛ یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت مسواک فرما کر حاضر ہوئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا تھے، میں نے آپ کو اپنے سینے کا سہارا دے رکھا تھا، میرے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکرؓ تازہ پیلو کی لکڑی مسواک کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی، (میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، اس لیے میں نے اپنے بھائی سے کہا: عبدالرحمن!) یہ مسواک مجھے دے دو، انہوں نے مسواک دے دی، میں نے اس کو توڑا اور خوب چبا کر

صاف ستھرا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، (اس لیے کہ آپ کے اندر بہت کمزوری پیدا ہو چکی ہے، چبانا مشکل تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اچھے طریقے پر مسواک فرمائی، مسواک سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور:

اللهم الرفيق الاعلى.

تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! رفیق اعلیٰ کا انتخاب کرتا ہوں، پھر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (رواہ البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ: ۴۴۳۸)

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَسَوَّكُوا، فَإِنَّ السِّوَاكَ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ، مَا جَاءَنِي جِبْرِيلُ إِلَّا أَوْصَانِي بِالسِّوَاكِ حَتَّى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيَّ، وَعَلَى أُمَّتِي، وَلَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَفَرَضْتُهُ لَهُمْ، وَإِنِّي لَأَسْتَاكُ حَتَّى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ أُحْفِيَ مَقَادِمَ فِيِ. (رواہ ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب السواک: ۲۸۹)

مسواک کا اہتمام کرو، مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے، جبرئیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آئے، انہوں نے مجھے مسواک کی تاکید کی؛ یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مسواک میری امت پر فرض نہ کر دی جائے، میری امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا خدشہ وخوف مجھے نہ ہوتا، تو میں ہر نماز کے لیے ان پر مسواک کو لازم کر دیتا، میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے اپنے مسوڑوں کے زخمی ہونے کا اندیشہ ہونے لگتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لأن أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بسواك أحب إِلَيّ من أَن أُصَلِّي سبعين رَكْعَة بِغَيْر سواك. (رواہ ابونعیم فی کتاب السواک باسناد جید، الترغیب والترھیب للمنذری، کتاب الطہارۃ، الترغیب فی السواک وماجاء فی فضلہ: ۳۳۵)

حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَضْلُ الصَّلَاةِ بِسِوَاكٍ عَلَى الصَّلَاةِ بِغَيْرِ سِوَاكٍ سَبْعِينَ صَلَاةً.

(رواہ احمد، والبزار، وابویعلی، وقد صحہ الحاکم، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب السواک: ۲۵۵۴)

رَكْعَتَانِ بِالسِّوَاكِ أفضل من سبعين رَكْعَة بِغَيْرِ سواك.

(رواہ ابونعیم عن جابرؓ باسناد حسن، الترغیب، کتاب الطھارۃ، الترغیب فی السواک وما جاء فی فضلہ: ۳۳۲)

مسواک کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا مسواک کے بغیر ستر رکعت نماز سے پڑھنے سے افضل ہے۔

مسواک کیسی اور کس لکڑی کی ہونی چاہئے

مسواک کڑوے درخت کی لکڑی سے تیار کی جائے جو نہ بہت زیادہ سوکھی ہو، نہ بہت زیادہ تازہ، نہ بہت زیادہ نرم ہو، نہ بہت زیادہ سخت، ایک انگلی کے بقدر موٹی اور ابتداءً ایک بالشت کے بقدر لمبی ہو۔ (ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، سنن الوضوا / ۲۳۴)

کسی بھی مناسب کڑوے اور غیر مضر درخت کی لکڑی سے مسواک بنا کر استعمال کی جاسکتی ہے، جو منہ کو صاف کرنے والی اور بو کو زائل کرنے والی لکڑی جیسے پیلو، زیتون، نیم اور کرنج کی لکڑی اور منہ، مسوڑوں اور طبیعت کے لیے نقصان دہ نہ ہو؛ البتہ پیلو کے درخت کی مسواک یا زیتون کی مسواک افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیلو کے درخت کی مسواک فرمائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں جو مسواک فرمائی وہ پیلو کے درخت کی مسواک تھی جس کی صراحت مستدرک حاکم میں موجود ہے۔

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر الصحابیات من ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۶۷۱۹)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیلو کے درخت کی مسواک تیار کر کے دے دیتے تھے۔ (مسند ابوداؤد طیالسی: ۳۵۳)

ابو خیرہ صباحیؒ فرماتے ہیں:

میں ایک جماعت کے ہم راہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیلو کے درخت کی مسواک بطور ہدیہ دی۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب بای شیء یستاک: ۲۵۷۵، والبخاری فی التاریخ الکبیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیتون کے درخت کے مسواک کی تعریف فرمائی ہے۔
حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ السِّوَاكُ الزَّيْتُونُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ، تُطَيِّبُ الْفَمَ، وَتُذْهِبُ بِالْحَفْرِ، وَهُوَ سِوَاكِي وَسِوَاكُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي.

زیتون کے درخت کی مسواک کیا ہی بہتر مسواک ہے، بابرکت درخت کی مسواک ہے، منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے اور بدبو کو زائل کرتی ہے، وہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مسواک ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط، وفیہ معلل بن محمد ولم اجد من ذکرہ، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب بای شیء یستاک:۲۵۷۶)

مسواک کا حکم شرعی

تمام ائمہ کے نزدیک مسواک سنت ہے، وضو میں سنت ہے، نماز کے لیے سنت ہے ، نیند سے بیدار ہونے کے بعد سنت ہے، منہ میں بدبو پیدا ہو جائے ،تو مسواک سنت ہے، نیز روزے سے ہو، بلا روزہ ،قبل زوال ہو، یا بعد زوال، ہر حال میں ہر وقت مسواک سنت ہے، جن کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

إِنَّ السِّوَاكَ سُنَّةٌ لَيْسَ بِوَاجِبٍ فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ لَا فِي الصَّلَاةِ وَلَا فِي غَيْرِهَا بِإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ فِي الْإِجْمَاعِ.

(شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب السواک)

مسواک کرنے کا طریقہ

اوّلاً مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ خنصر (چھوٹی انگلی) مسواک کے نیچے ہو، بقیہ تین انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا مسواک کے سرے میں نیچے کی جانب ہو، پھر منہ کی چوڑائی میں مسواک کرے، اوّلاً داہنی جانب کے اوپر والے دانتوں پر، پھر بائیں جانب کے اوپر والے دانتوں پر مسواک کرے، پھر اسی ترتیب پر داہنی طرف کے نیچے اور بائیں جانب کے نیچے کے دانتوں پر مسواک کرے، زبان پر لمبائی میں مسواک کرے، مسوڑوں اور تالو پر بہت ہلکے اور نرم طریقے پر مسواک کرے، جتنی دیر منہ کے

صفائی میں وقت لگے، حسبِ موقع اور حسبِ ضرورت اُتنی دیر مسواک کرے، مسواک سے فارغ ہونے کے بعد اسے دھو کر رکھے۔

(البحر الرائق، کتاب الطھارۃ، ۱/۱۴۱، رد المحتار، کتاب الطھارۃ، سنن الوضوء ۱/۲۳۴)

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے، آپ ''اُع''، ''اُع'' کی آواز نکال رہے تھے۔

(رواہ البخاری، کتاب الوضوء، باب السواک: ۲۴۴)

یعنی جب زبان پر مسواک یا انگلی سے صفائی کی جاتی ہے، تو قئی کی سی کیفیت میں مبتلا شخص کی آواز کی طرح آواز نکلتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبان پر مسواک فرما رہے تھے، جس کی وجہ سے آپ کے منہ سے اس طرح کی آواز نکل رہی تھی، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کیفیت کو عملاً بیان کیا ہے۔

بہت ساری روایات میں منہ کی چوڑائی میں مسواک کرنے کی ترغیب وارد ہوئی، منہ کی چوڑائی میں مسواک کرنا طبی اعتبار سے بھی مفید ہے، اس لیے کہ مسوڑے زخمی نہیں ہوں گے، نیز خون نکلنے کا خطرہ بھی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص لمبائی میں مسواک کرے، تو مسواک کی سنت ادا ہو جائے گی۔

کن مواقع میں مسواک مسنون

انسان منہ سے اللہ کے کلام کی تلاوت کرتا ہے، ذکر کرتا ہے، لوگوں سے ملتا جلتا ہے، منہ کی صفائی اور بدبو کے ازالے کے لیے مسواک کو رکھا گیا ہے، لہذا منہ کو صاف ستھرا رکھنا چاہیے، نماز، ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، درس قرآن، درس حدیث وغیرہ علمی و دینی اعمال ومجالس میں شرکت کے لیے مسواک کا اہتمام کرنا مستحب ہے، جب کسی چیز کے کھانے پینے سے، یا دیر تک کچھ نہ کھانے سے بدبو پیدا ہو گئی ہو، یا دانت پیلے پڑ گئے ہوں، تو ان صورتوں میں مسواک کرنا سنت ہے؛ البتہ مندرجۂ ذیل صورتوں میں مسواک کی زیادہ تاکید آئی ہے، اس لیے کہ ان مواقع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطورِ خاص

مسواک فرماتے تھے۔

إِنَّ السِّوَاكَ مُسْتَحَبٌّ فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ وَلَكِنْ فِي خَمْسَةِ أَوْقَاتٍ أَشَدُّ اسْتِحْبَابًا

(۱) أَحَدُهَا عِنْدَ الصَّلَاةِ سَوَاءٌ كَانَ مُتَطَهِّرًا بِمَاءٍ أَوْ بِتُرَابٍ أَوْ غَيْرَ مُتَطَهِّرٍ كَمَنْ لَمْ يَجِدْ مَاءً وَلَا تُرَابًا،

(۲) الثَّانِي عِنْدَ الْوُضُوءِ،

(۳) الثَّالِثُ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ،

(۴) الرَّابِعُ عِنْدَ الِاسْتِيقَاظِ مِنَ النَّوْمِ

(۵) الْخَامِسُ عِنْدَ تَغَيُّرِ الْفَمِ وَتَغَيُّرُهُ يَكُونُ بِأَشْيَاءَ مِنْهَا تَرْكُ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَمِنْهَا أَكْلُ مَا لَهُ رَائِحَةٌ كَرِيهَةٌ، وَمِنْهَا طُولُ السُّكُوتِ، وَمِنْهَا كَثْرَةُ الْكَلَامِ.

(شرح مسلم للنوی، کتاب الطہارۃ، باب السواک، البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، ۱/۴۱، ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، سنن الوضو، ۱/۲۳۴)

(۱) وضو کے وقت مسواک

وضو کے دوران کلی کرنے کے بعد مسواک کا اہتمام کرنا چاہیے، یہ مسواک کا بہترین موقع ہے، اس وقت مسوڑوں سے خون نکل آئے، تو اس کی صفائی کا موقع ہوتا ہے، سنت کے مطابق وضو کرنے کے بعد متعدد عبادتیں وہ کرسکتا ہے، ان عبادتوں کی ادائیگی مسواک کے ساتھ شمار کی جائے گی، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوءٍ.

(رواہ احمد فی مسندہ عن ابی ھریرۃؓ: ۹۹۲۸، صحیح ابن خزیمہ، وراہ الشافعی)

میری امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا خدشہ وخوف مجھے نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ (؛لیکن جب جب بھی کوئی شخص وضو کرے، اس کے لیے مسواک کا میسر ہونا دشوار ہوسکتا ہے، اس وجہ سے میں اس کو لازم نہیں کررہا ہوں)

(۲) نماز کے لیے مسواک

نماز پڑھنے کے لیے مسواک سنت ہے، خواہ فرض نماز ہو (پنج وقتہ اور نماز جمعہ)، یا واجب (وتر، عیدین)، یا سنت یا نوافل ذوات الاسباب، (تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، صلاۃ الکسوف، یا نمازِ تہجد، سب کے لیے مسواک سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے دروان دو دو رکعت پر مسواک کیا کرتے تھے۔

(رواہ مسلم عن عبداللہ بن عباسؓ، باب صلاۃ المسافرین، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ: ۷۶۳)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ ،لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلاَةٍ. (رواہ الشیخان، البخاری، کتاب الجمعۃ، باب السواک یوم الجمعۃ: ۸۸۷)

میری امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا خوف وخدشہ مجھے نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر نماز کے موقع پر مسواک کا حکم دیتا (؛لیکن ہر شخص کو ہر نماز کے موقع پر مسواک کا میسر آنا دشوار ہوسکتا ہے، اس وجہ سے میں اس کو لازم نہیں کر رہا ہوں)۔

نماز کا وقت قریب ہے، نماز کے لیے کسی نے وضو کیا ہے، اُس وضو میں نماز کی ادائیگی کی نیت سے مسواک کیا، تو وضو میں مسواک کی سنت ادا ہوگی، نیز نماز کے لیے مسواک کی سنت بھی ادا ہو جائے گی، مسواک کے وضو سے نماز پڑھنے کے جو فضائل ہیں، وہ بھی حاصل ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

ایک شخص نے نمازِ عصر کے لیے وضو کیا، یا کسی اور عبادت کی نیت سے وضو کیا، اس وضو میں مسواک بھی کیا، پھر نماز مغرب کی ادائیگی کا وقت آ گیا، اُس شخص کا وضو باقی ہے، اب اس شخص کے لیے دوبارہ نماز کی نیت سے مسواک کرنا سنت ہوگا۔

ایک شخص نے وضو کیا، کسی وجہ سے مسواک نہیں کر سکا، نماز کا وقت آ گیا، اب اُس شخص کے لیے مسواک کر کے نماز پڑھنا سنت ہوگا۔

کوئی باوضو شخص وضو کے بعد کوئی چیز (بطور خاص گوشت وغیرہ جن کے استعمال سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے، یا اس کے ذرات دانتوں کے درمیان پھنس جاتے ہیں) کھایا،

پیا ہے، یا پیاز لہسن وغیرہ کھایا ہے، یا موجودہ زمانے میں مختلف قسم کی بدبودار چیزیں (پان، پان پراگ، اس کی دیگر اقسام کو استعمال کیا ہے)، اب اس شخص کے لیے مسواک کرنا بہت اہم ہو جائے گا؛ تاکہ ان چیزوں کی بدبو منہ سے زائل ہو جائے، فرشتوں اور نمازیوں کو اذیت نہ پہنچے۔

علامہ نوویؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے عذر کی بنا پر تیمم کیا، اگر اس کے لیے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تو نماز کے لیے مسواک کرنا سنت ہوگا۔

(شرح مسلم للنووی، کتاب الطھارۃ، باب السواک)

(۳) تلاوتِ قرآن کے لیے مسواک

جب آدمی اللہ کے کلام کی تلاوت کرتا ہے، تو اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، فرشتے تلاوت کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں، قرآن سنتے ہیں، فرشتے تلاوت کرنے والے سے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ تلاوت کرنے والے کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتے ہیں، تلاوت کے موقع پر نماز میں ہو، یا نماز کے باہر، مسواک کا اہتمام کرنا چاہئے، نیز درسِ قرآن، درسِ حدیث، دینی علوم کے اسباق، دینی و علمی مجالس میں شرکت کے موقع پر مسواک کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَسَوَّكَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، قَامَ الْمَلَكُ خَلْفَهُ، فَيَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِهِ، فَيَدْنُو مِنْهُ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا حَتَّى يَضَعَ فَاهُ عَلَى فِيهِ، فَمَا يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا صَارَ فِي جَوْفِ الْمَلَكِ، فَطَهِّرُوا أَفْوَاهَكُمْ لِلْقُرْآنِ.

(رواہ البزار، ورجالہ ثقات، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب السواک: ۲۵۶۴)

جب بندہ مسواک کرتا ہے، پھر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے، اس کا قرآن غور سے سنتا ہے، اس نمازی سے قریب ہوتا ہے؛ یہاں تک کہ فرشتہ اپنا منہ فرشتے کے منہ پر کھ دیتا ہے، جو بھی قرآنی آیت اُس کے منہ سے نکلتی ہے، سیدھے

فرشتے کے اندر داخل ہوتی ہے، لہذا تم لوگ قرآن کی تلاوت کرنے کے لیے اپنے منہ کو پاک صاف کرو۔

روایت نماز میں تلاوت سے متعلق ہے، خارجِ نماز تلاوت، نیز درس قرآن وحدیث بھی تلاوت قرآن سے ملحق ہوں گے، درس قرآن، درس حدیث اور تعلیمی حلقوں کے ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ مسواک کے ساتھ ان مجلسوں میں شرکت کی جائے۔

(۴) نیند سے بیداری کے بعد مسواک

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

(رواہ البخاری، کتاب الجمعۃ، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل: ۱۱۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نمازِ تہجد کے لیے بیدار ہوتے، تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرماتے۔

سوکر اٹھنے کے بعد خواہ رات ہو، یا دن، نماز کا وقت قریب ہے، نماز کے لیے وضو بنائے، تو اس وضو میں مسواک کرے، اگر نماز کا وقت قریب نہیں ہے، یا فوری طور سے وضو کی ضرورت، یا ارادہ نہیں ہے، تو نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنا سنت ہوگا۔

لہٰذا ان صورتوں میں مسواک کرنے میں جلدی کرنا چاہیے، اس لیے کہ اُس شخص کو گھر والوں، یا کسی اور شخص سے بات چیت کی ضرورت پیش آسکتی ہے، سامنے والوں کو منہ کی بو سے تکلیف اور گھن ہوسکتی ہے، کچھ کھانے پینے کی ضرورت پیش آسکتی ہے، کم از کم منہ کی صفائی کے بغیر وہ کیسے کھائے گا، یا پئے گا؟ اس لیے نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسواک مستقل سنت ہے۔

(۵) گھر میں داخل ہونے کے بعد مسواک

حضرت شریح فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں

داخل ہوتے ،تو اولاً کیا کام کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ، بَدَأَ بِالسِّوَاكِ.

(رواہ مسلم، کتاب الطھارۃ، باب السواک: ۲۵۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں داخل ہوتے ،تو سب سے پہلے مسواک فرماتے ۔

جب انسان باہر سے اپنے گھر آتا ہے،تو گھر کے افراد اہلیہ، اولاد اور گھر کے دیگر افراد بے تکلفی سے قریب ہوکر بات چیت کرتے ہیں، آدمی باہر سے آیا ہے، دیر تک کسی چیز کے نہ کھانے ، گرمی کی شدت سے زبان کے سوکھ جانے ، یا کسی اور وجہ سے منہ میں بدبو ہوسکتی ہے، اسی حال میں ان سے گفتگو میں لگ جائے گا، منہ کی بدبو سے انہیں تکلیف ہوگی ، گھن اور نفرت پیدا ہوگی ، بطور خاص اہلیہ سے متعلق یہ باتیں نہایت خطرناک ثابت ہوسکتی ہیں، ہمیشہ کے لیے اہلیہ کے دل میں شوہر کی نفرت اور گھن پیدا ہوسکتی ہے۔

لہٰذا جب کوئی انسان باہر سے گھر میں داخل ہو، تو اولاً مسواک کرے، پھر اہل خانہ سے گفتگو کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیاری سنت پر عمل ہوگا، اس کی برکت سے اہل خانہ کے درمیان محبت و الفت برقرار رہے گی۔

مسئلہ: دوسروں کی مسواک ان کی اجازت سے استعمال کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: بچوں کو مسواک عادت ڈالنی چاہئے۔

لَا بَأْسَ بِاسْتِعْمَالِ سِوَاكِ غَيْرِهِ بِإِذْنِهِ ،وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُعَوِّدَ الصبي السواك ليعتاده . (شرح مسلم للنوی، کتاب الطھارۃ، باب السواک)

مسواک نہ ہو، تو کیا کرے

مسواک کرنے کے لیے کوئی لکڑی میسر نہ ہو، تو انگلیوں سے دانت، مسوڑوں، زبان اور تالو کو اچھی طریقے سے صاف کرے، دانتوں کی صفائی میں استعمال کیا جانے والا برش، کھردرے کپڑے، دانتوں کی صفائی کا منجن اور منہ کی صفائی میں استعمال ہونے والے کسی سیال مادے سے بھی منہ کی صفائی کی جائے ،جس سے منہ کی بو زائل ہوجائے ، تو مسواک کی نفس سنت ادا ہوجائے گی۔ ان شاء اللہ۔ البتہ مسنون مسواک کی سنت باقی رہے

گی۔ (مستفاد از شرح مسلم للنووی، کتاب الطہارۃ، باب السواک)

عمر بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْأَصَابِعُ تُجْزِي مَجْزَى السِّوَاكِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ سِوَاكٌ.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط، کثیر ضعیف، وقد حسنہ الترمذی، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب ما یفعل عند عدم السواک: ۲۵۷۷)

مسواک موجود نہ ہونے کی صورت میں انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہو جائیں گی۔

جس کے منہ میں دانت نہ ہوں، وہ مسواک کیسے کرے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ! الرَّجُلُ يَذْهَبُ فُوهُ، يَسْتَاكُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: كَيْفَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: يُدْخِلُ أُصْبُعَهُ فِي فِيهِ فَيُدَلِّكُهُ.

(مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب السواک لمن لیست لہ اسنان: ۲۵۷۴)

یا رسول اللہ! جس کے منہ میں دانت نہ ہوں، وہ بھی مسواک کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، وہ شخص بھی مسواک کرے گا، میں نے عرض کیا: وہ شخص کیسے مسواک کرے گا؟ (اس کے منہ میں دانت نہیں ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی انگلی سے مسواک کرے گا۔

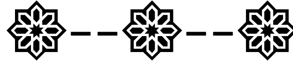
یعنی منہ میں انگلی ڈال کر منہ کی چوڑائی، مسوڑوں کے اوپر نیچے، زبان اور تالو پر انگلی سے رگڑ کر صفائی حاصل کرے گا۔

گزارش

تین اہم دینی حلقے اور جماعتیں: اہل مدارس، اہل دعوت اور اہل تصوف ان تینوں دینی جماعتوں اور حلقوں میں عملی تربیت پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے، سنتوں کی عملی مشق کرائی جاتی ہے، افسوس کہ ان تینوں حلقوں سے وابستہ افراد میں مسواک کی سنت پر جس قدر عمل ہونا چاہیے، اتنا نہیں ہے؛ حالاں کہ انہیں مسواک استعمال کرنے کی ضرورت زیادہ اور مواقع زیادہ پیش آتے ہیں؛ کیوں کہ اجتماعی اور انفرادی اعمال کا تسلسل ان کے ساتھ لگا رہتا ہے، ان اعمال کے لیے مسواک مستحب وسنت ہوتی ہے؛ لیکن عمل کرنے والے

بہت قلیل ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ طالبانِ علوم نبوت، دعوت وتبلیغ میں چلنے والے احباب اور اپنی اصلاح کے لیے اللہ والوں کی خدمت میں حاضر ہونے والے افراد کو اساتذۂ کرام، مشائخ عظام اور ذمہ دار احباب کی طرف سے مسواک کی طرف توجہ دلائی جائے اور انہیں ترغیب دی جائے؛ تاکہ یہ سنت خوب عام ہوسکے۔

عبداللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدی، بنگلور
۱۲/صفرالمظفر ۱۴۴۷ھ
۷/اگست ۲۰۲۵ء



عمامہ ایک پیاری سنت اور اسلامی تہذیب

- عام حالات میں ننگے سر رہنا غیر اسلامی طریقہ
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات صحابہ کا ٹوپی پہننا
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا عمامے کا اہتمام
- عمامہ ٹوپی کے ساتھ مسنون
- عید کے دن عمامہ
- سفید عمامہ پسندیدہ
- شملے کا استحباب اور اس کی مقدار
- عمامے کی مقدار

عمامہ ایک پیاری سنت اور اسلامی تہذیب

عام حالات میں ننگے سر رہنا غیر اسلامی طریقہ

مسلمانوں میں ننگے سر رہنے کی عادت ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کے بعد شروع ہوئی، عربوں میں انگریزوں سے تعلقات کے بعد اس کا رواج ہوا ہے، یہ مغربی تہذیب ابتداءاً صرف دفاتر، کالج اور بازاروں تک محدود تھی، مذہبی مجالس اور مساجد میں لوگ ننگے سر جانے کو معیوب سمجھتے اور اس سے احتراز کرتے تھے، جب طبیعتیں اس اجنبی ومغربی تہذیب سے مانوس ہو گئیں، تو یہ جدید تہذیب وکلچر ہی عادت اور عام فیشن بن گیا ہے، مسلمانوں میں بطور خاص جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اس کا رواج بہت تیزی سے پھیل گیا ہے، مزید پھیلتا جا رہا ہے، اس لیے عوام الناس کو اس مسئلے کی طرف متوجہ اور آگاہ کرنے کی ضرورت ہے،، کبھی کبھار ننگے سر ہو جانا گناہ نہیں؛ البتہ مستقل طور پر ننگے سر رہنا شرعاً ناپسندیدہ اور خلافِ ادب ہے، ننگے سر رہنے کو معمول اور فیشن بنا لینا اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہے، اگر کوئی غیروں کی مشابہت میں ننگے سر رہتا ہے، تو وہ گناہ گار بھی ہوگا۔

عرب عام حالات میں ننگے سر نہیں رہتے تھے، ان کے لباس اور ان کی تہذیب میں عمامہ شامل تھا، کفار بھی عمامہ باندھا کرتے تھے، شریعتِ اسلامیہ نے اس تہذیب کو مزید مہذب کرتے ہوئے ٹوپی کا اضافہ کیا ہے، گویا جو حضرات صحابہ عمامہ باندھتے تھے، وہ ٹوپیاں بھی زیب تن فرماتے تھے، لباس میں ٹوپی اور عمامے کو خاص اہمیت دی جاتی رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ حج وعمرے کے موقع پر سر ڈھانپنے کی ممانعت ہے؛ کیوں کہ عمامہ اور ٹوپی لباس اور زینت کا حصہ ہے، آج بھی عرب وعجم میں مسلمانوں کی تہذیب میں ٹوپی اور عمامہ کو لباسِ زینت میں شمار کیا جاتا ہے، اس کا اہتمام کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا: محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قمیص، شلوار، عمامہ اور ٹوپی نہ پہنے الخ۔

(رواہ البخاری فی حدیث طویل عن عبد اللہ بن عمرؓ، کتاب الحج، باب مالا یلبس المحرم من الثیاب: ۱۵۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ کا ٹوپی پہننا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْبَسُ قَلَنْسُوَۃً بَیْضَاءَ. (رواہ البیھقی فی شعب الایمان بسند ضعیف، باب الملابس، فصل فی العمائم: ۵۸۴۸ ومجمع الزوائد، کتاب اللباس، باب فی القلنسوۃ: ۸۵۰۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بات چیت فرمائی، اُس وقت آپ کے بدن پر اونی چادر، اونی جبہ، اونی پائجامہ اور اونی ٹوپی تھی۔

(ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبوس الصوف: ۱۷۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شہداء کی چار قسمیں ہیں: (۱) ایک وہ مومن جو جید الایمان ہے، دشمن سے لڑتا ہے، اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دکھاتا ہے، پھر شہید ہو جاتا ہے، (اس شہید کا رتبہ اتنا بلند ہوگا کہ) قیامت کے دن لوگ اُس (کے رتبے کی بلندی کی طرف) اپنی آنکھیں اس طرح اٹھا کر دیکھیں گے، پھر (عملاً) آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا؛ یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر گئی۔

راوی کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ سر اٹھانے والے حضرت عمرؓ تھے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الخ۔ (رواہ الترمذی عن عمرؓ، کتاب الجہاد، باب فضل الشہداء: ۱۶۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کا مقام و مرتبہ بتانے کے لیے اپنا سر مبارک اٹھا کر دکھایا ہو، یا حضرت عمرؓ نے اپنا سر اٹھا کر دکھایا ہو، دونوں صورتوں میں کسی ایک شخصیت کا ٹوپی پہننا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ٹوپی پہنا کرتے تھے، حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس ایک خاص قسم کی ٹوپی تھی جس کے اگلے حصے میں حضرت خالدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کو لگائے رکھا تھا، جس کی برکت سے غزوات میں انھیں کامیابی ملتی تھی۔ (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب ماجاء فی خالد بن الولید: ۱۵۸۸۲)

مذکورہ بالا احادیث وآثار بتلارہی ہیں کہ سر کو ڈھانکنا یعنی ٹوپی یا عمامہ سے آراستہ رکھنا، بالخصوص نماز کے موقع پر ننگے سر ہونے سے بچنا اسلامی تہذیب کا حصہ اور مسنون لباس میں شامل ہے، ننگے سر رہنے کی ترغیب وفضیلت کا کوئی ثبوت نہیں ہے، نہ صحیح حدیثوں میں ہے، نہ ہی ضعیف روایتوں میں، معلوم ہوا کہ موجودہ زمانے کا یہ فیشن اور مغربی تہذیب کا اثر ہے جس سے احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا عمامے کا اہتمام

عمامہ سر کی زینت، مومن کی آن بان اور علماء، فقہاء اور بزرگان سلف وخلف کی شان اور اسلام کی پہچان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک پر عام حالات میں عموماً عمامہ رہتا تھا، صحابہ کرام اور صلحائے امت کا یہی معمول تھا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عمامہ تھا جس کا نام ''سحاب'' تھا، جس کو حضرت علیؓ کے سر پر باندھا تھا، آپ کے عمامے کے نیچے ٹوپی بھی ہوا کرتی تھی، کبھی عمامے کے بغیر ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے، کبھی (حسبِ ضرورت) ٹوپی کے بغیر بھی عمامہ باندھ لیا کرتے تھے۔ (زادالمعاد، فصل فی ملابسہ صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِعْتَمُّوا، تَزْدَادُوا حِلْمًا، وَالْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ.

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن ابی الملیح عن ابیہ، باب الملابس، فصل فی العمائم: ۵۸۴۹)

عمامہ باندھو، تمہاری بردباری (صبر وتحمل) میں اضافہ ہوگا، عمامے عربوں کے تاج ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک طویل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر

وقت سر پر عمامہ باندھتے تھے؛ حتی کہ وضو فرماتے وقت بھی عمامہ سر پر ہوتا تھا۔

(رواہ مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ: ۲۷۴)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ. (رواہ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی العمامۃ: ۱۴۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا، آپ کے سرِ مبارک پر قطری عمامہ تھا، آپ نے اپنے عمامے کے نیچے سے ہاتھ داخل فرمایا اور اپنے سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا، عمامہ کھولا نہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ.

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب الحج، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام: ۱۳۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر "مکہ" میں احرام کے بغیر داخل ہوئے، آپ کے سرمبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

حضرت عمرو بن حریثؓ کی روایت کے مطابق آپ نے کعبۃ اللہ کے دروازے پر کھڑے ہوکر سیاہ عمامہ باندھے ہوئے خطبہ دیا، دوسری روایت کے مطابق دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ بھی چھوڑ رکھا تھا۔

(رواہ مسلم عن عمرو بن حریثؓ، کتاب الحج، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام: ۱۳۵۹)

امام بخاریؒ نے "صحیح بخاری" میں حضرت حسن بصریؒ کا اثر تعلیقاً نقل فرمایا ہے:

حضرات صحابہ موسم گرما میں اپنے عماموں کے کناروں پر سجدہ کرتے تھے۔ (رواہ البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب السجود علی الثوب، تعلیقا) یہ اثر مصنف عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے، اس اثر کا صریح مطلب یہ ہے کہ عام حضرات صحابہ نمازیں بھی عمامہ باندھ کر پڑھتے تھے۔

حضرت علیؓ سیاہ عمامہ باندھا کرتے تھے، پیٹھ کی جانب شملہ بھی چھوڑا کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب اللباس والزینۃ، العمائم السود: ۲۴۹۵۳)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن بھی حضرت علیؓ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ بندھا ہوا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب اللباس والزینۃ، العمائم السود: ۲۴۹۵۱)

جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علیؓ سفید عمامہ باندھے ہوئے تھے۔
(تاریخ ابن عساکر: ترجمہ علی بن ابی طالبؓ: ۴۹۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک طویل حدیث میں بیان فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو ایک سریہ کا امیر بنایا، حضرت عبدالرحمنؓ نے روانگی کی تیاری کی، صبح میں عمامہ باندھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بندھا ہوا عمامہ کھول کر پھر (ٹھیک طریقے سے) عمامہ باندھا اور پیچھے کی طرف چار انگلیوں کے بقدر شملہ چھوڑا، پھر فرمایا: اے ابن عوف! اس طرح عمامہ باندھا کرو، یہ زیادہ اچھا اور خوب صورت لگتا ہے (پھر آپ نے جھنڈا دے کر اُنہیں روانہ فرمایا۔
(مجمع الزوائد، قال الہیثمی: رواہ الطبرانی فی الاوسط، واسنادہ حسن، کتاب اللباس، باب ماجاء فی العمائم: ۸۵۰۰)

حضرت ابوصخرہؒ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے سرِ مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔
(مصنف ابن شیبۃ، کتاب اللباس والزینۃ، العمائم السود: ۲۴۹۶۰)

عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں:

ایک دیہاتی دورانِ سفر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اُنہیں سلام کیا، رخصت کرتے ہوئے اپنی سواری (گدھا) اُن کے لیے پیش کیا اور اپنے سر پر موجود عمامے کو اتار کر اُس دیہاتی شخص کو عنایت فرمایا۔
(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ اصدقاء الاب: ۲۵۵۲)

حضرت سلمہ بن وردانؒ کہتے ہیں:

میں نے حضرت انسؓ کے سرِ مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا، آپ نے اپنے پیچھے ایک

ذراع کے بقدر شملہ بھی چھوڑ رکھا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب اللباس والزینۃ، العمائم السود: ۲۴۹۵۵)

حضرات صحابہ کرام میں حضرت عمار، حضرت ابوالدرداء، حضرت براء بن عازب، حضرت حسین، حضرت واثلہ رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین میں حضرت سالم، حضرت قاسم، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت شریح رحمہم اللہ کے بارے میں مشہور محدث امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں ان حضرات کے اہتمامِ عمامہ کی صریح روایات نقل فرمائی ہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

میں اہل علم وفضل کی کئی شخصیات یحی بن سعیدؒ، ربیعہ بن عبدالرحمنؒ اور ابن ہرمزؒ وغیرہ کو عمامے کا اہتمام کرتے ہوئے پایا ہے، ایک مرتبہ میں اپنے استاذ ربیعہ بن عبدالرحمنؒ کی مجلس میں حاضر تھا جس میں اکتیس (۳۱) اہل علم موجود تھے، وہ سب حضرات اپنے سروں پر عمامے باندھے ہوئے تھے، میں بھی اُن عمامہ باندھنے والوں میں شامل تھا، حضرت ربیعہؒ فرماتے تھے: عمامے سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔

(شرح بخاری لابن بطال، کتاب اللباس، باب العمائم)

حضرت امام شافعیؒ بڑا عمامہ باندھا کرتے تھے، آپ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا، گویا آپ کوئی عرب دیہاتی ہیں۔ (الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، باب فی فصاحتہ واتساعہ الخ)

حاکم ''بخارا'' نے حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کو اپنے شہر سے نکال دیا، امام بخاری اہل ''سمرقند'' کی دعوت پر ''سمرقند'' تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا، درمیانی سفر میں ''سمرقند'' کی ایک بستی ''خرتنگ'' میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں چند دن قیام فرمایا اور بیمار ہو گئے، اہل ''سمرقند'' نے دوبارہ دعوت دی، آپ نے سفر کی تیاری کی، موزے پہنے، عمامہ باندھا، سواری پر سوار ہونے کے بعد بیس قدم چلے، خادم سے فرمایا: مجھے کمزوری محسوس ہو رہی ہے، مجھے چھوڑ دو، پھر بیٹھ گئے، کچھ دیر دعا کی، پھر ہمیشہ کے لیے لیٹ گئے (سمرقند کے لیے سفر کی تیاری نہیں؛ بلکہ آخرت کی تیاری تھی، جس میں عمامہ بھی باندھ رکھا تھا، جو لوگ حالتِ سفر میں عمامہ کا اہتمام کرتے تھے، وہ عام حالات، درسِ حدیث اور نماز کے

اوقات میں بدرجہء اولی عمامے کا اہتمام کرتے ہوں گے۔
(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، الفصل العاشر، ذکر رجوعہ الی بخاری: ۶۸۰)

حضرت امام مسلمؒ عمامہ باندھنے کا اہتمام فرماتے تھے اور اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، حرف المیم، من اسمہ مسلم، ترجمہ: ۲۲۶)

ہمارے اکابر محدثین اور دارالعلوم دیوبند کے شیوخ الحدیث حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمہم اللہ ہمیشہ عمامہ کا اہتمام فرماتے تھے۔

مذکورہ بالا احادیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ وسنتِ مستمرہ اور صحابہ، تابعین، محدثین، اہل علم وفضل اور مشائخ کی دستار بندی کے اہتمام سے عمامے ودستار کی اہمیت واضح ہوتی ہے؛ لیکن ہمارے معاشرے میں اس سنت پر عمل نہایت محدود ہے، لہٰذا اس سنت کو (اگرچہ یہ سنن زوائد میں سے ہے) زندہ کرنے اور اس کو رواج دینے کی سخت ضرورت ہے۔

محدثین، اہل علم وفضل، مشائخِ تصوف اور ان کے مریدین عمامے کی سنت پر عمل کرتے ہیں، مدارس اور دعوت وتبلیغ کی محنت میں سنتوں پر عمل کی ترغیب اور تربیت کی جاتی ہے؛ لیکن اس سنت پر بہت کم لوگ ہی عمل کرتے ہیں، اگر اہل علم وفضل، مدارس اور دینی اداروں کے اساتذۂ کرام اور ذمہ دار قسم کے لوگ نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین، دینی وعلمی مجالس کے موقعوں پر بطور خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مستمرہ پر عمل کرنا شروع کر دیں، تو بہت تیزی کے ساتھ امت کے دیگر افراد میں بھی یہ سنت زندہ ہو جائے گی اور اس کا رواج عام ہو جائے گا۔

عمامہ ٹوپی کے ساتھ مسنون

حضرت رکانہؓ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ، الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ. (رواہ ابوداؤد، کتاب اللباس، باب العمائم: ۴۰۳۸، والترمذی، کتاب اللباس، باب العمائم علی القلانس: ۱۷۸۴، وقال ھذا حدیث غریب)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہمارے اور مشرکین کے عماموں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں، وہ بلا ٹوپی عمامہ باندھتے ہیں۔

عید کے دن عمامہ

حضرت عمر بن خطاب ؓ اور حضرت علی ؓ عیدین کے موقع پر عمامہ باندھا کرتے تھے۔
(شعب الایمان، الملابس والزی، فصل فی العمائم: ۵۸۴۱، ۵۸۴۲)

سفید عمامہ پسندیدہ

احادیثِ مبارکہ میں عمامے کے مختلف رنگوں کا ذکر ہے، اس لیے کسی بھی رنگ کا عمامہ باندھنے سے عمامے کی سنت ادا ہو جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ، تابعین اور محدثین سے مختلف رنگ کے عمامے باندھنا ثابت ہے، کوئی سیاہ، کوئی سفید، کوئی سبز عمامہ باندھا کرتے تھے، فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا، غزوۂ بدر میں ملائکہ زرد اور سفید عماموں میں ملبوس ہو کر اترے تھے، عمامے کے فضائل احادیث میں مطلق وارد ہوئے ہیں، لہٰذا کسی بھی رنگ کا عمامہ باندھنے سے عمامے کی سنت ادا ہو جائے گی اور عمامہ باندھنے والا احادیث میں ذکر کردہ فضائل کا مستحق قرار پائے گا۔

سفید رنگ نہایت پاکیزہ صاف ستھرا رنگ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زندوں اور مردوں کے لیے سفید لباس اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور عمامہ لباس میں شامل ہے، لہٰذا عمامہ کا سفید ہونا بھی مستحب ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ. (رواہ النسائی عن سمرۃ ؓ، کتاب الزینۃ، الامر بلبس البیض من الثیاب: ۵۳۲۲)

سفید کپڑے پہنو، اس لیے کہ سفید لباس زیادہ پاک اور عمدہ ہوتا ہے، سفید لباس میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

غزوۂ خندق سے فارغ ہونے کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام سفید عمامے میں

ملبوس ''برذون'' پرسوار ہوکر حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس موقع پر حضرت عائشہؓ کوسلام پہنچایا ہے۔

(تاریخ ابن عساکر: ترجمہ دحیہ بن خلیفہ: ۲۰۷:۲)

جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؓ سفید عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

(تاریخ ابن عساکر: ترجمہ علی بن ابی طالبؓ: ۴۹۳۳)

حضرت جابرؓ ٹخنوں سے اوپر تہبند، سر پر سفید عمامہ باندھا کرتے تھے اور عمامے کا شملہ اپنی پشت پر چھوڑا کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: جابر بن عبداللہ: ۳۸)

فقیہِ مدینہ حضرت قاسم بن محمدؒ سفید عمامہ باندھا کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ قاسم بن محمد: تابعین، طبقہ ثانیہ: ۱۸)

سعید بن المسیبؒ باریک نرم ٹوپی پر سفید عمامہ باندھتے تھے، ایک بالشت کے بقدر شملہ اپنے پیچھے لٹکاتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، سعید بن المسیب، الطبقۃ الاولی من اہل المدینۃ من التابعین: ۶۸۳)

فقیہ مدینہ حضرت سالم بن عبداللہؒ سفید ٹوپی اور سفید عمامہ پہنتے تھے، ایک بالشت سے زائد شملہ اپنے پیچھے لٹکایا کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، سالم بن عبداللہ، الطبقۃ الاولی من اہل المدینۃ من التابعین: ۷۴۱)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سفید عمامہ باندھا کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء، ترجمہ: محمد بن سیرین، تابعین، طبقہ ثانیہ: ۲۴۶)

شملے کا استحباب اور اس کی مقدار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ شملے کے بارے میں مختلف رہی ہے، شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر رہا ہے؛ حتی کہ بعض علماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ شملے کے بغیر عمامہ باندھنا ثابت ہی نہیں؛ لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے شملے کے بغیر بھی عمامہ باندھ لیتے تھے۔

شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے، کبھی آگے دائیں جانب، کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے، کبھی عمامے کے درمیان دونوں سرے شملے کے

طریقے پر چھوڑ لیتے تھے، علامہ مناویؒ نے لکھا ہے: اگرچہ سب صورتیں ثابت ہیں؛ لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ہے۔

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، باب ماجاء فی عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۹۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کا شملہ کتنا ہوتا تھا؟ اس کی صراحت نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر جو عمامہ باندھا، اس کا شملہ چار انگلیوں کے بقدر رکھ کر اس کی تحسین فرمائی۔

(مجمع الزوائد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی العمائم: ۸۴۹۸)

فقیہ مدینہ حضرت سالم بن عبداللہؒ سفید ٹوپی اور سفید عمامہ پہنتے تھے، ایک بالشت سے زائد شملہ اپنے پیچھے لٹکایا کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، سالم بن عبداللہ، الطبقۃ الاولی من اہل المدینۃ من التابعین: ۱۴۷)

حضرت انسؓ اپنے عمامے کا شملہ ایک شرعی گز (ڈیڑھ فٹ) کے بقدر چھوڑتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب اللباس والزینۃ، العمائم السود: ۲۴۹۵۵)

علامہ مناویؒ شرح شمائل میں تحریر فرماتے ہیں:

شملے کی مقدار چار انگلیوں کے بقدر ہے، زیادہ مقدار ایک ذراع ہے، آدھی پیٹھ شملے کی آخری حد ہے، آدھی پیٹھ سے زیادہ شملہ چھوڑنا بدعت اور اسبال میں شامل ہے۔

(شرح شمائل ترمذی للمناوی، باب ماجاء فی عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۱۶۵)

عمامے کی مقدار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

قال الجزری فی تصحیح المصابیح: قد تتبعت الکتب وتطلبت من السیر والتواریخ لأقف علی قدر عمامۃ النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - فلم أقف علی شیء، حتی أخبرنی من أثق بہ أنہ وقف علی شیء من کلام النووی، ذکر فیہ أنہ "کان لہ - صلی اللہ علیہ وسلم - عمامۃ قصیرۃ، وعمامۃ طویلۃ، وأن القصیرۃ کانت سبعۃ أذرع، والطویلۃ

اثنی عشر ذراعا. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۴۳۴۰)

علامہ جزریؒ کہتے ہیں:

میں نے سیرت کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا؛ تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کی مقدار معلوم کرسکوں؛ لیکن مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کی مقدار نہیں ملی؛ البتہ ایک قابل اعتبار شخص نے امام نوویؒ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ حضور اقدس کے دو عمامے تھے، ایک چھوٹا سات ہاتھ کا، دوسرا عمامہ بڑا بارہ ہاتھ کا تھا۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۴۳۴۰)

عبد اللطیف قاسمی، غفر اللہ الوالی المتعالی

جامعہ غیث الہدی، بنگلور

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ

مطابق ۲۲/ مارچ ۲۰۲۵ء



فضائل اور آداب گشت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ ،وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ، وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ غُرِّالْمَيَامِيْنَ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ،

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ . (النساء:۱۳، ۱۴)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رضی اللہ عنہ: فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

(رواہ البخاری، کتاب الجہاد والسیر :۳۰۰۹)

اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محترم بزرگو، دوستو اور بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا، سب سے آخر میں انسان کو پیدا کیا، انسان کی خدمت اور ضرورت کے لیے کائنات کو پیدا کیا ہے، انسان کو اللہ نے اپنی معرفت، طاعت اور عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، دنیا میں آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو جمع فرما کر ہم سب سے اپنے معبود، رب اور پالن ہار ہونے کا عہد اور اقرار لیا ہے۔

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ، قَالُوا: بَلٰى شَهِدْنَا . (الاعراف:۱۷۲)

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ہم سب نے کہا: یقیناً آپ ہمارے رب ہیں۔

اس سبق کی یاددہانی کے لیے اللہ نے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا مبارک سلسلہ شروع فرمایا، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں آ کر ایک ایک فرد تک اللہ کے دین کو پہنچانے کے لیے محنت کرتے تھے، لوگوں سے ملاقات کرتے، اللہ کی بڑائی، اُس کی وحدانیت، اللہ کا خالق و مالک ہونا بیان کرتے اور فرماتے: اے لوگو! جو دین اللہ کی طرف سے میں لے کر آیا ہوں، اس کو قبول کرلو، دنیا وآخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے، جن لوگوں نے حضرات انبیاء کی دعوت کو قبول کیا، اللہ نے ان کو دنیا میں عزت، کامیابی اور نیک نامی سے سرفراز فرمایا اور آخرت میں بھی اللہ ان کو کامیاب فرمائیں گے، جن لوگوں نے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا، اللہ نے دنیا میں انہیں ذلت آمیز عذاب سے ہلاک و برباد کر دیا اور قیامت میں بھی ہمیشہ کے لیے انہیں جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾. (النساء: ۱۳، ۱۴)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مانے گا، اللہ اُس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے، جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نہیں مانے گا، اُس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا، اللہ اس کو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں داخل کر دے گا اور اس کو ذلت آمیز عذاب ہوگا۔

اللہ نے قرآن پاک میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محنت، ان کی دعوت اور لوگوں سے خیر خواہی اور جہنم سے بچانے کی فکر کو بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ (الشعراء: ۱۰۶-۱۰۹)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہارے لیے امانت دار رسول بن کر آیا ہوں، اللہ سے ڈرو، میری بات مانو، میں تم سے اس محنت پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، میرا معاوضہ اللہ کے ذمے ہے۔

حضرات انبیاء کی دعوت قبول نہ کرنے والوں کا برا انجام اور اُن پر آنے والے عذاب کو بیان کیا ہے اور معذب قوموں کے عذاب سے حضرات انبیاء پر ایمان لانے والوں کو اللہ نے کیسے بچایا؟ اس کو بھی بیان فرمایا ہے۔

اللہ نے تمام انسانوں کی دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے کامل و مکمل دین نازل فرمایا ہے، اللہ کی شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہم زندگی گزاریں گے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں کامیاب فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْأَرْضُ إِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَ أَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْأَرْضُ إِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾

(سورۃ ہود: ۱۰۵ تا ۱۰۸)

قیامت کے دن تمام لوگ دو جماعتوں میں منقسم ہو جائیں گے، سعید (خوش نصیب، ایمان والے،) اور شقی (بد بخت و بدنصیب، بے ایمان) بدنصیب ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے، خوش نصیب (ایمان والے) ہمیشہ کے لیے جنت میں جائیں گے۔

اللہ کے دین کو اپنی زندگی میں زندہ کرنے اور دنیا و آخرت کے اعتبار سے خوش نصیب بندوں میں شامل ہونے کے لیے فکر، محنت اور دعوت کی ضرورت ہے، حضرات انبیاء علیہم السلام نے اِسی دین کے لیے محنت فرمائی اور قربانیاں پیش کیں، امت کے ایک ایک گھر اور ایک فرد تک دین پہنچانے کے لیے جاتے تھے، اسی کو ہم گشت کہتے ہیں، یہ گشت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اور تمام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت ہے، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گلی کوچوں اور بازاروں میں بے غرض ہوکر بے طلب لوگوں تک بذات خود پہنچتے اور ان کے سامنے اللہ کی بڑائی بیان کرتے، اپنی رسالت کو ذکر فرماتے اور آخرت کی فکر دلاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسمِ حج میں منی کے بازاروں اور خیموں میں گھومتے پھرتے اور عرب کے مختلف قبائل کے سامنے دین کا تعارف کراتے، اسی کام کو گلی کوچوں اور بازاروں میں کرنے کو گشت کہا جاتا ہے، لوگوں کو دین کی دعوت دینا اور آخرت کی طرف متوجہ کرنا حضرات انبیاء اور ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

(سورۃ یوسف:۱۰۸)

اے نبی! آپ کہہ دیجئے، یہ میرا راستہ ہے، لوگوں کو اللہ کی (وحدانیت، رسالت اور آخرت) کی طرف بلاتا ہوں اور میرے ماننے والے بھی اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ لوگوں کو دین کی دعوت دینا، اس کی فکر کرنا سب ایمان والوں کی ذمہ داری ہے۔

میرے محترم بھائیو!

شہر، بستی، محلے اور بازار کے ہر فرد سے دین کی نسبت سے ملاقات کرنے کا سب سے آسان طریقہ گشت ہے، امت کے ہر طبقے کے ہر فرد تک دین پہنچانے کا آسان راستہ ہے، امت کے ہر فرد تک دین پہنچانا ہر امتی کی ذمہ داری ہے، اللہ نے اس امت کو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے پیدا فرمایا ہے، دینی نفع پہنچانا، ایمان اور اعمال کی دعوت دینا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، اسی ذمہ داری کو ادا کرنے کی ایک عمدہ ترتیب گشت والا عمل ہے، گشت کے ذریعے بستی اور محلے کے ساتھیوں کو ایمان و اعمال کی دعوت دے کر مسجد میں لایا جائے اور ان کو دین کے سلسلے میں فکرمند بنایا جائے، اسی کو گشت کہا جاتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے اعمال میں گشت نہایت اہم عمل ہے، ہم اور آپ سب مل کر بستی کے بازاروں اور گلی کوچوں میں دین کی فکر اور محنت لے کر محلے کے ساتھیوں کے پاس جائیں

گے، دین کی بات بتائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں دین کو زندہ فرمائیں گے، پھر ہمارے خاندان، معاشرے اور پوری دنیا میں ان شاء اللہ دین کی فضائیں قائم ہوگی۔

گشت چار اعمال کا نام ہے، ایک جماعت عام مسلمانوں سے ملاقات اور دین کی دعوت کے لیے گلی کوچوں میں جائے گی، گشت میں جانے والی جماعت کے واپس آنے تک مسجد میں موجود ساتھیوں سے کوئی ساتھی دینی باتوں کا مذاکرہ کرتے رہیں گے اور دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ذہن سازی کرتے رہیں گے۔

گشت کے لیے محلے میں جانے والی جماعت کی کامیابی کے لیے ایک دو ساتھی ذکر میں مشغول ہوں گے اور گشت کی کامیابی اور گشت سببِ ہدایت بن جائے، اس کی دعا کرتے رہیں گے۔

جو جماعت گلی کوچوں میں گئی ہوئی ہے، اس کی محنت سے مسجد آنے والوں کے استقبال کے لیے ایک دو ساتھی مسجد کے دروازے پر موجود ہوں، سلام ومصافحے سے آنے والوں کا استقبال کریں اور انہیں مسجد میں جاری مذاکرے اور درمیانی بات میں جوڑ دیں۔

یہ سارے اعمال نہایت فکر مندی، خدا کی طرف متوجہ ہوکر اور آداب کی رعایت کے ساتھ کرنے چاہئیں، اسی صورت میں گشت والے عمل کے فوائد وبرکات حاصل ہوں گے، لہٰذا ہم سب کو آداب کا لحاظ کرتے ہوئے گشت کا مبارک عمل کرنا چاہیے۔

گشت میں جانے والی جماعت میں کم از کم تین، زیادہ سے زیادہ دس افراد ہوں، جن میں سے ایک امیر ہو جو ساتھیوں کو آداب کے ساتھ لے جا کر گشت کرائے، دوسرا رہبر ہو جو مقامی ہو، مقامی جگہوں اور ساتھیوں کو پہچانتا ہو، ان سے ملاقات کرا سکتا ہو، ایک متکلم ہو، جو ساتھیوں سے دین کی بات کرے۔

گشت میں جانے والے ساتھی امیر کی اطاعت، اللہ کے ذکر اور نظروں کی حفاظت کرتے ہوئے راستے کے ایک کنارے سے چلیں۔

جب کسی گھر پر پہنچیں، تو دروازے کی ایک جانب کھڑے ہوں، بالکل دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوں، رہبر؛ ساتھی کو سلام کرتے ہوئے اچھے نام سے بلا کر متکلم سے ملاقات کرائے۔

جب متکلم ساتھیوں سے بات کرے، تو تمام ساتھی دین کی بات عظمت اور توجہ سے سنیں، متکلم اللہ کی وحدانیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آخرت کی بات کرے، بہت لمبی بات بھی نہ ہو، بہت ہی مختصر بھی نہ ہو؛ بلکہ موقع محل اور مخاطب کا لحاظ کرتے ہوئے ضرورت اور فائدے کی بات کرے، متکلم؛ ساتھی کو اس محنت میں جوڑنے اور نقد مسجد روانہ کرنے کی کوشش کرے۔

گشت سے واپسی میں قبولیت کی دعا اور گشت میں ہونے والی کوتاہیوں پر استغفار کرتے ہوئے آئیں، اے اللہ! جس طرح گشت کا مبارک عمل کرنا چاہیے تھا، ہم نہیں کر سکے، اپنے فضل سے اس کو قبول فرما، گشت میں ہونے والی کمی کوتاہی کو درگذر فرما، اس گشت کو ہمارے لیے، اہل محلہ اور پوری دنیا کے لیے ہدایت اور نجات کا ذریعہ بنا۔

نوٹ: گشت کی قسمیں:

عمومی گشت، خصوصی گشت، تعلیمی گشت، تشکیلی گشت

عمومی گشت: عمومی گشت جس کی تفصیلات اوپر بالتفصیل بیان کی گئیں۔

خصوصي گشت: بستی اور محلے کے خاص لوگوں سے ملاقات کے لیے جانا، دینی، تعلیمی، سماجی اور دنیاوی لحاظ سے جو خصوصي درجے کے لوگ ہوں، ان سے ملاقات کی جائے گی؛ تاکہ بستی اور محلے میں آنے والی جماعت کا تعاون کریں، ان کی محنت اور فکر میں شریک ہوں، شہر اور بستی کے علمائے کرام سے ملاقات کی جائے، تو ان سے دعاؤں اور سرپرستی کی درخواست کی جائے گی، مناسب موقع اور مناسب وقت ہو، تو کچھ اپنی کارگذاری سنائی جائے گی، اس کو خصوصی گشت کہا جاتا ہے۔

تعلیمی گشت: جماعت میں نکلنے کے بعد روزانہ چار گھنٹے کی تعلیم ہوتی ہے، تعلیم کے دوران دو دو ساتھی مسجد کے باہر جائیں گے اور لوگوں کو مسجد میں ہونے والی تعلیم کی اہمیت سنا کر تعلیم کے حلقوں میں انہیں جوڑنے کی فکر کرنے کو تعلیمی گشت کہتے ہیں۔

تشکیلی گشت: اللہ کے راستے میں کسی ساتھی کو نکالنے کے لیے جو محنت، ذہن سازی اور وصولی وغیرہ کے لیے جو ملاقات ہوتی ہے، اس کو تشکیلی گشت کہتے ہیں۔

ایمان ہی ذریعہ نجات

- اہل ایمان بہترین مخلوق
- جہنم سے نجات سب سے بڑی کامیابی
- اہل ایمان کے لیے جنت کی نعمتیں
- اہل ایمان کے لیے رب کی رضامندی
- اہل ایمان کے لیے دیدار الٰہی
- یہ نعمتیں ہر اس شخص کے لیے ہیں جو موت سے پہلے ایمان لے آئے
- اہل ایمان کے لیے دنیا و آخرت میں بہتر زندگی
- بے ایمان بدترین مخلوق
- بے ایمان کے لیے سخت عذاب
- بے ایمان سے کسی قسم کا معاوضہ قبول نہیں
- بے ایمان کے لیے کوئی مددگار نہیں
- بے ایمان ایمان کی تمنا کریں گے

ایمان ہی ذریعۂ نجات

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَالِخَیْرِ الْاَدْیَانِ ،وَالصَّلٰوةُ ،وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَاوَنَبِیِّنَاوَحَبِیْبِنَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلٰی کَافَّةِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ ،وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَان ،اَمَّا بَعْدُ:

فَقَدْقَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ، فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ،

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ (البینۃ:۷)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اللّٰهُ، اللّٰهُ .اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

اہل ایمان بہترین مخلوق

محترم بزگو، دوستو اور بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا، بے شمار مخلوقات کو وجود بخشا، انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی، ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی، بڑی، جسمانی، روحانی، ظاہری، باطنی، اختیاری اور غیر اختیاری نعمتوں سے انسان مالا مال ہوتا رہتا ہے، ان تمام نعمتوں میں سب بڑی اور افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے، ایمان والے ساری مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ (البینۃ:۷)

جو لوگ ایمان لے آئے، اچھے کام کئے، وہ لوگ تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔

یعنی جو لوگ اللہ، اس کے رسولوں اور کتابوں پر ایمان لے آئے اور بھلے کاموں میں لگے رہے، وہی بہترین مخلوق ہیں حتی کہ ان میں سے بعض افراد بعض فرشتوں سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اللهُ، اللهُ.

(رواہ مسلم، کتاب الایمان، باب ذہاب الایمان آخر الزمان: ۱۴۸)

قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک زمین پر ''اللہ'' ''اللہ'' کہا جاتا رہے گا۔

یعنی قیامت بدترین خلائق پر قائم ہوگی، جب تک ایمان والے ہیں، اللہ کا نام لیتے رہیں گے، اس کی یاد کرتے رہیں گے، نیک اعمال کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ دنیا کا سارا نظام: زمین وآسمان کا قائم ہونا، بارش کا برسنا،، ہواؤں کا چلنا، چاند وسورج کا وقت پر طلوع وغروب ہونا، زمین سے اناج کا اگنا: غرض یہ کہ دنیا اپنی طبعی حالت پر چلتی رہے گی، جب دنیا کو فنا کرنا مقصود ہوگا، تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بہت آسان طریقے سے اپنے پاس بلالیں گے، اس کے بعد دنیا کا یہ سارا نظام فنا کردیا جائے گا، معلوم ہوا کہ دنیا کا یہ سارا نظام ایمان والوں کی برکت سے جاری ہے جو کہ اللہ کے نزدیک بہترین مخلوق ہیں، جب بہترین مخلوق نہیں رہے گی، اللہ دنیا کے اس نظام کو فنا کردیں گے۔

جہنم سے نجات سب سے بڑی کامیابی

انسان کو ایمان کی دولت مل جائے، خواہ وہ مال دار ہو، یا غریب، عربی ہو، یا عجمی، کالا ہو، یا گورا، مرد ہو، یا عورت، وہ ضرور دنیا وآخرت میں کامیاب ہوگا، اللہ کی رحمت جگہ جنت میں داخل ہوگا، اس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، تو وہ ضرور جہنم سے بچ کر جنت میں جائے گا، یا گناہوں کی پاکی صفائی کے بعد جنت میں جائے گا، جنت میں چلے جانا ہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ ، وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ ، فَقَدْ فَازَ . (آل عمران:۱۸۵)

جس شخص کو قیامت میں جہنم سے دور کردگیا اور جنت میں داخل کردیا گیا، وہ شخص کامیاب ہوگیا۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ . (رواہ مسلم، کتاب الایمان، باب من لقی اللہ بالایمان:۲۹)

جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اُس پر جہنم کو حرام قرار دیتے ہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا الْمُوجِبَتَانِ؟ فَقَالَ: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، دَخَلَ النَّارَ.

(رواہ مسلم، کتاب الایمان، من مات لا یشرک باللہ:۱۵۱)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! واجب کرنے والے دو عمل کونسے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھراتا تھا (مومن تھا) وہ شخص جنت میں جائے گا، جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ کے ساتھ کفر و شرک کررہا تھا، تو وہ جہنم میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ آخرت میں نجات اور کامیابی کا ذریعہ صرف ایمان ہے، ایمان ہی کی بنیاد پر جنت کا داخلہ اور جہنم سے حفاظت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ۬

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝١١ (البروج:۱۱)

جولوگ ایمان لے آئے، نیک عمل کیا، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، جنت میں داخلے کا نصیب ہوجانا، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

دنیا میں مال، اولاد، حکومت وسلطنت، جائداد، اولاد، افراد، دیگر دنیوی کمالات واساب سے انسان کامیاب نہیں ہوتا، یہ سب عارضی چیزیں ہیں، اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، وہ اللہ کے عذاب اور جہنم سے بچ جانا ہے، اللہ نے ہمیں ایمان دیا ہے، اس پر شکرادا کرنا چاہیے، اس کے تقاضاوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اہل ایمان کے لیے جنت کی نعمتیں

جول لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں، نیک عمل کرتے ہیں، اللہ ان سے خوش ہوتے ہیں، ان کو ہمیشہ کے لیے اپنے مہمان خانے میں ٹھہراتے ہیں، انہیں ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں جن کو کسی انسان نے سنا نہیں ہوگا، کسی نے سوچا نہیں ہوگا، نہ کسی انسان نے ان نعمتوں کا تصور کیا ہوگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝٣٠ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝٣١

(الکہف:۳۰،۳۱)

جولوگ ایمان لے آئے، نیک اعمال کئے، ان کے عمل کو ہم ضائع نہیں کریں گے، اُن لوگوں کے لیے رہائشی باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں ان لوگوں کوسونے کے کنگن پہنائے جائیں گے، باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے، مسہریوں پر ٹیک لگا ہوئے عزت وآرام سے بیٹھے ہوں گے،، ان کے لیے بہت عمدہ آرام ہوگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝١٠٧ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝١٠٨ (الکہف:۱۰۷،۱۰۸)

جو لوگ ایمان لے آئے، نیک عمل کیا، ان کے لیے بطور مہمان نوازی کے فردوس کے باغات ہیں (فردوس جنت کا سب سے اعلیٰ وافضل درجہ ہے) جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اتنے عمدہ ہوں گے کہ وہاں سے منتقل ہونا نہیں چاہیں گے۔

اہل ایمان کے لیے رب کی رضامندی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبۃ:۷۲)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں سے وعدہ فرمایا ہے ایسے باغات کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، جنتِ عدن میں عمدہ مکانات کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کی رضامندی ان تمام نعمتوں سے سب سے بڑی کامیابی ہے۔

یعنی تمام دنیاوی واخروی نعمتوں سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا اور خوش نودی ہے، جنت بھی اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے، حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی وروحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا؛ مگر سب سے بڑی نعمت محبوب حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

(البینۃ:۸)

ان کا بدلہ ان کے رب کے یہاں رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ جنتی ہمیشہ رہیں گے، ان کا رب ان سے راضی ہوگیا، وہ اپنے رب سے راضی ہوگئے، یہ نعمت ہر اُس شخص کے لیے ہے جو اللہ سے ڈرے (یعنی ایمان لے آئے)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے:

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ (المائدۃ:۱۱۹)

یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی فائدہ پہنچائے گی یعنی ایمان والوں کو ان کا ایمان فائدہ دے گا، ان کے لیے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی، وہ اللہ سے راضی ہوں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

یعنی جنت کے باغوں اور نہروں سے بڑھ کر رضائے مولیٰ سب بڑی دولت ہے؛ بلکہ جنت کی تمام نعمتوں کی اصلی روح یہی ہے، یہ مقام بلند ہر ایک کو نہیں ملتا، صرف ان بندوں کا حصہ ہے جو اپنے رب کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں، ایمان لاتے ہیں اور اچھے اعمال کرتے ہیں۔

اہل ایمان کے لیے دیدار الٰہی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَ لَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ (یونس:۲۶)

جن لوگوں نے بھلائی کی، (اسلام قبول کیا)، ان کے لیے ہے بھلائی اور زیادتی ہے، ان کے منہ پر سیاہی اور ذلت چڑھی ہوئی نہیں ہوگی (؛ بلکہ وہ خوش وخرم ہوں گے، خوشی ومسرت سے ان کے چہرے منور ہوں گے)، وہ جنت والے ہیں،، وہ اسی میں ہمیشہ رہا کریں گے۔

بھلے کام کرنے والوں کو وہاں بھلی جگہ ملے گی (یعنی جنت) اور اس سے زیادہ بھی کچھ ملے گا، یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار ''زیادۃ'' کی تفسیر دیدار مبارک سے کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایمان والوں سے اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اظہار فرمائیں گے، جنتیوں کو اس سے بڑی خوشی کوئی اور نہیں ہوگی۔

حضرت صہیب ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟

(اے اہل جنت!) کیا تم مزید نعمتیں چاہتے ہو؟

فَيَقُولُونَ:

جنتی کہیں گے:

أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟

اے اللہ! تو نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا؟

أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟

کیا تو نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت میں نہیں پہنچایا؟

(یہ سب کچھ مل گیا، مزید کس کی ضرورت باقی ہے؟)

قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ. (رواہ مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیۃ المومنین:۱۸۱)

پھر حجاب اٹھا دیا جائے گا (اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے،) پس خدا کی قسم! جو نعمتیں انہیں دی گئیں ہیں، دیدار الٰہی سے زیادہ کوئی نعمت اتنی پسندیدہ اور محبوب نہیں ہوگی، جس قدر دیدار الٰہی محبوب ہوگی، یعنی جنتی خوشی اس نعمت دیدار الٰہی سے ہوگی، کسی اور نعمت سے نہیں ہوگی۔ رزقنا اللہ سبحانہ، وتعالیٰ بمنہ وفضلہ۔

یہ نعمتیں ہر اس شخص کے لیے ہیں جو موت سے پہلے ایمان لے آئے

بزرگو اور دوستو!

ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی ہر اس شخص کو نصیب ہوگی، جو دنیا میں کفر وشرک سے توبہ کرے اور اللہ، رسول اللہ پر ایمان لے آئے اور دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ (البقرۃ:۶۲)

جو بھی لوگ اپنی موت سے پہلے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے، خواہ وہ لوگ یہودی ہوں، یا نصاری، یا صابی (یا کوئی بھی انسان ہو، کسی بھی مذہب سے اس کا تعلق ہو،) وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے گا، نیک عمل کرے گا، اس کے لیے اللہ کے نزیک اجر ہے، قیامت میں اس کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا، نہ وہ کسی بات پر وہ غم زدہ ہوگا۔

اہل ایمان کے لیے دنیا وآخرت میں بہتر زندگی

میرے بھائیو!

جو لوگ ایمان قبول کرتے ہیں، اللہ دنیا میں بھی انہیں اچھی زندگی عطا فرماتے ہیں، اطمینان، چین وسکون، برکتوں اور رحمتوں والی زندگی عطا فرماتے ہیں اور آخرت کی زندگی تو مومن کے لیے ہے ہی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ (الرعد:۲۹)

جو لوگ ایمان لے آئے، اچھے اعمال کئے، ان کے لیے اچھائی اور بھلائی ہے اور اچھا انجام ہے۔

دینا میں بھی بھلائی، سکون قلبی، خوش حالی، یا، صبر وقناعت کی دولت ملے گی، جس کی وجہ سکونِ قلب واطمینان حاصل ہوگا، آخرت میں اچھا انجام طے شدہ ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ (النحل:۹۷)

جس نے نیک کام کیا، مرد ہو، یا عورت، وہ ایمان والا ہے، تو اس کو ہم ایک اچھی زندگی دیں گے، ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے۔

جو کوئی مرد ہو، یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے، یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں، تو ہم اس کو ضرور صاف ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔

مثلاً دنیا میں حلال روزی، قناعت وغنائے قلبی، سکون وطمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حبِ الٰہی کا مزہ، ادائے فرض عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، مومن قانت کی عمدہ اور مزیدار زندگی یہیں سے شروع ہوجاتی ہے، قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے، آخر انتہاء مکمل حیات طیبہ پر ہوتی ہے۔ (ملخص از فوائد عثمانی)

بے ایمان بدترین مخلوق

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۶﴾ (البینۃ:۶)

یہود ونصاریٰ اور مشرکین جنہوں نے رسول کا، قرآن کا اور دین کا انکار کیا، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ لوگ خدا کی ساری مخلوق میں سب سے بدتر ہیں؛ حتی کہ جانوروں سے بھی گئے گذرے ہیں، جیسے ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے:

اِنۡ ہُمۡ اِلَّا کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۴۴﴾ (الفرقان:۴۴)

اگر انسان کے پاس ایمان نہیں ہے، قیامت کے دن اس کے لیے بڑی مصیبت ہوگی، اللہ اس کے جرم کو معاف نہیں فرمائیں گے، اللہ کے عذاب سے اسے کوئی چیز بچا نہیں سکتی، ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

بے ایمان کے لیے سخت عذاب

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ ظَلَمُوۡا لَمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ طَرِیۡقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِیۡقَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ﴿۱۶۹﴾ (النساء:۱۶۸،۱۶۹)

جن لوگوں نے کفر کیا، ظلم کیا، اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں معاف نہیں کرے گا، نہ ان کو جہنم کے راستے کے علاوہ کوئی کامیابی کا راستہ بتائے جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ کے لیے ایسا کرنا بالکل آسان ہے، یعنی اس کے قوانین کو نافذ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يسمع بِي أحدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ

يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِن أَصْحَابِ النَّارِ.

(رواہ مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۴۰)

اُس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس امتِ دعوت میں سے کوئی شخص خواہ وہ یہودی ہو، یا نصرانی (یا کسی بھی مذہب کا آدمی ہو) اس کو میری بعثت وآمد کی خبر پہنچی اور ایمان نہیں لایا، دنیا سے چلا گیا، تو وہ یقینی طور سے جہنم میں جائے گا۔

اگر انسان ایمان کی نعمت سے محروم ہو، کفر پر اس کو موت آئے، تو وہ شخص ہمیشہ کے لیے بدنصیب، ناکام اور نامراد ہوگا، خواہ وہ نبی کا باپ ہو، نبی کی اولاد ہو، نبی کی بیوی ہو، یا نبی کا رشتہ دار ہو، بادشاہ ہو، یا غریب، مرد ہو، یا عورت اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے، اللہ کے عذاب سے نہ مال ومنال بچا سکے گا، نہ اولاد کچھ کر سکے گی، نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے گی۔

بے ایمان سے کسی قسم کا معاوضہ قبول نہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰی بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۹۱﴾ (آل عمران: ۹۱)

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا، کفر ہی کی حالت میں مر گئے، تو ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا بھی قبول نہیں کیا جائے گا، ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا (نہ ان کے دوست اُن کے کام آئیں گے، نہ ان کی دوستی ان کو عذاب الٰہی سے بچا سکے گی۔)

یعنی جہنم کے عذاب سے بچنے کے لیے اس قدر سونا جس سے مشرق سے مغرب تک تمام سطحِ زمین کو بھر دیا جائے، معاوضے میں دینا چاہیں، تو اُن سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، قیامت میں اللہ کے عذاب اور جہنم میں داخل ہونے سے بچاؤ کے لیے ایک ہی راستہ ہے، وہ ایمان کا راستہ ہے، جس کے پاس ایمان ہے، وہ اللہ کے غضب اور اس کے عذاب

سے محفوظ رہے گا، جس کے پاس ایمان نہیں ہے، اللہ کے غضب، عذاب اور جہنم سے محفوظ نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ (البقرۃ ۴۸)

اُس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے لیے کچھ کام نہ آئے گا، (یعنی ایک بے ایمان کسی دوسرے کے لیے کچھ کام نہیں آئے گا) نہ اس کی طرف سے کسی کی سفارش قبول ہوگی، نہ اس کی جانب سے کوئی عوض یا بدلہ قبول کیا جائے گا، نہ ان کی کسی طرح کی کوئی مدد کی جائے گی۔

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰیؕ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ﴿ۙ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ (الرعد:۱۸)

ان لوگوں کے لیے بھلائی ہے جنھوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کیا، جن لوگوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول نہیں کیا، اگر وہ لوگ زمین کے سارے خزانے اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے دیں، تو بھی ان سے قبول نہیں کئے جائیں گے، ان کے لیے برا حساب ہے، جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا، وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

یعنی بے ایمانوں کی دنیوی زندگی جیسی بھی گذر جائے؛ لیکن آخرت میں ان کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہوگی کہ اگر تمام دنیا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں؛ بلکہ اسی قدر اور بھی ہوں، تو تمنا کریں گے کہ ہم یہ سب فدیہ میں دے کر اس پریشانی سے چھوٹ جائیں۔ (فوائد عثمانی)

بے ایمان کے لیے کوئی مددگار نہیں

فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ٘ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ (آل عمران:۵۶)

جن لوگوں نے کفر کیا، میں ان کو دنیا وآخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

وَالَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ (یونس:۲۷)

جن لوگوں نے برا عمل کیا، ان کی برائی کا بدلہ برا ہی ہوگا، ان کے چہروں پر ذلت ورسوائی چھائی ہوئی ہوگئی، اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا، ان کے چہرے (ذلت، رسوائی اور نحوست کی وجہ سے) گویا ایسے ہوں گے جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ان پر چڑھادئے گئے ہوں، یہ جہنمی ہیں، جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

بے ایمان ایمان کی تمنا کریں گے

بزرگانِ محترم!

آخرت کے ایسے سخت مصیبت اور ہول ناک حالات کو دیکھ کر بے ایمان تمنا کریں گے کہ کاش! ہم دنیا میں اللہ، اس کے رسول اور آخرت پر ایمان لائے ہوتے، تو آج یہ مصائب ومشاکل جھیلنے کی نوبت نہ آتی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ﴿۲﴾ (الحجر:۲)

کئی مرتبہ کافر تمنا کریں گے، ہائے، کاش! آج ہم بھی مسلمان ہوتے، ہم نے بھی کلمہ پڑھا ہوتا اور نام کے مسلمان ہوتے، تو جہنم سے نکال دیے جاتے۔

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ (الاحزاب:۶۶)

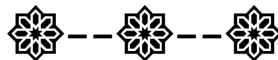
جس دن ان کے چہروں کو آگ میں پلٹ دیا جائے گا، تو وہ کہیں گے: کاش! ہم نے اللہ کی مانی ہوتی اور ہم نے رسول کی بات مانی ہوتی! (تو یہ مصیبت کے دن دیکھنے کی نوبت نہ آتی)

خلاصۂ کلام

اللہ نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا ہے، ایمانی وعرفانی مجلس میں بیٹھنے کی توفیق دی، ایمان کو تازہ کرنے والی مجلس میں بیٹھنے کی توفیق دی اور ایمان کو تازہ کرنے والی باتوں کو سننے کی توفیق دی، ہمیں ایمان کی نعمت پر شکرادا کرنا چاہیے، اس کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے، ایمان کے تقاضے: عقائد کو درست کرنا، عبادات: نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کی ادائیگی کا اہتمام کرنا، بندوں کے حقوق ادا کرنا، اپنے معاملات کو شریعت کے مطابق پورا کرنا اور سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا، یہ ایمان کے تقاضے ہیں، ان کو سیکھنا، عمل کرنا، لوگوں کو دعوت دینا ہم سب کی ذمہ داری ہے، اس کے لیے اپنی دنیوی مصروفیات کے ماحول سے نکل کر دینی ماحول اور اللہ کے راستے میں اپنی جان ومال کے ساتھ جانا چاہیے، اس لیے آپ تمام حضرات سے گزارش ہے کہ ایمان کو سیکھنے، اس کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اس کی دعوت دینے کے لیے اس کے راستے میں نکلنے کی نیت کریں، عزم کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

عبد اللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور
۲؍ربیع الاول ۱۴۴۷ھ
مطابق ۲۶؍اگست ۲۰۲۵ء



دعوت حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

- حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت
- حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت
- حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت
- بعثت نبوی کے وقت دنیا کی حالتِ زار
- حضرت جعفر طیارؓ کی دعوتی تقریر
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اور قربانی

دعوت حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلِمِیْنَ،وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَ نْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ،وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ ،وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ،اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الأُمِّيِّينَ رَسُولا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُبِينٍ .وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يا أَيُّها النَّاس! قُوْلُوا لَا إِلَهَ إِلَّا الله، تُفْلِحُوْا.اَوْکَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

محترم بزرگواور دوستو!

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحواء علیہما السلام کو دنیا میں اتارا،ان دونوں سے انسانوں کی آبادی کو پھیلایا، جب تک اللہ نے چاہا،اُس وقت تک سب انسان ایک ہی دین پر قائم رہے،حضرت آدم علیہ السلام دنیا سے رخصت ہو گئے،تو دنیا میں آہستہ آہستہ بے دینی، گمراہی، بت پرستی اور کفروشرک کی ابتداء ہوئی، اللہ نے دنیا میں پھیلنے والے فساد، کفرو شرک کو دور کرنے اور انسانوں کو سیدھی راہ بتانے کے لیے حضرت ادریس اور حضرت شیث علیہما السلام کو مبعوث فرمایا،، اسی طرح حضرات انبیاء علہیم السلام کی بعثت کا سلسلہ چلا اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لے آتے ،لوگوں کے دلوں پر محنت کرتے ،انہیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے، اللہ کے دین کے مطابق زندگی گذارنے کی

دعوت دیتے، ان کے سامنے اللہ کا دین پیش کرتے جس میں ان کی دنیا وآخرت کی بھلائی ہے، اللہ کے دین کے مطابق زندگی نہ گذارنے میں دنیا وآخرت کا نقصان ہے، انہیں اللہ کی نافرمانی اور معصیت سے بچنے کی تاکید کرتے، آخرت کے دن اور جہنم کے عذاب سے ڈراتے، جو لوگ دعوت قبول کرتے، اللہ اور اس کے رسول کے طریقے کے مطابق زندگی گذارتے، انہیں اللہ کی نعمتوں والی جنت کی خوش خبری سناتے، جو لوگ حضرات انبیاء کی دعوت قبول نہ کرتے اور اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق زندگی گذارتے، شرکیات اور خرافات میں مبتلا رہتے، ان کو اللہ کے تیار کردہ عذاب سے ڈراتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ج (الکہف:۵۶)

ہم رسولوں کو صرف اس لیے بھیجتے ہیں؛ تاکہ وہ دین قبول کرنے والوں کو خوش خبریاں سنائیں اور تکذیب کرنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرادیں۔

حضرت ادریس اور حضرت شیث علیہما السلام کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کفر وشرک اور بت پرستی کا سلسلہ مزید بڑھا، تو الوالعزم پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام تشریف لے آئے، آپ نے دین کی محنت کی، لوگوں کو ضلالت وگمراہی، کفر وشرک اور بت پرستی سے منع کیا، قوم نہایت سرکش تھی، حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کرتی رہی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی، بت پرستی اور کفر وشرک سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ لا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝۳ لا يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ م لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ (سورۃ نوح:۲ تا ۴)

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے عذاب سے ڈرو، اللہ کی وحدانیت، عبادت اور اطاعت میں میری بات مانو، اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمائیں گے، ایک

مقررہ وقت تک تمہیں مہلت دیں گے، اللہ کا مقررہ وعدہ بالکل وقت پر آ پہنچے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حضور میں عرض کیا:

قَالَ: رَبِّ! إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا، فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا.

اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو دن میں دعوت دی، رات میں دعوت دی، وہ مجھ سے دور ہی بھاگتے رہے۔

وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾ (سورۃ نوح: ۷ تا ۹)

جب جب بھی میں نے انہیں تیری طرف بلایا؛ تاکہ تو انہیں معاف فرما دے، تو وہ لوگ کانوں میں اپنی انگلیوں کو ٹھونس لیتے تھے، کپڑوں سے اپنے چہروں کو چھپا لیتے تھے، پھر انہوں نے دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، میں نے لوگوں کے سامنے (مجمعوں میں) دعوت دیتا تھا، تنہائیوں (انفرادی طور سے) دعوت دیتا تھا۔

حضرات محترم!

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال مسلسل نہایت شفقت و ہم دردی، صبر و استقامت کے ساتھ محنت کی، لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی، اللہ کے دین کی دعوت دی، اس کے باجود صرف اسی یا بیاسی افراد نے دین قبول کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے پاس وحی آئی:

وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (ھود: ۳۶)

آئندہ آپ کی قوم میں سے کوئی ایمان قبول نہیں کرے گا۔

اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا:

اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۚ﴿۲۱﴾ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۚ﴿۲۲﴾ (النوح: ۲۱، ۲۲)

اے اللہ! انہوں نے میری نافرمانی کی، دین کو مٹانے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانے کے لیے خفیہ تدبیر وسازشیں کیں، بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا۔

لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ (النوح:۲۶،۲۷)

اے اللہ! اب کافروں میں سے کسی کو مت چھوڑ، اگر یہ لوگ باقی رہیں گے، تو ان کی اولاد بھی بے ایمان ہوگی اور دنیا میں مزید کفر وشرک پھیلے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اس قوم پر طوفان کو بھیجا، جو ایمان والے تھے، وہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہو گئے، کشتی صحیح سلامت پانی میں تیرتی رہی، سارے بے ایمان لوگوں کو غرق کر دیا گیا، پھر سارا پانی دریاؤں، ندیوں اور تالاب کی صورت میں محفوظ ہو گیا، یا زمین میں خشک ہو گیا، حضرت نوح علیہ السلام ایمان والوں کو لے کر بعافیت وسلامت زمین پر اترے۔ (سورۃ ھود کی آیات کا خلاصہ)

حضرت نوح السلام کے بعد دنیا میں صرف ایمان والے تھے، ان کی نسل چلی، پھر ان کی نسلوں میں بے ایمان پیدا ہوئے، ان کی زندگی میں گمراہی، بدعملی، کفر وشرک بڑھا، تو اللہ نے حضرت ھود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

بزرگو اور دوستو!

حضرات انبیاء علیہم السلام بے طلب لوگوں کے پاس بے غرض ہو کر جاتے، محض انسانیت کی کامیابی، ان کی خیر خواہی اور ہمدردی اور انہیں اللہ کا فرماں بردار بنانے اور انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرتے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (ھود:۲۹)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ.

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، تمہارے لیے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف محسوس کرتا ہوں۔

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهٖ:
قوم کی معزز جماعت نے کہا:

إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ
ہم تم کو گمراہ سمجھتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞٦١
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞٦٢
(الاعراف:۶۱: ۶۲)

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:
اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں، میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں، تم تک میرے رب کے پیغامات، تعلیمات اور ہدایات پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہوں، میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں، میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں، جس کو تم نہیں جانتے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۞٦٥ (الاعراف:۶۵)

قوم نے کہا: تم بے وقوف ہو، ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں، حضرت ہود علیہ السلام نے بڑی سنجیدگی، متانت اور صبر سے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞٦٧ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۞٦٨ (الاعراف:۶۷، ۶۸)

اے میری قوم! میں بے وقوف نہیں ہوں، میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں، تم تک میرے رب کے پیغامات، تعلیمات اور ہدایات پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہوں، میں تمہارے لیے خیر خواہ اور امانت دار ہوں۔

یٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۵۱﴾ وَ یٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا وَّ یَزِدۡکُمۡ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمۡ وَ لَا تَتَوَلَّوۡا مُجۡرِمِیۡنَ ﴿۵۲﴾

(ہود:۵۱،۵۲)

اے میری قوم! میں اس دعوت وتبلیغ پر تم سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں مانگ رہا ہوں، میرا معاوضہ اُس رب کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ اے میری قوم! اپنے رب سے معافی مانگو، کفر وشرک سے توبہ کرو، وہ تمہارے لیے آسمان سے موسلہ دھار بارش برسائے گا، تمہاری قوت میں اضافہ فرمائے گا، مجرم بن کر اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے، قوم کو دعوت دی، انہوں معجزہ کا مطالبہ کیا، اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام کے لیے بطور معجزہ چٹان سے گابھن اونٹی کو نکالا، قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا، اونٹی کو مار دیا، ان پر اللہ کا عذاب آیا، تب حضرت صالح علیہ السلام نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا:

یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ رِسَالَۃَ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَکُمۡ وَ لٰکِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِیۡنَ ﴿۷۹﴾ (الاعراف:۷۹)

اے میری قوم! میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچایا، میں نے تمہاری خیر خواہی کی، (دین پہنچانے کی ساری کوششیں کی؛ لیکن تم نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا، اس لیے کہ) تم خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد کو کفر وشرک اور کھلی گمراہی میں مبتلا؛ بلکہ اس کا داعی دیکھ کر پیغمبرانہ حکمت کے ساتھ نہایت ادب، عظمت، محبت، اعتدال مزاج اور والد کی مکمل رعایت کے ساتھ ان کے سامنے بتوں کی بے بسی اور بے حسی کا اظہار فرمایا؛

تاکہ خود والد کو اپنی غلط روش کی طرف توجہ ہو جائے، نیز آپ نے اپنی اس نعمت کا اظہار فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم نبوت کی صورت میں عطا فرمایا تھا، کفر وشرک سے باز نہ آنے کی صورت میں اس برے انجام سے ڈرایا، مشرک بت پرست باپ نے بیٹے کی عوت میں غور وفکر کرنے اور قبول کرنے کے بجائے تشدد کے ساتھ خطاب کیا؛ حالاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت محبت وعظمت سے گفتگو کی تھی؛ مگر آزر نے آپ کا نام لے کر: یا ابراہیم سے خطاب کیا، آپ کو سنگسار کر کے قتل کرنے کی دھمکی اور گھر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت شریفانہ طریقے پر عرض کیا: تم پر سلامتی ہو، یعنی کسی سے قطع تعلق کرنے کا شریفانہ اور مہذب طریقہ یہ ہے کہ بات کا جواب دینے کے بجائے لفظ سلام کہہ کر علیحدہ ہو جائے جیسا کہ قرآن کریم نے اپنے مقبول وصالح بندوں کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے نہایت ادب ومحبت سے فرمایا:

يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾

(سورۃ مریم: ۴۲)

میرے ابا جان! آپ ایسے بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ وہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَاۗءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ (سورۃ مریم: ۴۳)

میرے ابا جان! یقیناً میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، یعنی علم نبوت اور آسمانی وحی، لہٰذا آپ میری پیروی کرو، میں تمہیں سیدھی راہ دکھاؤں گا۔

يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾

(سورۃ مریم: ۴۴)

میرے ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کرو (کیوں کہ اسی کے کہنے سے بتوں کی عبادت کی جا رہی ہے، گویا اسی کی عبادت ہوئی،) شیطان اللہ کا نافرمان ہے، (وہ اللہ کی

نافرمانی ہی کا راستہ تمہیں بتائے گا)۔

يَآبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ (سورۃ مریم:۴۳)

ابا جان! اگر آپ ایمان نہیں لائیں گے؟ تو میں آپ پر اللہ کا خوف محسوس کرتا ہوں، پھر آپ شیطان کے دوست ہو جائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سختی سے جواب دیتے ہوئے کہا:

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ (سورۃ مریم:۴۶)

کیا تم میرے معبودوں سے نفرت کرتے ہو؟ اگر تم ان کی عبادت اور ان کی پوجا سے منع کرنا نہیں چھوڑو گے، تو میں تمہیں پتھروں سے ماروں گا، مجھے چھوڑ دو، کچھ نہ کہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ (سورۃ مریم:۴۷)

میں اللہ کے دربار میں تمہارے لیے اسبابِ مغفرت کی یعنی ایمان کی دعا کرتا رہوں گا، یقیناوہ بہت مہربان ہے۔

حضرات محترم!

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی دعوت اپنی قوم کو دی، قوم بت پرست، آتش پرست، ستارہ پرست قوم تھی چناں چہ آپ نے فرمایا:

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ (الانبیاء:۵۲)

یہ کیا مجسمے ہیں؟ جن کی تم عبادت کر رہے ہو؟

قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝ (الانبیاء:۵۳)

انہوں نے کہا: ہم نے ہمارے آباء واجداد کو اُن کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے، (اس لیے ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا:

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ (الانبیاء: ۵۴، ۵۵)

تم اور تمہارے آباء واجداد کھلی گمراہی میں مبتلا تھے، انہوں نے کہا: ابراہیم! تم حق بات لے کر آئے ہو؟ یا ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہو؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ: بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ، وَأَنَا عَلَى ذَٰلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ .

تمہارا معبود یہ بت نہیں؛ بلکہ آسمان وزمین کا رب تمہارا رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور میں اس کے رب ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا:

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ (الانبیاء: ۶۶، ۶۷)

اللہ کو چھوڑ کر تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہوئے جو نہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان، تف ہو، تم پر اور تمہارے معبودوں پر، کیا تم اتنی معمولی بات بھی نہیں سمجھتے ہو (کہ جو نفع ونقصان کا مالک نہیں، وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت محنت کی، محبت اور شفقت سے قوم کو سمجھایا، انہوں نے نہیں سمجھا، آخر کار قوم اور وقت کی حکومت آپ کی دشمن ہوگئی اور آپ کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کیا اور ڈال بھی دیا اور کہا:

حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ (الانبیاء: ۶۸)

ابراہیم کو آگ میں ڈال دو اور اپنے معبودں کی مدد کرو۔

اللہ نے آگ سے فرمایا:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ

الْاَخْسَرِيْنَ ۝ (الانبیاء:٦٩، ٧٠)

اے آگ! ابراہیم کے لیے سلامتی والی ہو جا، (گرمی بھی نہ ہو، نہ اتنی ٹھنڈی کہ آپ کو تکلیف پہنچے،)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے کی تدبیر کی، ہم نے ان کو ناکام کر دیا (،آگ کو ابراہیم کے لیے باغ بنا دیا)۔

بعثت نبوی کے وقت دنیا کی حالتِ زار

حضرات محترم!

غرض یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی نبی یا رسول اس دنیا میں مبعوث ہوئے، ان سب کی بعثت کا مقصد ایک اللہ کی عبادت کی دعوت تھا، جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، اُس وقت دنیا کے حالات نہایت بدتر ہو چکے تھے، آپ کی بعثت جس زمانے میں ہوئی، اُس زمانے کے اکثر لوگ، مختلف قسم کی برائیوں اور گناہوں میں مبتلا تھے، ضلالت وگمراہی کے اندھیروں میں پڑے ہوئے تھے، تاریخ کا بدترین دور چل رہا تھا، انسانیت کے مستقبل اور اس کی بقا وترقی کے اعتبار سے نہایت مایوس کن دور تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کے ایسے تاریک دور میں ساری کائنات کے انسانوں اور جنوں کے لیے نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو کلمہ ''لا الہ اللہ'' کی دعوت کا حکم دیا کہ لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیں کہ وہ جنکی بھی عبادتیں کر رہے ہیں، یہ سب کے سب باطل اور من گھڑت معبود ہیں، ان کا حقیقی معبود ایک ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے، اس کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ، اسی کو معبود سمجھو، اسی کی عبادت کرو، اس کے دین کو اختیار کرو، میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نبی ہوں، میری بات کو قبول کرو، دینا وآخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

حضرت جعفر طیارؓ کی دعوتی تقریر

بزرگانِ محترم!

جو لوگ اسلام لاتے، کفارِ مکہ ان کو بہت تکلیفیں پہنچاتے، چند مسلمان مجبور ہو کر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی ہم راہی میں ''حبشے'' کی طرف ہجرت کی، اس ملک میں بھی دشمنوں نے مسلمانوں کو چین سے رہنے نہیں دیا، بادشاہ کے پاس غلط شکایتیں پہنچائیں کہ ان لوگوں نے ایک نئے دین کو قبول کیا ہے، جو نہ آپ کا دین ہے نہ ہمارا دین، بادشاہ نے اُن مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور تحقیق کی، تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے بادشاہ کے دربار میں زمانۂ جاہلیت کی تصویر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، آپ کے اوصافِ حمیدہ اور اسلام کی خوبیوں کو ان الفاظ بیان کیا:

اے بادشاہ، ہم ایک جہالت والی قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائیوں اور گناہوں میں آلودہ تھے، ہم میں جو طاقتور ہوتا، وہ کمزور کو پھاڑ کھاتا، ہم اس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم ہی میں ایک رسول بھیجا جس کے خاندانی و نسبی شرافت کے علاوہ اس کی سچائی، امانت داری اور عفت و پاک بازی سے ہم پہلے سے واقف تھے، انھوں نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم صرف ایک اللہ پر ایمان لائیں، اسی کی عبادت کریں، ہم اور ہمارے باپ دادا جن بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے، ان کو بالکل چھوڑ دیں اور ان سے قطع تعلق کرلیں۔

انھوں نے ہم کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داری کا خیال کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، ناجائز و حرام باتوں اور ناحق خون سے پرہیز کرنے کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں: جھوٹ، فریب، یتیم کا مال کھانے، پاک دامن و پاک باز عورتوں پر الزام لگانے سے منع فرمایا۔

انہوں نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، انہوں نے ہمیں نماز، زکوۃ اور روزہ کا حکم دیا، اس موقع پر حضرت جعفرؓ نے اس طرح کے اور ارکانِ اسلام کو بیان کیا، ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے

اور جو طریقہ وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں، اس کی پیروی کی، صرف ایک اللہ کی عبادت اختیار کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، جو انہوں نے حرام کیا، اس کو حرام مانا، جس کو انہوں نے حلال بتایا، اس کو حلال تسلیم کیا، اس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی، انہوں نے ہم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں، ہم کو اس دین سے پھیرنے کے لیے مختلف آزمائشوں میں ڈالا اور اس بات کی کوشش کی کہ ہم اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر پتوں کی عبادت کو اختیار کرلیں، جن گناہوں اور جن جرائم کو پہلے جائز سمجھتے تھے، پھر جائز اور حلال سمجھنے لگیں، جب انہوں نے ہمارے ساتھ بہت زور زبردستی کی، ہم پر ظلم کیا، ہمارا جینا دوبھر کردیا اور ہمارے دین کے راستے میں دیوار بن کر کھڑے ہوگئے، تو ہم آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصفہانی، الباب الخامس عشر: ۱۹۲، نبی ءرحمت: ۱۷۷)

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

عربوں کے اخلاق بہت بگڑ چکے تھے، شراب اور جوئے کے رسیا تھے، ان کی قساوت قلبی اور حمیتِ جاہلی کا اندازہ ان کے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے سے کیا جا سکتا ہے، قافلوں کو لوٹنا اور بے گناہوں کو تہ تیغ کرنا، ان کا محبوب مشغلہ تھا، ان کے یہاں عورت کی کوئی عزت نہ تھی، مکان کے دوسرے سامان واسباب کی طرح یا مویشیوں کی طرح جہاں چاہتے، منتقل کی جاتی، یا ورثہ میں ملتی، کچھ کھانے مردوں کے ساتھ مخصوص تھے، عورتیں ان کو استعمال نہیں کرسکتی تھیں، آدمی جتنی عورتوں سے چاہتا، شادی کرسکتا تھا، بعض لوگ اپنی اولاد کو افلاس اور معاشی پریشانی کے خوف سے قتل کرڈالتے تھے۔

قبائلی، نسلی، خاندانی اور خونی عصبیت بے حد شدید تھی، جنگ ان کی گھٹی میں پڑی تھی، ایک دوسرے کو قتل کرنا ان کے لیے ایک کھیل اور تفریح تھا، ایک معمولی واقعہ اکثر بڑی خوں ریز اور طویل جنگوں کا سبب بن جاتا۔ (نبی رحمت: ۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت

میرے بھائیو اور بزرگو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر نبوت کا تاج رکھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے لوگوں کو اللہ کی وحدانیت، رسالت اور یوم آخرت پر ایمان کی دعوت دینی شروع فرمائی، اپنوں میں دعوت دی، اپنے قبیلے والوں کو دعوت دی، مکہ والوں کو دی، مکہ میں جو قبائل حج وعمرے کے لیے، یا کسی ذاتی ضرورت کے لیے آتے تھے، ان کو دعوت دیتے، بہت سارے نیک لوگوں نے اسلام قبول کیا، بہت سارے بدنصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے رہے، آپ کو گالیاں دیتے، آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتے، آپ پر ایمان لانے والوں کو خوب تکلیفیں پہنچاتے، دین کی دعوت اور محنت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے خاندان وقبیلے کے ساتھ ڈھائی برس تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا، جہاں ایک ایک دانے کے لیے بنو ہاشم ترستے تھے، دعوت قبول کرنے کی امید سے ''طائف'' کا سفر کیا، تو ''طائف'' میں رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اطہر کو پتھروں سے زخمی کیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔

طارق بن عبداللہ محاربی ؓ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ذوالمجاز'' بازار سے گذرتے ہوئے دیکھا، آپ سرخ دھاری دار جوڑا پہنے ہوئے تھے، آپ لوگوں سے فرما رہے تھے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، تُفْلِحُوْا.

اے لوگو! ''لا الہ الا اللہ'' کلمہ پڑھ لو، کامیاب ہو جاؤ گے۔

ایک شخص آپ کا پیچھا کر رہا تھا، وہ آپ کو پتھروں سے مار رہا تھا، آپ کے ٹخنوں اور پنڈلیوں کو زخمی کر دیا تھا، کہتا تھا: لوگو! اس کی بات کو نہ مانو، یہ جھوٹا ہے، میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ دعوت دینے والا شخص کون ہے؟ کہا گیا: بنو عبدالمطلب کا ایک نوجوان ہے، میں نے پوچھا: پتھر مارنے والا کون؟ لوگوں نے کہا: اس کا چچا عبدالعزی ابولہب ہے۔

(صحیح ابن حبان، ذکر مقاساۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ما کان یقاسی: ۶۵۶۲ ورواہ ابن شیبہ)

ایک مرتبہ حج کے موسم میں قبائل عرب کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، ان سے دین کی مدد ونصرت کرنے کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب

ہو کر فرمایا: اے فلاں خاندان والو! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، جو تم کو اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ہے، اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اُن تمام ہستیوں سے جن کو تم نے اس کا ہمسر بنالیا ہے، ان سے قطع تعلق کرلو، اُس پر ایمان لاؤ، اس کی تصدیق کرو، اس وقت تک میری حفاظت کرو جب تک میں اللہ کی دین کی امانت کو اچھی طرح کھول کر بیان نہ کردوں اور لوگوں تک نہ پہچادوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات فرما چکے، تو آپ کا چچا ابولہب کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے فلاں خاندان والو! یہ تم کو اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ تم لات وعزی کی بندگی ووفاداری کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکو، اپنے مددگار جنوں سے بھی ترکِ تعلق کر کے اس بدعت وگمراہی کو اختیار کرلو جسے یہ لے کر آئے ہیں، اس لے تم نہ اُن کی بات مانو، نہ ان کی بات سنو۔ (سیرت ابن ہشام بحوالہ نبیء رحمت: ۱۹۹)

میرے محترم بزرگو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب پیش کی، ان تمام اعمال کی طرف رہنمائی فرمائی جو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے ہیں اور ان تمام اعمال سے امت کو آگاہ کیا جو اللہ تعالیٰ سے دور اور جہنم سے قریب کرنے والے ہیں، تئیس سال مسلسل دین کے لیے محنت فرمائی، امت کو اللہ کا دین پہنچایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر محنت فرمائی، ایمان سے آراستہ کیا، ہمدردی اور خیر خواہی کا سبق دیا، ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کیا، اللہ اور یوم آخرت کا خوف پیدا کیا، ان کو کبر، غرور، قتل وغارت گری، چوری، ڈاکہ زنی، جوا وشراب نوشی وغیرہ خرابیوں سے پاک وصاف کیا، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مبارک محنت سے جو قوم تاریخ کے اوراق میں سب سے پچھڑی ہوئی اور پس ماندہ اور غیر مہذب تصور کی جاتی تھی، وہی قوم تاریخ کے پارینہ اوراق میں دینی اور معاشرتی طور پر سب سے کامیاب لکھی گئی، اللہ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کی امانت کو انہوں نے سنبھالا اور آدھی دنیا تک دین کو پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے مقصد کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴿۲﴾

(سورۃ الجمعۃ: ۲)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں اُن ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ لوگ آپ کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

خلاصۂ کلام

محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی دنیا و آخرت کی بھلائی اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مبارک و پاکیزہ دین دے کر ہمارے لیے اسوہ و نمونہ بنا کر بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار قربانیاں دے کر اس دین کی امانت کو امت تک پہنچایا اور عملی اعتبار سے دین کے ایک ایک جزء کو کر کے دکھایا، حضرات صحابہ کی جماعت اس دین کو سنبھالنے کے لیے تیار ہوگئی، تو اللہ نے اپنے نبی کو اپنے پاس بلا لیا، اللہ کی کتاب، نبی کی سیرت اور نبی کا اسوہ ہمارے سامنے چھوڑا گیا، ہمیں اللہ کی کتاب، نبی کی سیرت اور اسوہ کو اپنانا چاہئے اور اسی کے مطابق زندگی گذارنی چاہئے، آپ کی لائی ہوئی شریعت پر آپ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں عمل کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی ہی میں دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی مضمر ہے؛ کیوں کہ آپ کی اتباع و تابع داری درحقیقت اللہ کی اتباع و تابع داری ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ اس کائنات کے اندر اگر کوئی ذات ہمارے لیے اسوہ و نمونہ ہوسکتی ہے؟ کسی کی اتباع و تابع داری کی جاسکتی ہے؟ تو وہ صرف اور صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بعثت کی اس مقصد کو اپنی کتاب عزیز میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؁ (الاحزاب:۲۱)

یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہے (ایمان رکھتا ہو اور اس دن اجر کی امید رکھتا ہو) اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

اللہ کے دین کو سیکھنے، عملی اعتبار سے اپنانے اور امت تک اس کو پہنچانے کے لیے اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال کی قربانی دینی ضروری ہے، اس لیے آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اللہ کے راستے میں نکلیں، گھر، کاروبار اور دنیوی مشاغل سے یکسو ہو کر اللہ کے راستے میں جائیں گے، تو دین سیکھنا بھی آسان، عمل کرنا بھی آسان اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا بھی آسان ہوگا، ہماری زندگی میں دین زندہ ہوگا، امت میں دین زندہ ہوگا۔

عبد اللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور
بروز جمعرات
۴؍ربیع الاول ۱۴۴۷ھ
مطابق ۲۸؍اگست ۲۰۲۵ء



دعوت امت کی ذمہ داری

- اہل وعیال کو دعوت
- اہل خاندان و قبیلے کو دعوت
- دین کی دعوت سب سے پہلے اللہ نے دی
- دین کی دعوت سب سے بہترین بات
- دعوت دینے والے کو عمل کرنے والے کے برابر ثواب
- دعوت کی بنا پر خیر امت
- توریت میں خیر امت کا ذکر
- دعوت امت کا فریضہ
- دعوت ہر امتی کا فریضہ

دعوت امت کی ذمہ داری

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِلْاِیْمَانِ وَاَعَزَّنَا بِالْاِسْلَامِ ،وَدَعَانَا اِلَی دَارِالسَّلَامِ ،وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِالْاَنَامِ ،بَعَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی کَافَّۃِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ، وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَاتِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَان ،اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰه. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ.

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : فَوَاللّٰہِ لَأَنْ یُھْدَی بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَیْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ اَوْکَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

محترم بزرگو، دوستو اور بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت، رہبری، زندگی گذارنے کا طریقہ اور سلیقہ بتانے اور سکھانے کے لیے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا، سب سے آخر میں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لے آئے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جو نبی ہونے کا دعوی کرے گا، وہ سراسر جھوٹا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دین کو بہت قربانیوں سے امت تک پہنچایا ہے، اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی ذات کے اعتبار سے دین کے پابند بنیں، اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گذاریں، اپنے اہل وعیال کے دین کی فکر کریں، اپنے خاندان وقبیلے والوں کو دین پر چلنے کی دعوت دیں، یہاں تک کہ پوری انسانیت کو اللہ کے بھیجے

ہوئے پاکیزہ دین پر چلنے کی دعوت دیں، اس لیے کہ اللہ کے نزدیک دینِ اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں ہے، اسی دین میں دنیا وآخرت کی بھلائی اور کامیابی ہے، اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم خود دین دار بنیں، اہل وعیال، رشتہ دار اور تمام انسانوں کے دین کی فکر کریں اور انہیں دین کی پیروی کرنے کی دعوت دیں۔

اہل وعیال کو دعوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:٦)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچاؤ، اپنے گھر والوں کو اللہ کے عذاب اور جہنم سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ (طٰہٰ:۱۳۲)

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، تم خود اس پر جمے رہو، ہم آپ سے رزق طلب نہیں کرتے ؛ بلکہ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں، اچھا انجام تقوے و پرہیزگاری کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ، فَالإِمَامُ رَاعٍ ،وَهُوَ مَسْئُولٌ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِهِ ،وَهُوَ مَسْئُولٌ، الخ.

(البخاری، کتاب النکاح، باب قوا انفسکم واھلیکم:۵۱۸۸)

تم میں سے ہر شخص نگران ومحافظ ہے، ہر ایک شخص اللہ کے یہاں جواب دہ ہوگا، خلیفہ وبادشاہ جواب دہ ہوگا، آدمی سے اس کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

قیامت کے دن آدمی سے جس طرح اہل وعیال کی دنیوی ضروریات کی تکمیل اور حقوق کی ادائیگی کے بارے میں سوال ہوگا، اسی طرح ان کی دینی اخلاقی تعلیمی، تربیتی فکر اور ان کی نگرانی سے متعلق بھی سوال ہوگا، لہٰذا آدمی کو اپنی ذات کی دینی فکر کے ساتھ

اپنے اہل وعیال کے دین کی فکر بہت ضروری ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام زندگی بھر اپنے بچوں کے دین کی فکر فرماتے رہے، دین کا پابند بنائے رکھا، ان کی نگرانی فرماتے رہے، جب وفات کا وقت قریب ہوا، تو بچوں سے پوچھا:

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِيۡ؟

میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟

یعنی اللہ کے دین پر قائم رہو گے؟ یا اللہ کے دین کو چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرلو گے؟

قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾ (البقرۃ: ۱۳۳)

انہوں نے جواب دیا: نہیں، ہمارے آباءواجداد جس دین پر قائم رہے، ہم اسی دین پر قائم رہیں گے، ہمارے آباءواجداد کے نقش قدم پر چلیں گے، ہم لوگوں کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے زیادہ اپنی اولاد اور اہل وعیال کے دین کی فکر اور کوشش کرنی چاہیئے۔

اہل خاندان و قبیلے کو دعوت

وَ اَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۙ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء: ۲۱۴)

اے اللہ کے نبی! اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔

مندرجہ بالا آیت جب نازل ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ گئے، قریش کے مختلف خاندانوں کو نام بنام پکارا، سب لوگ آپ کی آواز پر جمع ہو گئے، جو خود نہیں آسکتے تھے، انہوں نے اپنے نمائندوں کو بھیجا، ابولہب اور قریش کی شاخیں جمع ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ لوگ مجھے بتائیں: اگر میں تمہیں بتاؤں کہ ایک گھوڑسوار جماعت وادی میں موجود ہے، جو تم پر حملہ کرنے والی ہے۔

أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟

تم میری بات کو سچا مانو گے؟

قَالُوا: نَعَمْ، مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا.

سب لوگوں نے جواب دیا، ہاں ہم ضرور آپ کی بات کو سچی مان لیں گے، اس لیے

کہ ہم نے آپ کے تعلق سے سچائی ہی کا تجربہ کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ.

میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں، (میری بات مان لو، مجھ پر ایمان لے آؤ، میرے لائے ہوئے دین کو قبول کرلو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب نے کہا: سارا دن تمہارا برا ہو، کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ اس پر سورت تبت یدا نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن ابن عباسؓ، کتاب تفسیر القرآن، باب وانذر رالخ: ۴۷۷۰)

دین کی دعوت سب سے پہلے اللہ نے دی

وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ (یونس:۲۵)

اللہ تعالیٰ دارالسلام یعنی جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں، اس کو سیدھی راہ دکھاتے ہیں۔

یعنی دنیا کی زائل و فانی زندگی کی طرف مت جاؤ، دارالسلام (جنت) کی طرف آؤ، خدا تم کو سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی دکھلا رہا ہے، وہی گھر ہے جہاں کے رہنے والے ہر قسم کے رنج وغم، پریشانی، تکلیف، نقصان، آفت اور فنا و زوال وغیرہ سے صحیح وسالم رہیں گے، فرشتے ان کو سلام کریں گے، خود رب العزت کی طرف سے سلام کا تحفہ پہنچے گا۔ (فوائد عثمانی)

احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس طرح بیان کی گئی ہے:

مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا، وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا، فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ.

ایک شخص نے گھر بنایا، اس میں دستر خوان بچھایا، لوگوں کو دعوت دینے کے لیے ایک منادی کو روانہ کیا، جو شخص منادی اور قاصد کی بات کو قبول کرے گا، وہ گھر میں داخل ہوگا اور دستر خوان کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا۔

وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ، وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، فَالدَّارُ الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جو شخص بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا، وہ گھر میں داخل نہیں ہوگا، دسترخوان کی نعمتوں سے مستفید نہیں ہوسکتا، گھر بنانے والا اللہ ہے، گھر جنت ہے، دعوت دینے والے اللہ کے رسول ہیں۔

فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ.

(رواہ البخاری عن جابرؓ بن عبداللہ، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۷۲۸۱)

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول نہیں کیا، اس نے اللہ کی بات کو قبول نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری اور نافرمانی لوگوں کی کامیابی و ناکامی کے لیے حد فاصل ہے۔

دین کی دعوت سب سے بہترین بات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ. (حم سجدہ: ۳۳)

اس سے بہتر بات کس کی ہوگی؟ جو دوسروں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود نیک عمل کرے اور کہے: میں فرمان برداروں میں سے ہوں۔

جو شخص خود دین کی پیروی کرے اور دوسروں کو دین کی دعوت دے، وہ بہت کامیاب شخص ہے، اس لیے دین کی کوئی بات اس نے دوسرے کو بتائی سکھائی، اس نے اس بات کو قبول کیا، جب تک وہ شخص اس اچھی اور بھلی بات پر عمل کرتا رہے گا، دینی بات سکھانے اور بتانے والا کو برابر اجر و ثواب دیا جاتا رہے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ،

(مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ: ۲۶۷۴)

جو شخص کسی کو نیک عمل کی دعوت دے، اس کے لیے عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملتا رہے گا۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو جب خیبر کے یہودیوں کی جانب اسلام کا جھنڈا دے کر روانہ فرمایا، تو ارشاد فرمایا:

ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ، فَوَاللَّهِ لأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ.

(رواہ البخاری عن سہل بن سعد، کتاب الجہاد والسیر، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الناس الی الاسلام: ۲۹۴۲)

اے علی! ان کو اسلام کی دعوت دینا، پھر ان پر عائد ہونے والے حقوق بتاؤ، خدا کی قسم! تمہارے ذریعے ایک آدمی بھی راہِ راست پر آجائے، تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

ایک آدمی ہماری دعوت وتبلیغ سے راہِ راست پر آجائے، توبہ واستغفار کرلے، دین کا پابند ہوجائے، تو ہمارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے، جو اس زمانے میں سب سے قیمتی سرمایہ ہوتا تھا۔

دعوت دینے والے کو عمل کرنے والے کے برابر ثواب

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ، فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ.

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ: ۱۸۹۳)

جس شخص نے کسی نیک کام کی طرف کسی بندے کی رہنمائی کی، تو اس کو نیک کام کے کرنے والے بندے کے برابر اجر ملے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
ایک شخص نماز کا عادی نہیں تھا، آپ کی دعوت، ترغیب اور محنت کے نتیجے میں وہ پابندی

سے نماز پڑھنے لگا، وہ قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر اللہ سے غافل تھا، آپ کی دعوت اور کوشش کے نتیجے میں وہ قرآن پاک کی روزانہ تلاوت کرنے لگا، ذکر و تسبیح کا عادی ہو گیا، وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا، آپ کی مخلصانہ دعوت و تبلیغ کے اثر سے وہ زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگا، اسی طرح دیگر اعمالِ صالحہ کا پابند ہو گیا، تو اس کی عمر بھر کی نمازوں، ذکر و تلاوت، زکوٰۃ وصدقات اور دیگر اعمالِ صالحہ کا جتنا اجر و ثواب آخرت میں ملے گا، اس حدیث کی بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ اتنا ہی اجر و ثواب بطور انعام اپنے لامحدود خزانۂ کرم سے اس داعی الی الخیر بندے کو بھی عطا فرمائے گا، جس کی دعوت و تبلیغ نے اس کو اعمالِ صالحہ پر آمادہ کیا اور عادی بنایا، واقعہ یہ ہے کہ اس راستے سے جتنا اجر و ثواب اور آخرت میں جو درجہ حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ کسی دوسرے راستے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

(معارف الحدیث، دعوت الی الخیر امر بالمعروف الخ ۶۶/۸)

دعوت کی بنا پر خیر امت

محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایمان جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا، اللہ نے اس امت کو سب سے بہترین امت قرار دیا ہے، خیرِ امت کی وجہ بھلائیوں کا حکم کرنا، بری باتوں سے منع کرنا ہے، اسی وجہ سے امر بالمعروف، نہی عن المنکر کو اللہ نے ایمان سے پہلے بیان فرما کر اس کی اہمیت کو بتایا ہے۔

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتے ہیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران: ۱۱۰)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب ہے کہ تم بہترین امت ہو، سب سے اعلیٰ درجے کی امت ہو، جو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے تیار کی گئی ہو، بھلی باتوں کو بتاتے ہو، بری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

جب اللہ نے کسی قوم پر مہربانی فرمائی، تو اس قوم کی ہدایت کے لیے نبی بھیجا، سب

سے زیادہ اِس امت پر مہربانی فرمائی کہ اس امت کے لیے ایسے نبی کو بھیجا جو اخیر تک کے لیے کافی ہے، ساری نسلوں کے لیے ان کی ہدایت کافی ہے، ان کی نبوت کبھی پرانی نہیں ہوگی، ان کالایا ہوا دین کبھی بوسیدہ نہیں ہوگا؛ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کی ہدایت کافی ہوگی، ان کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

جب یہ امت سب سے بہتر ہے، سب سے اعلی درجے کی امت ہے، اللہ کی مہربانیوں کی سب سے زیادہ مستحق امت ہے، تو اِس امت پر بہت ساری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جو کام انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، وہ کام اب اِس امت سے لیا جائے گا، نبی آنے بند ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کام امت کے سپرد کر دیا، امت کو تاکید کر دی کہ تم اس کام کو انجام دیتے رہو۔

جب اس امت کو خیر امت کہا گیا ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کا مقصد خیر ہی ہوگا، اس کے کام خیر ہی سے متعلق ہوں گے، اِس سے خیر کی صورتیں وجود میں آئیں گی، تب ہی تو اس کو خیر کہا گیا ہے، وہ خیر کیا ہے؟

أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ.

یہ امت اللہ کی معروف چیزوں کا حکم دے اور اللہ کی نافرمانیوں سے روکے، یہ خیر کا کام ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کیا ہے، جو چیزیں اللہ کی مرضی کے مطابق ہیں، ان کو پھیلائیں، جو چیزیں اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں، ان سے روکیں، یہی ہے دین کا کام، یہی ذمہ داری اس امت کے لیے تجویز کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذمہ داری اس امت کے سپرد کی ہے کہ یہ کام تمہارے ذمہ ہے، تیئیس (۲۳) سال کی مبارک زندگی میں اللہ کے احکام جس طرح سے نازل ہوئے لوگوں کو بتایا، سکھایا، عمل کرایا اور ان کے دلوں کے اندر رائج کر دیا، یہ امانت ہے، اس امانت کو جہاں تک ہو سکے، پھیلاتے جاؤ، یہ کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے سپرد فرمایا۔

اس امت کو خیرِ امت کہا گیا ہے، اس کا کام بتایا گیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر، یعنی بھلائی اور خیر کو پھیلاتی ہے، برائی اور شر کو مٹاتی ہے، بھلائی کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا، برائی کو زیادہ سے زیادہ روکنا منع کرنا، یہ امت کا فریضہ ہے، اس وجہ سے یہ امت خیرِ امت ہے، جہاں جائے گی، سچائی کو پھیلائے گی، جھوٹ کو روکے گی، اخلاص کو پھیلائے گی، نفاق کو مٹائے گی، محبت کو پھیلائے گی، آپس کے بغض کو مٹائے گی، غرض جتنی باتیں اللہ کو پیاری ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار میں بھلی چیزوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلاتی ہے۔

آپ ہی غور کیجیے، ایک وہ شخص ہے جو پھول پھیلاتا ہے، خوش بو پھیلاتا ہے، جس مجلس میں جاتا ہے، اس کو معطر کر دیتا ہے، خوش بو کے پھول جگہ جگہ پر پیش کرتا ہے، ایک وہ شخص ہے جو بد بو پھیلاتا ہے، دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے؟ پہلے شخص کی وجہ سے دماغ معطر ہوتے ہیں، فرحت پیدا ہوتی ہے، دوسرے کی وجہ سے طبیعت مکدر ہو جاتی ہے، قلوب پر میل آجاتا ہے۔ (تبلیغی جماعت از فقیہ الامت گنگوہیؒ: ۲۴۹)

توریت میں خیر امت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صفت کی بنا پر ''توریت'' میں اس امت کی تعریف فرمائی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رَبِّ، إِنِّي أَجِدُ فِي الْأَلْوَاحِ أُمَّةً خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ، وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَاجْعَلْهُمْ أُمَّتِي، قَالَ: تِلْكَ أُمَّةُ أَحْمَدَ.

اے پروردگار! توریت کی تختیوں میں ایک بہترین امت کا ذکر پا رہا ہوں لوگوں کی نفع رسانی کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے، بھلی باتوں کا حکم کرتی ہے، بری باتوں سے منع کرتی ہے، اس امت کو میری امت بنا دیجئے، اللہ جل جلالہ نے فرمایا: وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک سے عرض کیا:

آپ کی کتاب توریت میں ایک امت کا ذکر ہے، جو سب سے آخر میں آئے گی، جنت میں سب سے پہلے جائے گی، جو اپنی آسمانی کتاب کی حافظ ہوگی، تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لائے گی، گمراہی کے سرغنوں سے جہاد کرے گی، زکوۃ وصدقات ان کے لیے حلال ہوں گے، ایک نیکی پر دس نیکیوں کا اجر اس کو ملے گا، وہ اللہ کی دعوت کو قبول کرنے والی ہوگی، اللہ ان کی دعاؤں کو قبول فرمائیں گے، سفارش کرنے والی ہوگی اور ان کی سفارش کو قبول کی جائے گی،، میری درخواست ہے کہ وہ امت مجھے دے دی جائے، ہر بات کے جواب میں یہی ارشاد ہوا کہ وہ امت

نبی آخر الزمان حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام نے آخر میں درخواست کی:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ. (ملخص از تفسیر ابن کثیر، سورۃ الاعراف: ۱۵۴، دلائل النبوۃ للبیھقی، باب صفۃ رسول اللہ فی التوراۃ والانجیل، وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء: ۵۹۸۷، والسیوطی فی الخصائل الکبری، باب ذکرہ فی التوراۃ، والانجیل ۱/۲۱، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: ۱۵۰، تبلیغی جماعت از فقیہ الامتؒ: ۲۲۸)

اے پاک پروردگار! اگر وہ امت مجھے دینی نہیں ہے، تو مجھے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل کر دیجئے۔

میرے بھائیو!

یہ امت ایسی امت ہے کہ گذشتہ پیغمبروں نے اللہ سے درخواست کی کہ ہم کو اس امت میں داخل کر دیجیے، امتی بنا دیجیے، اس لیے اس امت کو قدر کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کا مقام کتنا بلند فرمایا ہے، جس کام کے واسطے اس امت کو پیدا کیا گیا ہے اور جس کی وجہ سے اس امت کو پیدا کیا گیا ہے، وہ کام یقیناً تمام کاموں سے زیادہ خیر والا ہے۔ (مستفاد از تبلیغی جماعت از فقیہ الامتؒ: ۲۲۸)

دعوت امت کا فریضہ

بزرگو اور دوستو!

پچھلی امتوں کا حال قرآن پاک میں مذکور ہے، ان سے پوچھا جائے گا، تو سب کہیں گے:

مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ ۡ (المائدة:۱۹)

ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری سنانے والا آیا، نہ کوئی ڈرانے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے اقرار لیا کہ میں نے تم تک دین کی امانت کو پہنچا دیا ہے، امت نے اس کا اقرار کیا اور اس کی گواہی دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ عرفات میں حضرات صحابہ سے سوال فرمایا:

أَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟

جب اللہ تعالیٰ تم سے میری تبلیغ کے بارے میں پوچھیں گے، تم کیا جواب دو گے؟

قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ۔

سب نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کے احکام کی تبلیغ کی، اللہ کی امانت کو پہنچا دیا اور خیر خواہی فرمائی۔

فَقَالَ: بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ، يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ، اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ، اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب الحج، باب حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۲۱۸ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہنا، میری امت میرے لیے گواہی دے رہی ہے، تبلیغِ احکام کا اعتراف اور اقرار کر رہی ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر ذمہ داری ڈال دی، ارشاد فرمایا:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ.

(رواہ البخاری عن ابی بکرۃؓ، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لاترجعوا بعدی کفارا: ۷۰۷۸)

خبردار ہو جاؤ! جو حاضر ہیں وہ غائبین تک یہ دین پہنچاتے رہیں۔

جن لوگوں نے براہ راست دین کو مجھ سے سیکھ لیا ہے، ان لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اِس دین کو لے کر جائیں، جہاں تک پہنچا سکیں، پہنچائیں، اخیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

یہ ذمہ داری اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ڈالی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی بہت بڑی تعداد اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے نکلی۔

(مستفاد از تبلیغی جماعت از فقیہ الامتؒ:۲۲۷)

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین نے ہمارے لیے نبی بنا کر بھیجا، اپنا دین ان پر نازل فرمایا، انہوں نے تمام لوگوں کو بتلا دیا، سکھلایا، جتنے لوگ وہاں پر موجود تھے، انہوں نے دین کو سیکھ لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کے معانی ان کے سپرد فرما دئے اور حکم فرمایا کہ اس کو لے کر جاؤ دنیا میں اور گھر گھر پہنچاؤ، سکھلاؤ، چناں چہ اللہ کے نیک بندے دین کے پھیلانے کی خاطر گئے ہیں، پوری کوشش کی، بہت دور تک پھیلایا۔

زیادہ تر اسلام عرب تاجروں کے ذریعے پھیلا ہے، وہ لوگ عرب سے دوسرے ممالک میں گئے، جہاں پر گئے، سچائی اور دیانت کے ساتھ ہی رہے، جو معاملہ کیا راست بازی کے ساتھ کیا، دھوکہ سے بچے، جھوٹ سے بچے، سود سے بچے، رشوت سے بچے، جو حرام طریقے سے آمدنی ہو، ان سب سے محفوظ رہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی برکت عطا فرمائی ہے کہ لوگ ان کے حالات دیکھ دیکھ کر مسلمان ہونے لگے ہیں۔

(مستفاد از تبلیغی جماعت از فقیہ الامتؒ)

دعوت ہر امتی کا فریضہ

محترم بزرگو اور دوستو!

اپنی استطاعت وصلاحیت کے بقدر دین کی دعوت ہر امتی کا فریضہ ہے، دعوت اس امت لیے کے لیے باعثِ عز وافتخار ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣؔ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۸ (یوسف:۱۰۸)

یہ دعوتِ توحید میری اصل راہ ہے، میں اور میرے تمام متبعین پورے شرح صدر کے

ساتھ اور دلائل و براہین کی روشنی میں اللہ کے (دین کی) طرف دعوت دیتے ہیں، اللہ کی ذات پاک ہے، میں شرک کرنے والوں میں شامل نہیں ہوں۔

یعنی آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ (تم مانو یا نہ مانو) میرا تو یہی طریقہ اور مسلک ہے کہ لوگوں کو بصیرت اور یقین کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا رہوں، میں بھی اور وہ لوگ بھی جو میرا اتباع کرنے والے ہیں، مطلب یہ ہے کہ میری یہ دعوت کسی سرسری نظر پر مبنی نہیں؛ بلکہ پوری بصیرت اور عقل وحکمت کا ثمرہ ہے، اس دعوت و بصیرت میں رسول کریم ﷺ نے اپنے متبعین کو بھی شامل فرمایا ہے۔

متبعین سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو قیامت تک رسول کریم ﷺ کی امت تک دعوت پہنچانے کی خدمت میں مشغول ہوں۔

میرے محترم دوستو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار قربانیوں کے ساتھ لوگوں کو دین کی دعوت دی ہے، مشقتیں برداشت کیں ہیں، تکلیفیں اٹھائی ہیں، طعن وتشنیع پر صبر فرمایا ہے، ہزاروں قربانیاں ہیں، جن کا ہم تصور نہیں کر سکتے ہیں، یہ ساری قربانیاں اس لیے دیں؛ تاکہ اللہ کے بندوں تک اللہ کا دین پہنچے، سارے لوگ اللہ کی رحمت کے مستحق بنیں، اس کے غضب اور عذاب سے بچیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، ہمیں دعوت کی عالی محنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ اور نمونہ بنانا چاہیے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں، جب آپ نے اسلام قبول کیا، تو قریش مکہ کے سامنے اس کا اظہار بھی فرمایا، آپ نے اپنے جانے پہچانے افراد و شرفائے مکہ کو دین قبول کرنے کی دعوت دی، آپ کی تبلیغ سے بہت سارے سردار اسلام لے آئے، جن میں سے حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی اوقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔

حضرات صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے

، پھر اپنے قبیلے میں داعی بن کر واپس جاتے ، اپنی بستی و قبیلے میں پہنچتے ہی اپنی قوم و قبیلے میں دین کی محنت شروع فرما دیتے تھے، جنات آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے ، جیسے ہی وہ اپنے قبیلے و خاندان میں جاتے ، اپنے بھائیوں کی اسلام کی دعوت دیتے ۔ (جیسا کہ سورۃ الاحقاف میں مذکور ہے)

میرے محترم بزرگو!

دین کی دعوت اس امت کا خاصہ ہے، امت کی شان ہے، ایمان والوں کی پہچان ہے کہ وہ خود اعمال کا اہتمام کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو ایمان اور اعمال کی دعوت دیتے ہیں، ہمیں دینی دعوت کا کام اہتمام اور نہایت شان سے کرنا چاہئے ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾ (التوبۃ:۷۱)

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کو بھلی باتوں کا حکم کرتے ہیں، بری باتوں سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ ان پر رحم فرمائے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والے ہیں ۔

خلاصۂ کلام

بزرگان محترم!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر قربانیوں سے دین کو ہم تک پہنچایا ہے، اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس دین کی محنت کریں، دین ساری دنیا کے انسانوں تک پہنچانے کی جدوجہد کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان و فضل و کرم ہے کہ اس جماعت تبلیغ کی صورت پیدا فرمائی، اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر زمانے میں اس کے حالات کے مطابق جو چیز زیادہ ضرورت کی ہو، اس کو عام فرمایا کرتے ہیں ۔

اس کام کو لے کر اٹھئے، دنیا پیاسی ہے، ان کے دل پیاسے ہیں، ان کے دلوں کے اندر اس آبِ حیات کو ڈالیئے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعے ان کو سیرابی عطا فرمائیں گے، ان کی دینی زندگی بنے گی، وہ سمجھیں گے کہ ہم کہاں تھے؟ کس لیے پیدا ہوئے تھے؟ اہم کدھر جا رہے ہیں؟

ناس تبلیغ میں ہر شخص حصہ لے سکتا ہے، جو شخص ساری زندگی وقف کردے، کیا کہنا! نور علی نور، جو شخص ساری زندگی نہ دے سکے، تین چلے، دے، وہ بھی کامیاب، جو شخص تھوڑا وقت دے، وہ بھی کامیاب؛ لیکن جیسی جیسی قربانی ہوگی، ویسی ویسی کامیابی ہوگی۔

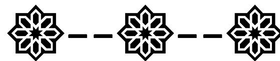
(مستفاد از تبلیغی جماعت از فقیہ الامتؒ: ۲۴۴)

عبد اللطیف قاسمی

جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور

بروز پیر۔ ۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ

مطابق ۸؍ اگست ۲۰۲۵ء



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ، خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی ہردوئی رحمہ اللہ کا مختصر سا رسالہ ہے، جو مختصر ہونے کے باوجود نہایت جامع ہے، حضرات اکابر اس رسالے کو اپنے پاس رکھا کرتے تھے؛ تاکہ روزہ مرہ پیش آنے والے احوال میں سنت پر عمل کرسکیں، ہم حضرت اقدس کے رسالے کو بعینہ نقل کیا ہے؛ البتہ جن سنن وآداب کا تذکرہ سابقہ صفحات میں بالتفصیل گذر چکا ہے، ان کو چھوڑ دیا ہے۔ (عبداللطیف قاسمی)

- لباس کی سنتیں
- بالوں کی سنتیں
- ناخن کاٹنے کی سنتیں
- وساوس کے وقت کی سنت
- بیماری، علاج اور عیادت کی سنتیں
- اذان واقامت کی سنتیں
- نکاح کی سنتیں
- ولیمہ
- موت اور اس کے بعد کی سنتیں
- معاشرت کی چند سنتیں
- بلندی پر چڑھنے اور نیچے اترنے کی سنتیں
- صلوۃ الاستخارۃ
- دعائے استخارہ
- صلوۃ الحاجت
- متفرق سنتیں

لباس کی سنتیں

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ کا کپڑا پسند تھا۔

(۲) قمیص کرتا، یا صدری وغیرہ پہنیں، تو پہلے دایاں ہاتھ آستین میں ڈالیں، پھر بایاں ہاتھ، اسی طرح پاجامہ اور شلوار کے لیے، پہلے دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں۔

(۳) پاجامہ، شلوار، یا لنگی ٹخنہ سے اوپر رکھیں، ٹخنے سے نیچے لٹکانے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہبند ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

(۴) نیا کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هٰذَا مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّة.

(۵) عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھنا سنت ہے۔ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا خلاف سنت ہے۔

(۶) سیاہ عمامہ باندھنا مسنون ہے، شملہ چھوڑنا بھی مسنون ہے، شملے کی مقدار ایک ہاتھ، یا اس سے زیادہ بھی ثابت ہے۔

(۷) کپڑے اتارتے وقت بسم اللہ کہیں اور ابتدا بائیں جانب سے کریں، قمیص یا کرتا وغیرہ اتارنا ہو، تو پہلے بایاں ہاتھ آستین سے نکالیں، پھر داہنا ہاتھ، اسی طرح شلوار اور پاجامہ اتارتے وقت پہلے بایاں پیر باہر نکالیں، پھر داہنا۔

(۸) جوتا پہلے داہنے پاؤں میں پہنیں، پھر بائیں پاؤں میں۔

(۹) اتارتے وقت پہلے بائیں پاؤں سے اتاریں، پھر دائیں پاؤں ہے۔

(۱) نیا جوتا پہن کر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهِ وَخَيْرِ مَا هُوَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا هُوَلَهُ.

بالوں کی سنتیں

(۱) نبی کریم صل اللہ عیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک، دوسری روایت کے مطابق کانوں تک اور ایک روایت کے مطابق کانوں کی لو تک تھی، ان کے علاوہ کندھوں تک، یا کندھوں کے قریب تک ہونے کی بھی روایات ہیں۔
(شمائل ترمذی)

(۲) سر کے سارے بال رکھے، یا سارا سر منڈوادے، ایک حصے کے بال رکھنا اور ایک حصے کے منڈوانا یا تراشنا فعل حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔

(۳) داڑھی کو بڑھانے اور مونچھوں کو کم کرنے کے متعلق حدیث میں حکم وارد ہے، داڑھی یک مشت سے کم کروانے اور منڈوانے کو حرام فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

(۴) مونچھوں کو کترنے میں مبالغہ کرنا سنت ہے۔

(۵) زیر ناف، بغل اور ناک کے ہاں لینا، چالیس روز گزر جائیں اور صفائی نہ کرے، تو گنہ گار ہوگا۔

(۶) بالوں کو دھونا تیل لگانا اور کنگھا کرنا مسنون ہے؛ لیکن ایک آدھ دن بیچ میں چھوڑ دینا چاہیے۔

(۷) جب تیل ڈالنے کا ارادہ ہو، تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں تیل لے کر پہلے ابروؤں پر، پھر آنکھوں پر اور پھر سر میں تیل ڈالیں۔

(۸) سر میں تیل ڈالنے کی ابتدا پیشانی کی جانب سے کریں۔

(۹) کنگھا کریں تو پہلے دائیں جانب سے شروع کریں۔

(۱۰) کنگھا کرتے ہوئے یا حسب ضرورت جب بھی آئینہ دیکھیں دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ اَنتَ حَسَّنْتَ خَلْقِي، فَحَسِّنْ خُلُقِي.

ترجمہ: اے اللہ! آپ نے میری صورت اچھی بنائی میرے اخلاق بھی اچھے کر دیجیے۔

ناخن کاٹنے کی سنتیں

داہنے ہاتھ کی انگشتِ شہادت (کلمہ شہادت والی انگلی) سے شروع کریں اور چھنگلی تک، پھر ہاتھ کی چھنگلی سے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے، پھر آخر میں داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں اور داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے تک، پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے چھنگلی تک ترتیب وار ناخن کاٹنا چاہیے، یہی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن تراشنے کا شامی میں منقول ہے جس کی عبادت مع حوالہ نقل ہے۔

روی انه صلی الله علیه وسلم بدأبمسبحته الیمنی الی الخنصر ثم بخنصر الیسری الی الابهام، وختم با بهامه الیمنی وفی الرجل بخنصر الیمنی، ویختم بخنصر الیسری. (شامی ۵/۲۸۸)

ناخن جمعہ کی نماز سے قبل کاٹنا سنت ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقص شَارِبَهُ وَيَعْلَمُ أَظْفَارَهُ يَومَ الْجُمُعَةِ قبل أن يَرُوحَ إِلى الصَّلوة.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن قبلِ نماز جمعہ مونچھوں اور ناخنوں کو کاٹتے تھے۔

(شامی ج۵/۲۸۸)

من قلم اظا فِيرَه يَوْمَ الْجُمُعَةِ، أَعَاذَهُ اللهُ مِنَ البَلَايَا إلى الْجُمُعَةِ الْأُخرى.

جو شخص جمعہ کے ناخن کاٹے، اگلے جمعہ تک کی بلاؤں سے اس کو اللہ تعالی پناہ دیں گے۔ (شامی ج۵/۲۸۷)

تنبیه: حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ ناخن تراشنے میں کوئی خاص کیفیت اور کسی دن کی تعیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول وثابت نہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا طریقے کے مستحب ہونے کا اعتقاد جائز نہیں۔ (بذل المجہود فی حل ابی داؤد ۱/ ۳۳)

وساوس کے وقت کی سنت

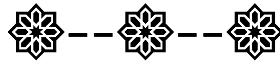
(۱) اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھے

اور

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ (مرقاۃ ۱/ ۱۳۷)

(۲) دوسری سنت یہ ہے کہ ذات حق تعالیٰ میں غور نہ کریں، تفکر کا تعلق خلق سے ہے نہ کہ خالق سے کما قال تعالیٰ شانہ

يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ . از مسائل السلوک (بیان القرآن)



بیماری، علاج اور عیادت کی سنتیں

(۱) بیماری میں دوا اور علاج کروانا مسنون ہے، علاج کراتا رہے؛ مگر بیماری کی شفا میں نظر اللہ ہی پر رکھے۔

(۲) کلونجی اور شہد کے ساتھ علاج کرنا سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں میں شفا رکھی ہے، ان دونوں کی تعریف میں بہت سی حدیث ئی ہیں۔

(۳) علاج کے دوران نقصان پہونچانے والی چیزوں سے پرہیز کرنا۔

(۴) اپنے بیمار بھائی کی عیادت کے لیے جانا سنت ہے۔

(۵) بیمار پرسی کر کے جلد لوٹ آنا سنت ہے، کہیں تمھارے زیادہ دیر تک بیٹھنے سے بیمار ملول ورنجیدہ نہ ہو جائے، یا گھر والوں کے کام میں خلل نہ پڑے۔

(۶) بیمار کی ہر طرح تسلی کرنا مسنون ہے۔ مثلاً اس سے یہ کہے کہ ان شاء اللہ تم جلد اچھے ہو جاؤ گے، خدا تعالیٰ بڑی قدرت والے ہیں، کوئی ڈر یا خوف پیدا کرنے والی بات بیمار سے نہ کہے۔

(۷) بیمار پرسی رات میں بھی جائز ہے، اس کو جو لوگ منحوس کہتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں، اسی طرح بیماری کی خبر ملے، تو جب دل چاہے، عیادت کر آئے یہ جو خیال ہے کہ تین دن بیماری کے گذر لیں، تو عیادت کو جائیں، بے اصل بات ہے۔ جب کسی مریض کی عیادت کرے تو اس سے یوں کہے:

لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ.

پھر اس کی شفایابی کے لیے سات بار یہ دعا پڑھے

أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سات مرتبہ اس کے پڑھنے سے مریض کو شفا ہوگی، ہاں اگر اس کی موت ہی آگئی ہو، تو دوسری بات ہے۔

اذان واقامت کی سنتیں

(۱) اذان واقامت قبلہ رو کہنا سنت ہے۔

(۲) اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کے الفاظ جلد از جلد ادا کرنا سنت ہے۔

(۳) اذان میں ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کہتے وقت دائیں اور بائیں جانب منھ پھیرنا سنت ہے؛ لیکن سینہ اور قدم قبلہ رخ ہی رہے۔

(۴) جب اذان سنو، تو تلاوت، ذکر وتسبیح بند کردو اور اذان کا جواب دو یعنی اذان کے کلمات کو دہراؤ، جب مؤذن ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کہے تو جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو۔

(۵) فجر کی اذان میں الصلوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ کہا جائے گا۔

(۶) اقامت کا جواب بھی اذان کی طرح دیا جائے گا؛ لیکن قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں اقامھا اللہ و ادامھا کہا جائے گا۔

(۷) اذان ختم ہونے کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔

(۸) درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ، وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ، اٰتِ مُحَمَّدَ الْوَسِیلَۃَ وَالْفَضِیلَۃَ ،وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُودَ الَّذِي وَعَدْتَہُ، إِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیعَادَ.

نوٹ: والدرجۃ الرفیعۃ کا لفظ اور آخر میں یاارحم الراحمین جو مشہور ہے اس کا ثبوت روایات میں نہیں ہے۔

ملاعلی قاریؒ مرقاۃ جلد دوم پر فرماتے ہیں، واما زیادۃ والدرجۃ الرفیعۃ المشتھرۃ علی الالسنۃ فقال السخاوی لم ارہ في شئ من الروایات.

نکاح کی سنتیں

(۱) مسنون نکاح وہ ہے جو سادہ ہو جس میں ہنگامہ یا زیادہ تکلفات اور جہیز وغیرہ کے سامان کا جھگڑا نہ ہو۔

(۲) نکاح کے لیے نیک اور صالح فرد کو تلاش کرنا اور منگنی یا پیغام بھیجنا مسنون ہے۔

(۳) جمعہ کے دن مسجد میں اور شوال کے مہینے میں نکاح کرنا پسندیدہ اور مسنون ہے۔

(۴) نکاح کو مشہور کرنا اور نکاح کے بعد چھوارے یا کھجور کھانا یا تقسیم کرنا سنت ہے۔

(۵) حسب استطاعت مہر مقرر کرنا کرنا سنت ہے۔

(۶) شادی کی پہلی رات جب بیوی سے تنہائی ہو، تو بیوی کی پیشانی کے اوپر کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا.

(۷) جب بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے، تو یہ دعا پڑھ لیے ورنہ شیطان کا نطفہ بھی مرد کے نطفہ کے ساتھ اندر چلا جاتا ہے۔ اور اولاد شیطان کی خصلتوں میں مبتلا ہوگی۔ دعا یہ ہے:

بسمِ اللهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا.

میں اللہ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں۔

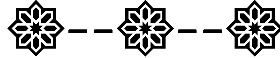
اے اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو دے، اس کو بھی شیطان سے دور رکھ اس دعا کو پڑھ لینے سے جو اولاد ہوگی، اس کو شیطان بھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

(۸) ولیمہ

شب عروسی گذارنے کے بعد اپنے عزیزوں، دوستوں، رشتہ داروں اور مساکین کو ولیمہ کا کھانا کھلانا سنت ہے۔، ولیمہ کے لیے ضروری نہیں ہے کہ بڑے پیمانے پر کھانا تیار کر کے کھلائے، تھوڑا کھانا حسب استطاعت تیار کر کے دوستوں عزیزوں وغیرہ کو تھوڑا تھوڑا

کھلانا بھی ادائیگی سنت کے لیے کافی ہے، بہت ہی برا ولیمہ وہ ہے کہ مال دار اور دنیا دار لوگوں کو تو بلایا جائے؛ مگر غریب، مسکین، محتاج اور دین دار لوگوں کو دھتکار دیا جائے، ایسے بُرے ولیمے سے بچنا چاہئے، ولیمے میں ادائیگی سنت کی نیت رکھو، دین دار، غریب اور محتاج لوگوں کو سے بلاؤ، امیروں میں سے بھی جس کو دل چاہے بلاؤ؛ مگر غریبوں کو دھکے نہ دو، جو ولیمہ ناموری اور دکھاوے کے لیے یا لوگوں کی تعریف کے لیے کیا جائے، اس کا کچھ ثواب نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصہ کا اندیشہ ہے۔

(۹) مردوں کے لیے ساڑھے چار ماشہ وزن سے کم کی چاندی کی انگوٹھی پہنے کی اجازت ہے اور سونے کی انگوٹھی مردوں کے لیے بالکل حرام ہے، عورتوں کو مہندی استعمال کرنا سنت ہے۔



موت اور اس کے بعد کی سنتیں

(۱) جب یہ معلوم ہونے لگے کہ موت کا وقت قریب ہے، تو اس وقت جو لوگ موجود ہوں، اس کا منہ قبلے کی طرف پھیریں (مستدرک حاکم)

(۲) جب موت قریب معلوم ہو، تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَالْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى.

اے اللہ مجھ کو بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے اوپر والے ساتھیوں میں پہنچا دے۔
(بخاری مسلم ترندی)

(۳) جب روح نکلنے کے آثار محسوس ہوں تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلَىٰ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ. (ترمذی)

اے اللہ! موت کی سختیوں کے موقع پر میری مدد فرما۔

(۴) جب موت واقع ہو جائے، تو اہل تعلق یہ دعا پڑھیں:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اَللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَاخْلِفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا. (مسلم)

بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے اس سے اچھا بدل عنایت فرما۔

(۵) روح نکل جانے کے بعد میت کی آنکھیں بند کرے۔

(۶) جو شخص میت کو تخت پر رکھنے کے لیے اٹھائے یا جنازہ اٹھائے، تو بسم اللہ کہے۔
(ابن ابی شیبہ)

(۷) میت کو دفن کرنے میں جلدی کرنا سنت ہے۔ (سنن ابوداؤد)

(۸) جب میت کو قبر میں رکھے، تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (بہشتی زیور)

(۹) میت کو قبر میں داہنی کروٹ پر اس طرح لٹانا چاہیے کہ پورا سینہ قبلے کی طرف ہوا اور پشت کو قبر کی دیوار سے لگا رہے۔ آج کل لوگ صرف منھ کعبہ کی طرف کر دیتے ہیں اور چت لٹاتے ہیں کہ سینہ آسمان کی طرف ہوتا ہے، یہ بالکل خلاف سنت ہے۔

(۱۰) میت کے رشتہ داروں کو کھانا دینا مسنون ہے، اس کھانے کو تمام برادری یا رشتہ داروں کا کھانا جائز نہیں، میت والوں کے کھانے میں جو شریک ہیں، ان کے لیے کھانا جائز ہے، ناموری اور دکھلاوے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں، جو موجود ہو، دے، دیا جائے۔
(جامع ترندی۔ابن ماجہ)

(۱۱) قبر کو نہ بہت اونچی کریں نہ پختہ بنائیں۔ (مدارج النبوۃ)

(۱۲) قبر پر پانی چھڑکنا سنت ہے۔ (درمختار-شامی)

(۱۳) جب میت کے دفن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوتے، تو خود بھی اور دوسروں کے لیے فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفا کرو اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کہ اللہ اسے منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔ (ابوداود. حاکم بیہقی)

جمعہ کے دن کے نو اعمال جن پر عمل کرنے سے ایک سال کے روزہ ایک سال کی نماز کا ثواب ہر قدم پر ملتا ہے۔

(۱) صبح کو اور دنوں سے کچھ پہلے اٹھنا۔

(۲) غسل کرنا۔

(۳) صاف کپڑے پہننا۔

(۴) مسجد میں جلد جانے کی فکر کرنا۔

(۵) مسجد پیدل جانا۔

(۶) امام کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنا۔

(۷) اگر صفیں پر ہیں تو صفوں کو پھاند کر آگے نہ بڑھنا۔

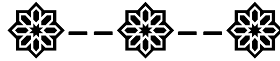
(۸) اپنے کپڑوں سے یا بالوں سے لہو ولعب نہ کرنا۔

(۹) خطبہ کو غور سے سننا۔

علاوہ ازیں جمعہ کے دن جو سورۂ کہف پڑھے گا، اس کے لیے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا۔

جو قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آوے گا اور اس جمعہ سے پہلے جمعہ کے تمام خطایا (صغیرہ) اس کے معاف ہو جائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن مجھے کثرت درود بھیجا کرو، اس روز درود میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور درود میرے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)



معاشرت کی چند سنتیں

(۱) سلام کرنا مسلمانوں کے لئے بہت بڑی سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے، ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہئے، خواہ اسے پہچانتا ہو یا نہ ہو؛ کیوں کہ سلام اسلامی حق ہے، کسی جانے اور شناسائی پر موقوف نہیں۔

(۲) بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر بچوں پر ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا، اس لیے بچوں کو بھی سلام کرنا سنت ۔ ہے۔

(۳) سلام کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ زبان سے السلام علیکم کہے ہاتھ سے یا سر سے یا انگلی کے اشارے سے سلام کرنا یا اس کا جواب دینا سنت کے خلاف ہے۔

(۴) کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو، تو سلام کے بعد مصافحہ کرنا مسنون ہے، عورت، عورت سے مصافحہ کرسکتی ہے۔

(۵) کسی مجلس میں جاؤ تو، جہاں موقع ملے اور جگہ ملے بیٹھ جاؤ، دوسروں کو اٹھا کر خود بیٹھ جانا گناہ کی بات اور مکروہ ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص مجلس میں آئے اور جگہ نہ ہو، تو پہلے سے بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ ذرا مل کر بیٹھ جائیں اور آنے والے مومن بھائی کے لیے گنجائش نکال لیں۔

(۷) کہیں اگر صرف تین آدمی ہوں، تو ایک کو چھوڑ کر کانا پھوسی۔ (سرگوشی) کی اجازت نہیں کہ خواہ مخواہ اس کا دل (شبہات کی وجہ سے) رنجیدہ ہوگا اور مسلمان بھائی کو رنجیدہ کرنا بہت بڑا گناہ ہوگا۔

(۸) کسی کے مکان پر جانا ہو، تو اس سے اجازت لے کر داخل ہونا چاہئے۔

(۹) جب جماہی آوے، تو سنت ہے کہ منہ بند کرلے، اگر منہ کوشش کے باوجود بند نہ رکھ سکے تو بائیں ہاتھ کی پشت کو منھ پر رکھ لے اور ہاہا کی آواز نہ نکالے کہ یہ حدیث میں

ممنوع ہے۔

(۱۰)اگر کسی کا اچھا نام سنو، تو اس سے اپنے مقصد کے لیے نیک فال سمجھنا سنت ہے اور اس سے خوش ہونا بھی سے خوش ہونا بھی سنت ہے۔

بدفالی لینے کو سخت منع فرمایا گیا ہے، جیسے راستہ چلتے کسی کو چھینک آ گئی، تو یہ سمجھنا کہ کام نہ ہوگا، یا کوا بولا، یا بندر نظر آیا، یا الو بولا، تو اپنے آفت آنے کا گمان کرنا سخت نادانی اور بالکل بے اصل اور غلط اور گمراہی کا عقیدہ ہے اسی طرح کسی کو منحوس سمجھنا یا کسی دن کو منحوس سمجھنا بہت برا ہے، سنت پر عمل کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے، اس لیے اہتمام سے اس پر عمل کرنا چاہئے۔

بلندی پر چڑھنے اور نیچے اترنے کی سنتیں

(۱) جب بلندی پر چڑھے، خواہ ایک ہی دو سیڑھی مسجد کی ہو، یا اپنے گھر کی ہو، تو بلندی کی طرف داہنا پاؤں بڑھائے اور اللہ اکبر کہے۔

(۲)اسی طرح جب نیچے کو اُترے، تو بایاں پاؤں آگے بڑھائے اور سبحان اللہ کہے، خواہ یہ نشیب معمولی بھی ہو، تو بھی اس سنت کا ثواب حاصل کرے۔



صلوۃ الاستخارۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم استخارے کی دعا اس طرح سے اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے جس طرح قرآن پاک کی سورتوں کو یاد کراتے تھے، حضرت انس سے فرمایا: اے انس! جب تم کو کوئی امر تردد میں ڈال دے، تو اپنے رب سے استخارہ کرو اور سات مرتبہ استخارہ کرو، پھر دل میں جو بات غالب آجاوے، اسی میں خیر سمجھو۔ (شامی)

فائدہ: کسی خواب کا نظر آنا، یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری نہیں، اسی طرح دوسروں سے استخارہ کرانا ثابت نہیں، دوسروں سے مشورہ لینا سنت ہے، حدیث پاک میں ہے جو مشورے سے کام کرتا ہے، نادم نہیں ہوتا اور جو استخارہ کر کے کام کرتا ہے، وہ نامراد نہیں ہوتا۔

فائدہ: بعض مشائخ سے منقول ہے کہ رات کو استخارہ کر کے قبلہ رو باوضو سوجاوے، پھر اگر خواب میں سفید رنگ یا ہرے رنگ کی کچھ چیزیں نظر آئیں، تو اس میں خیر سمجھے اور اگر سیاہ رنگ کی چیزیں نظر آئیں، تو اس میں شر سمجھے۔

فائدہ: نماز استخارہ پڑھنے کا موقع نہ ہوا اور جلدی سے کسی امر میں استخارہ کرنا ہے، تو صرف دعائے استخارہ کافی ہے، اگر یہ دعا استخارہ کی یاد نہ ہو، تو مختصر یہ دعا کرلے۔

اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ. (شامی)

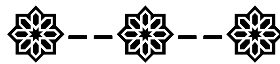
دعائے استخارہ

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ، وَأَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ ، وَلَا أَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ (اس جگہ اپنے مطلب کا خیال کرے) خَيْرٌ لِي فِي دِينِي

وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِی، فَاقْدِرْهُ، وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (اس جگہ اپنے مطلب کا خیال کرے) شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةُ أَمْرِی، فَاصْرِفْهُ عَنِّی، وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ ارْضِنِي بِهِ.

اس دعاء کے بعد جو دل میں خیال غالب ہو جائے اسی میں خیر سمجھے۔

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے خیر طلب کرتا ہوں، آپ کے علم کے واسطے سے، قدرت طلب کرتا ہوں آپ کی قدرت کی مدد سے اور سوال کرتا ہوں آپ کے فضل سے، بے شک آپ قدرت رکھنے والے ہیں، میں عاجز اور کمزور ہوں، آپ جانتے ہیں، میں نہیں جانتا اور آپ علام الغیوب ہیں، اے اللہ! اگر یہ بات جو میرے دل میں ہے، آپ کے علم میں خیر ہے میرے لیے دین، معاش اور انجام کار میں، تو اس کو میرے لیے مقدر کر دیجئے اور آسانی کر دیجئے اور پھر اس میں میرے لیے برکت ڈال دیجئے، اگر آپ کے علم میں اس کے اندر شر ہے، میرے دین، معاش اور انجام کار میں، تو اس کو مجھ سے دور کر دیجئے، مجھ کو اس سے دور کر دیجئے اور جہاں خیر ہو، اس کو میرے ے لیے مقدر کر دیجئے اور ہم کو اس سے راضی کر دیجئے۔



صلوۃِ حاجت

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو کوئی ضرورت اللہ تعالیٰ سے پیش آئے، تو وہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے، پھر دو رکعت نماز ادا کرے، پھر حق تعالیٰ کی ثنا کرے اور درود شریف پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ ،سُبْحَانَ اللهِ ،رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ،اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ ، لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ . (ترمذی)

اس کے بعد دنیا اور آخرت کی ہر حاجت کا سوال کرے جو چاہے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں۔

ترجمہ: نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو حلیم اور کریم ہیں۔

الحليم الذي لا يعجل بالعقوبة، الكريم الذي يُعطى بدون استحقاق و منة.

علیم وہ ذات ہے جو سزا دینے میں جلدی نہ کرے، کریم وہ ذات ہے جو بدون استحقاق اور قابلیت عطا کرے۔

پاک ہے اللہ عرش عظیم کا رب ہے، ہر قسم کی تعریف اللہ رب العالمین کے لیے خاص ہے، اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں آپ کی رحمت کے موجبات کا، آپ کی مغفرت کے ارادوں کا اور ہر نیکی کے مال غنیمت کا اور ہر برائی سے سلامتی کا، میرے کسی گناہ کو نہ چھوڑیئے؛ مگر بخش دیجیے اور نہ ہمارا کوئی غم باقی رکھئے؛ مگر اس کو دور فرما دیجیے اور ہماری ہر

حاجت کو جس سے آپ راضی ہوں، اس کو پوری کر دیجئے۔

فائدہ: ہر دعا کے قبل اور بعد درود شریف پڑھ لینا دعا کی قبولیت کا نہایت قوی ذریعہ ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں، علامہ ابو اسحاق الشاطبی نے فرمایا:

الصَّلوٰةُ عَلَى رَسُولِ اللهُ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجابَةٌ على القطع.

یعنی درود شریف کو حق تعالیٰ شانہ، مقبول فرما لیتے ہیں اور کریم سے یہ بعید ہے کہ بعض دعا کو قبول کرے اور بعض کو رد کر دے۔

فَإِنَّ الكَرِيمَ لَا يَسْتَجِيبُ بَعْضَ الدُّعَاءِ وَيَرُدُّ بَعْضَهُ.

علامہ ابو سلیمان درانی جو فرماتے ہیں:

دعا سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنے والی دعا قبول ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ صرف آگے اور پیچھے کی دعائے درود کو قبول فرمالیں اور درمیان کی دعا کو رد کر دیں، یہ اُن کے کرم سے بعید ہے۔

فَإِنَّ اللهَ يَقْبَلِ الصَّلوتَيْنِ وَهُوَ اكَرَمُ مِنْ أَن يَدَعَ مَا بَيْنَهُمَا.

(شامی)

احقر عرض کرتا ہے کہ جب بھی کوئی پریشانی دنیا یا آخرت کی آوے، جسمانی مصیبت ہو، یا روحانی مصیبت، یعنی معصیت کے تقاضے پریشان کریں، تو دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر مذکورہ دعا پڑھ کر بار بار ہر روز دل سے دعا کرے، غیب سے اسباب فلاح پیدا ہوں گے جس کا دل چاہے اپنے رب سے نصرت اور کرم کا انعام حاصل کرے۔



متفرق سنتیں

سنت: جب آپ چلتے تھے، تو لوگوں کو آگے سے ہٹایا نہیں جاتا تھا۔

سنت: آپ جائز کام کو منع نہیں فرماتے تھے، اگر کوئی سوال کرتا اور اس کے سوال کو پورا کرنے کا ارادہ ہوتا، تو ہاں کہہ دیتے، ورنہ خاموش ہو جاتے۔

سنت: آپ اپنا چہرہ کسی سے نہ پھیرتے جب تک کہ وہ نہ پھیرتا، اگر کوئی چپکے سے بات کہنا چاہتا، تو آپ کان اس کی طرف کر دیتے اور جب تک وہ فارغ نہیں ہوتا آپ کان نہیں ہٹاتے۔

سنت: جب آپ کو چھینک آتی، تو ہاتھ یا کپڑا منھ پر رکھ لیتے اور آواز کو پست فرمائے۔

سنت: جب آپ کسی کو رخصت فرماتے، تو یہ دعا دیتے:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ ، وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ .

سنت: جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشکل پیش آتی تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَةِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ .

جب ناگواری کی حالت پیش آتی تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالَ .

سنت: جب کوئی ملتا، تو پہلے آپ سلام کرتے تھے۔

سنت: جب کسی چیز کو کروٹ کی طرف دیکھتے، تو پورا چہرہ پھیر کر دیکھتے، متکبروں کی طرح کن انکھیوں سے نہ دیکھتے۔

سنت: نگاہ نیچی رکھتے تھے، غایتِ حیا کی وجہ سے نگاہ بھر نہ دیکھتے تھے۔

سنت: برتاؤ میں سختی نہ فرماتے، نرمی کو پسند فرماتے۔

سنت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے وقت پاؤں اٹھاتے، تو قدم قوت سے اکھڑتا تھا

اور قدم اس طرح رکھتے تھے کہ ذرا آگے کو جھک جاتے، تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے گویا کسی بلندی سے پستی میں اُتر رہے ہوں۔

سنت: سب میں ملے جلے رہتے تھے، یعنی شان بنا کر نہ رہتے تھے؛ بلکہ کبھی کبھی مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے۔

سنت: اگر کوئی غریب آتا یا بڑھیا آپ سے بات کرنا چاہتی، تو سڑک کے ایک کنارے پر سننے کے لیے کھڑے ہو جاتے یا بیٹھ جائے۔

سنت: نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے، تو سینہء مبارک سے ہانڈی کھولنے کی سی صدا آتی، خوف خدا کی وجہ سے یہ حالت ہوتی تھی۔

سنت: گھر والوں کا بہت خیال رکھتے کہ کسی کو آپ سے تکلیف سے نہ پہنچے، اسی لیے رات کو باہر جانا ہوتا، تو آہستہ اٹھتے، آہستہ سے جوتا پہنتے، آہستہ سے کواڑ کھولتے، آہستہ سے باہر چلے جاتے، اسی طرح گھر میں تشریف لاتے، تو آہستہ سے آتے؛ تاکہ سونے والوں کی تکلیف نہ ہو، کسی کی نیند خراب نہ ہو جائے۔

سنت: جب چلتے تو نگاہ نیچی زمین کی طرف رکھتے، مجمع کے ساتھ چلتے، تو پیچھے ہوتے، کوئی سامنے سے آتا، تو سب سے پہلے سلام آپ ہی کرتے۔

سنت: سات برس کا بچہ ہو جائے، تو نماز اور دیگر دین کی باتوں کا حکم کرنا۔

سنت: دس برس کا بچہ ہو جائے، تو مار کر نماز پڑھوانا۔

سنت: کسی قوم کا آبرودار آدمی ہو، تو اس کے ساتھ عزت سے پیش آنا۔

سنت: اپنے اوقات میں سے کچھ وقت اللہ کی عبادت کے لیے کچھ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے جیسے ان سے ہنسنا بولنا اور ایک حصہ اپنے بدن کی راحت کے لیے نکالنا۔

سنت: سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے رہنا، پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا، بڑوں کی عزت کرنا، چھوٹوں پر رحم کرنا۔

سنت: کوئی رشتہ دار بدسلوکی کرے، اس کے ساتھ سلوک سے پیش آنا۔

سنت: جب بچہ پیدا ہو، اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہنا، جب سات روز کا ہو جائے، تو اس کا اچھا سا نام رکھنا، کسی بزرگ سے چھوارہ چبوا کر بچے کے منہ میں ڈالنا یا چٹانا۔

سنت: پڑوسی کو اپنی ایذا سے بچانا، اس سے اچھی بات کہنا ورنہ خاموش رہنا۔

سنت: صلہ رحمی کرنا۔

سنت: جو لوگ دنیا کے اعتبار سے کمزور ہیں، ان کی طرف خیال رکھنا۔

سنت: بیوی کا دل خوش کرنے کے لیے اس سے مزاح کرنا اور ہنسی کی بات کرنا بھی سنت ہے۔

سنت: بعد نماز فجر اشراق تک آپ مسجد میں مربع (آلتی پالتی) بیٹھے تھے، نیز اپنے اصحاب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مربع بیٹھتے تھے؛ البتہ چھوٹوں کو بڑوں کو سامنے دوزانو بیٹھنا اقرب الی التواضع ہے۔

سنت: اپنے مسلمان بھائی سے کشادہ چہرے سے ملنا اور اپنی جگہ سے کسی قدر ہٹ جانا، اس کے بٹھانے کے لیے سنت ہے۔

سنت: سواری پر اس کے مالک کو آگے بیٹھنے کے لیے کہنا اور بدون اس کی صریح اجازت آگے نہ بیٹھنا سنت ہے۔

انتَ أَحَقُّ لِصَدْرِ الدَّابَّةِ. (الحَدِيث)

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمِ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ.

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ)
راقم محمد اختر عفا اللہ عنہ
۲۸ رمحرم الحرام ۱۴۰۳ھ

طہارت اور نماز کے مسائل

اس باب میں جتنے احکام بلاحوالہ ذکر کیے گئے ہیں وہ تمام احکام ''الفقہ المیسر'' نامی کتاب سے ماخوذ ہیں، اس کتاب کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ''ندوۃ العلماء'' کے نصاب جدید کے موقع پر شروع فرمایا تھا اور اس کی تکمیل مولانا مفتی شفیق احمد صاحب استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو نے فرمائی، اس کتاب میں حضرت نے علامہ حسن بن علی شرنبلالیؒ کی مایہ ناز کتاب ''نور الایضاح'' سے استفادہ کیا ہے، ''گویا الفقہ المیسر'' اس کی ترتیب نو ہے، احقر نے حضرت اقدس مفتی محمد اسلم رشادی وقاسمی مدظلہ کے حکم سے اس پر اعتماد کرتے ہوئے، اسی کتاب سے ان مضامین کو مرتب کیا ہے، مذکورہ کتاب کے مسائل کے درروان جدید اور ضروری مسائل کو باحوالہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

طہارت کا بیان

- پاکی کی اہمیت
- پانی کی اقسام
- پانی میں پاک چیز گر جائے تو کیا حکم ہے
- ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ
- نجاست کی اقسام اور ان کے احکام
- حدث اصغر کے احکام
- حدث اکبر کے احکام
- نجاست غلیظہ کا حکم نجاست خفیفہ کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پاکی کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (البقرة:۲۲۲)

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ.

(رواہ مسلم عن ابی مالک الاشعریؓ، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء:۲۲۳)

پاکی آدھا ایمان ہے۔

طہارت بنیادی عبادت ہے جس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ، وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الْوُضُوْءُ.

(رواہ الترمذی عن جابرؓ، کتاب الطهارة، باب ما جاء ان مفتاح الصلاة الطهور:۴)

جنت کی کنجی نماز ہے، نماز کی کنجی وضوء ہے۔

لغوی اعتبار سے پاکی صفائی کو طہارت کہتے ہیں۔

شریعت میں طہارت کے دو معنی ہیں:

(۱) ظاہری گندگی ونجاست سے پاکی حاصل کرنا۔

(۲) معنوی اور شرعی ناپاکی (وضو یا غسل ٹوٹنے) سے پاکی (وضو یا غسل کرنا) حاصل کرنا۔

معنوی پاکی وضو یا غسل کرنے، پانی نہ ہونے، یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

پانی کی اقسام

پاکی حاصل ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے پانی کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) پانی خود پاک ہوتا ہے، دوسروں کو پاک کرسکتا ہے اور مکروہ نہیں ہوتا۔

یہ عام پانی ہے، بارش سمندر، کنویں اور چشموں کا پانی ہے۔

مسئلہ: انسان کا جوٹھا خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، ان جانوروں کا جوٹھا جن کا گوشت حلال ہے؛ پاک ہے اور ان کے جوٹھے پانی سے پاکی حاصل کرنا بھی درست ہے، یہ جانور کوئی نجس چیز کھائیں اور ان کے منہ میں نجاست کا اثر باقی رہنے کی حالت میں پانی میں منہ ڈال دیں، تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے۔

(۲) پانی خود پاک ہوتا ہے، دوسری چیزوں کو پاک کرسکتا ہے؛ لیکن مکروہ ہوتا ہے۔

یہ وہ پانی ہے جس میں بلی، مرغی، چوہا یا شکاری پرندے یا سانپ وغیرہ نے منہ ڈال دیا ہو۔

مذکورہ پانی سے وضو اور غسل کرسکتے ہیں؛ لیکن اس کے علاوہ دوسرا پانی موجود ہو، تو اس پانی کا استعمال کرنا مکروہ ہوگا، اس کے علاوہ کوئی دوسرا پانی موجود نہ ہو، تو اس پانی سے وضو اور غسل کرسکتے ہیں۔

(۳) پانی خود پاک ہوتا ہے، دوسری چیز کو پاک کرنے کے سلسلے میں مشکوک ہے۔

یہ وہ پانی ہے جس میں گدھے یا خچر نے منہ ڈال دیا ہو، یہ پانی پاک ہے، کپڑے یا بدن پر لگ جائے، تو کپڑا یا بدن کا وہ حصہ ناپاک نہیں ہوگا؛ لیکن اس پانی سے وضو اور غسل بھی نہیں ہوگا۔

(۴) پانی خود پاک ہوتا ہے؛ لیکن دوسری چیزوں کو پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے یعنی وہ پانی جس کو وضو یا غسل میں پاکی حاصل کرنے کی نیت سے استعمال کیا گیا ہو، جو کسی لوٹے یا بالٹی وغیرہ میں جمع ہوگیا، جیسے عموماً اس طرح ہوتا ہے، اس طرح کے پانی سے وضو اور غسل صحیح نہیں ہوگا۔

یا وہ پانی جس میں کوئی پاک چیز مثلاً صابون، زعفران، شانپو وغیرہ گر جائے اور پانی کی مقدار سے دوگنا زیادہ ہو، تو یہ پانی پاک ہے؛ لیکن وضو یا غسل کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: لہٰذا وضو یا غسل کرنے کے بعد اعضاء بدن سے گرنے والا پانی کپڑے یا بدن پر لگ جائے، تو کپڑا اور بدن پاک ہی رہتے ہیں۔

(۵) ناپاک پانی، شریعت کے اعتبار سے تھوڑا پانی جس میں کوئی نجاست گر گئی ہو، چاہے نجاست کا اثر پانی میں ظاہر ہو، یا اثر ظاہر نہ ہو۔

ماء جاری، ماء کثیر پاک ہوتے ہیں۔

ماء کثیر: سمندروں، نہروں، کنوؤں اور چشموں کا پانی یا کسی گڑھے، حوض یا گھروں میں بنائے جانے والے زیر زمین ٹنکی جن کی چوڑائی کم از کم ۲۲۵ اسکوائر فٹ ہو، (محمود الفتاوی ۲/ ۵ ۲۳، بحوالہ کفایت المفتی) گہرائی اتنی ہو کہ چلو سے پانی اٹھائیں، تو زمین نظر نہ آئے، تو یہ پانی بھی بہنے والے پانی کے حکم میں ہوگا شرعاً زیادہ پانی کہلائے گا، اس پانی میں کوئی ناپاک چیز گر جائے، تو جس کنارے پر نجاست گری ہو، اس کنارے سے وضو یا غسل کرنا درست نہیں، جس کنارے پر نجس چیز گری ہوئی نہ ہو، اس کنارے سے پانی استعمال کرنا درست ہے۔

ماء قلیل یعنی جو پانی زیادہ نہ ہو، وہ شریعت میں تھوڑا پانی کہلاتا ہے، لہٰذا حوض یا کوئی ٹنکی جس کی مقدار اوپر ذکر کئی گئی مقدار سے کم ہو، وہ ماء قلیل ہے، اگر تھوڑے پانی میں تھوڑی بھی نجاست، گندگی، مثلاً پیشاب، خون کا ایک قطرہ بھی گر جائے، خواہ نجاست کے اثرات پانی میں ظاہر ہوں، یا ظاہر نہ ہوں، وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

جس تھوڑے پانی میں خنزیر، کتا یا کوئی درندہ منہ ڈال دے، تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اس پانی سے وضو اور غسل کرنا درست نہیں ہے، نیز اس پانی سے ناپاک چیز کو پاک بھی نہیں کیا جا سکتا، اگر کسی پاک چیز پر یہ پانی گر جائے، تو وہ چیز ناپاک ہو جاتی ہے۔

پانی میں پاک چیز گر جائے تو کیا حکم ہے

(۱) صابون، شامپو، زعفران وغیرہ پاک چیزیں پاک پانی میں گر جائیں اور پانی کی مقدار سے کم ہوں، تو پانی پاک ہے اور دوسری چیزوں کو پاک کر سکتا ہے، اور اس پانی سے وضو اور غسل کرنا بھی درست ہے۔

(۲) پاک پانی کا رنگ اور مزہ زیادہ دن رُکے رہنے کی وجہ سے رنگ بدل گیا ہے، تو پانی پاک ہی رہتا ہے اور اس سے پاکی حاصل کرنا درست ہے۔

(۳) پانی میں پاچی جم جانے یا درختوں کے پتے گرنے سے پانی کا رنگ اور مزہ بدل جائے، تو پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ پاک ہی رہتا ہے، اس پانی سے پاکی حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴) پانی میں کوئی بہنے والی پاک چیز گر جائے اور اس میں دو صفتیں ہوں، ان میں سے اگر ایک صفت بھی پانی میں ظاہر ہو جائے، تو پانی مغلوب اور وہ چیز غالب سمجھی جائے گی، جیسے دودھ، اس میں رنگ اور مزہ ہوتا ہے، اگر پانی میں دودھ کا رنگ نظر آنے لگے، یا دودھ کا مزہ پیدا ہو جائے، تو دودھ کے حکم میں ہو جائے گا۔

جس چیز میں تین صفتیں ہوں، ان میں سے دو صفتیں پانی میں ظاہر ہو جائیں، تو پانی پاک نہیں رہتا، جیسے سرکہ، اگر سرکہ کا رنگ اور مزہ یا رنگ اور بو پانی میں ظاہر ہو جائیں، تو وہ پانی سرکہ کے حکم میں ہو جاتا ہے، اس پانی سے وضو اور غسل نہیں کر سکتے۔

(۵) اگر پاک پانی میں ماء مستعمل گر جائے، تو اس میں مقدار کا اعتبار ہوگا، اگر پاک پانی زیادہ ہے، تو پانی پاک ہے، اس سے وضو اور غسل کرنا بھی درست ہے، اگر مستعمل پانی کی مقدار زیادہ ہے، تو وہ پانی پاک، تو ہے؛ لیکن اس پانی سے وضو اور غسل کرنا درست نہیں۔

ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کا طریقہ

ظاہری گندگی و نجاست سے پاکی حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔

(۱) کپڑے وغیرہ جو نجاست و گندگی کے اثرات کو جذب کر لیتے ہیں اور نجاست ان میں اچھے انداز سے داخل ہو جاتی ہے، ان کو پانی سے دھو کر تین مرتبہ نچوڑنے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

اگر کپڑا اتنا موٹا ہو کہ اس کو نچوڑنا دشوار ہو، تو پانی میں دھو کر کسی جگہ پر ڈال دیں؛ یہاں تک کہ اس سے پانی کے قطرات گرنا بند ہو جائیں، تو دوبارہ پانی میں ڈال کر اٹھائیں، اس طرح تین مرتبہ کرنے سے موٹے کپڑے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۲) آئینہ اور آئینہ جیسی چیزیں اسٹیل و پلاسٹک کے برتن جونجاست کے اثرات کو جذب نہیں کرتے ، ان کو پانی سے دھونا ممکن ہو، تو پانی سے دھوکر پاک کر سکتے ہیں، یا کسی پاک کپڑے وغیرہ سے صاف کر دینے سے بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

(۳) زمین جب ناپاک ہوجائے، تو اس پر پانی بہا دینے یا دھوپ سے نجاست کے اثرات ختم ہوجائیں، تو زمین پاک ہوجاتی ہے۔

نجاست کی اقسام اوران کے احکام

نجاست کی دو قسمیں ہیں: نجاست حکمیہ، نجاست حقیقیہ

نجاست حکمیہ: یعنی شریعت کسی چیز کو نجس کہتی ہے؛ لیکن ظاہری اعتبار سے اس کی نجاست ہمیں سمجھ میں نہیں آتی، اس کو شریعت میں حدث کہتے ہیں۔

حدث کی دو قسمیں ہیں، حدث اصغر یعنی بے وضو ہونا، حدث اکبر یعنی بے غسل ہونا۔

حدث اصغر کے احکام

ناقض وضو یعنی وضو کو توڑنے والی چیزیں پیش آئیں، تو حدث اصغر لاحق ہوتا ہے اور وضو کرنے سے حدث اصغر سے پاکی حاصل ہوتی ہے۔

(۱) بے وضو آدمی نماز نہیں پڑھ سکتا۔

(۲) نماز جنازہ ادا نہیں کرسکتا ہے۔

(۳) طواف نہیں کرسکتا۔

(۴) سجدۂ تلاوت نہیں کرسکتا ہے؛ البتہ زبانی تلاوت کرسکتا ہے۔

(۵) قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی عبادات ہیں جن کے لیے وضو شرط ہے، بے وضو شخص ادا نہیں کرسکتا ہے۔

حدث اکبر کے احکام

نواقض غسل یعنی غسل کو توڑنے والی چیزیں پیش آئیں، تو حدث اکبر لاحق ہوتا ہے اور غسل کرنے سے حدث اکبر سے پاکی حاصل ہوتی ہے، بے وضو اور بے غسل آدمی بہت

ساری عبادتیں نہیں کرسکتا ہے، مثلاً

(۱) نماز پڑھ نہیں سکتا۔

(۲) قرآن پاک کی تلاوت بالکل نہیں کرسکتا۔

(۳) قرآن کریم چھو نہیں سکتا۔

(۴) مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔

نجاست حقیقیہ وہ نجاست اور گندگی ہے جس کا گندہ ہونا ظاہری اعتبار سے ہمیں سمجھ میں آتا ہے، جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ

نجاست حقیقہ کی دوقسمیں ہیں: نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ

مندرجہ ذیل چیزیں نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہیں

(۱) بہتا ہوا خون۔

(۲) شراب۔

(۳) مردار کا گوشت اور اس کی کھال۔

(۴) ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت حلال نہیں ہے۔

(۵) خنزیر، کتا اور درندوں کا جوٹھا اور ان کا پسینہ۔

(۶) مرغی بطخ وغیر کی بیٹ۔

(۷) ہر وہ گندگی جس کے نکلنے سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے، ان کے علاوہ بھی بہت ساری چیز میں نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہیں۔

نجاست غلیظہ کا حکم

نجاست غلیظہ اگر جسم والی ہو، جیسے پائخانہ تو ایک درہم (۳،۶۱ تین گرام، اکسٹھ ملی گرام) کے بقدر معاف ہے، نجاست جسم والی نہ ہو، جیسے پیشاب، تو ہتھیلی کے گڑھے کے برابر (تقریباً ایک انچ) مصلی کے بدن یا کپڑے پر لگ جائے اور پتہ نہیں چلا نماز پڑھ لیا، تو نماز ہوجاے گی اور جان بوجھ کر اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر ایک درہم سے زیادہ بدن یا کپڑے پر نجاست لگ جائے، تو اس کو دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

مندرجہ ذیل چیزیں نجاست خفیفہ کے ساتھ نجس ہیں

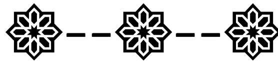
(۱) گھوڑے کا پیشاب

(۲) ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت حلال ہے، جیسے اونٹ، گائے، بکری وغیرہ

(۳) حرام پرندوں کی بیٹ، ان کے علاوہ بھی بہت ساری چیزیں نجاست خفیفہ کے ساتھ نجس ہیں۔

نجاست خفیفہ کا حکم

نجاست خفیفہ اگر بدن یا کپڑے کے چوتھائی حصے پر لگ جائے اور اسی حال میں نماز پڑھ لے، تو نماز ہو جائے گی، اگر اس سے زیادہ مقدار میں نجاست لگی ہوئی ہو، تو دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔



وضو کا بیان

- وضو کے فرائض
- وضو کی سنتیں
- وضو کے مستحبات وآداب
- وضو کے مکروہات
- مندرجہ ذیل مواقع میں وضو مستحب
- نواقض وضو

وضو کا بیان

وضو کے فرائض

(۱) چہرہ دھونا (پیشانی کے بالوں سے تھوڑی کے نیچے تک، ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک)

(۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(۴) دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا۔

نوٹ: وضو کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ

(۱) اعضاء وضو کو مکمل طور سے اس طرح دھوئے کہ کوئی حصہ سوکھا نہ رہے۔

(۲) اعضاء وضو پر کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کی وجہ سے کھال تک پانی نہ پہنچتا ہو، مثلاً موم، ناخن کی پالش وغیرہ۔

مسئلہ: انتخابات کے موقع پر ناخن پر لگائی جانے والی سیاہی کی پرت بن جاتی ہے، اسی طرح مکانات وغیرہ کو رنگ کرنے والے احباب کے اعضاء بدن پر بھی پینٹ لگ جاتا ہے، اس کی بھی برت بنتی ہے، ازالے کی تدبیر اور کوشش کرنی چاہئے کہ ان کو فوری طور سے مخصوص قسم کے سیال مادے سے زائل کردیا جائے، اگر کوشش کے باجود زائل نہ ہو، دشواری، تکلیف اور مشقت کا سبب ہو، تو معاف ہے، وضو اور غسل ہو جائے گا۔

(ملخص از کتاب المسائل ۳/ ۹۴،۹۵)

وضو کی سنتیں

مندرجہ ذیل امور وضو میں سنت ہیں، ان تمام باتوں کا اہتمام کرنا چاہیۓ؛ تاکہ وضو

ہر اعتبار سے کامل اور مکمل ہو۔

(۱) شروع میں نیت کرنا، بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔

(۲) دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا، پہلے دایاں ہاتھ، پھر بایاں ہاتھ۔

(۳) مسواک کرنا، اگر مسواک نہ ہو، تو انگلی سے منہ اور دانتوں کو صاف کرنا۔

(۴) کلی کرنا، اگر روزے سے نہ ہو، تو کلی کرنے میں مبالغہ کرتے ہوئے غرغرہ کرنا۔

(۵) سانس کی قوت سے ناک میں پانی چڑھانا۔

(۶) پھر پانی کو باہر نکالنا۔

(۷) ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔

(۸) پورے سر کا مسح کرنا۔

(۹) کانوں کے باہر اور اندرونی حصے پر مسح کرنا۔

(۱۰) داڑھی کا خلال کرنا۔

(۱۱) ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

(۱۲) اعضاء کو رگڑ رگڑ کر دھونا۔

(۱۳) ہر عضو کو دوسرے عضو کے خشک ہونے سے پہلے دھو لینا۔

(۱۴) اعضائے وضو کے دھونے میں ترتیب کا لحاظ رکھنا۔

(۱۵) اولاً داہنا ہاتھ، داہنا پیر دھونا، پھر بائیں ہاتھ، بائیں پیر دھونا۔

(۱۶) گردن کا مسح کرنا۔

وضو کے آداب و مستحبات

مندرجہ ذیل امور وضو میں مستحب ہیں:

(۱) بلند جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

(۲) قبلہ رخ بیٹھ کر وضو کرنا۔

(۳) بلا عذر کسی سے مدد نہ لینا۔

(۴) دوران وضو دنیوی باتیں نہ کرنا۔

(۵) وضو کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا۔

(٦) دل اور زبان سے وضو کی نیت کرنا۔

(۷) اگر ہاتھ میں انگھوٹی ہو، تو اس کو حرکت دینا۔

(۸) کلی اور ناک میں ڈالنے کے لیے داہنے ہاتھ کا استعمال کرنا۔

(۹) ناک صاف کرنے کے لیے بائیں ہاتھ کا استعمال کرنا۔

(۱۰) وقت کے داخل ہونے سے پہلے وضو کر لینا۔

(۱۱) وضو سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رو ہو کر مندرجہ ذیل دعا پڑھنا

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ، وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ.

وضو کے مکروہات

(۱) وضو کرتے وقت پانی میں اسراف کرنا۔

(۲) پانی استعمال کرنے میں بخل سے کام لینا۔

(۳) دنیوی باتیں کرتے ہوئے وضو کرنا۔

(۴) بلا ضرورت دوسروں سے مدد لینا۔

مندرجہ ذیل مواقع میں وضو مستحب

(۱) باوضو سونا۔

(۲) بیدار ہونے کے بعد وضو کرنا۔

(۳) ہر وقت باوضو رہنا۔

(۴) ایک وضو سے عبادت مقصودہ ادا کرنے کے بعد دوسری عبادت کے لیے تازہ وضو کرنا۔

(۵) کسی گناہ: غیبت، جھوٹ اور چغل خوری وغیرہ گناہ ہونے کے بعد وضو کرنا۔

(٦) نماز کے باہر قہقہہ لگا کر ہنسنے کے بعد وضو کرنا۔

(۷) میت کو غسل دینے کے بعد اور جنازے کو کندھا دینے کے بعد وضو کرنا۔
(۸) ہر فرض نماز کے لیے وضو کرنا۔
(۹) غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا۔
(۱۰) جنبی کے لیے کچھ کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا۔
(۱۱) غصے کے وقت وضو کرنا۔
(۱۲) زبانی تلاوت کے لیے وضو کرنا۔
(۱۳) حدیث اور دینی کتب کے مطالعے کے لیے وضو کرنا۔
(۱۴) اذان، اقامت اور خطبے کے لیے وضو کرنا۔
(۱۵) روضہء رسول پر حاضری کے لیے وضو کرنا۔
(۱۶) وقوف عرفہ کے لیے وضو کرنا۔
(۱۷) صفا و مروہ کی سعی کے لیے وضو کرنا۔

نواقض وضو

مندرجہء ذیل چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں:
(۱) جو چیز پیشاب اور پاخانہ کے راستے سے نکلے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
(۲) بدن کے کسی بھی حصے سے خون اور پیپ نکل کر بہہ جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
(۳) منہ اور دانتوں میں سے خون نکلے اور تھوک کے رنگ میں خون کا رنگ نظر آئے، تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
(۴) کھانا، پانی یا خون، پت وغیرہ کی منہ بھر کر قے کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
(۵) اس طرح ٹیک لگا کر سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کہ اس سہارے کو ہٹا دیا جائے، تو آدمی دائیں بائیں جانب گر جائے۔
(۶) بے ہوش یا پاگل ہو جانا۔
(۷) نشے میں مست ہو جانا۔

(۸) رکوع اور سجدہ والی نماز میں کھل کھلا کر ہنسنا۔

مسئلہ: طبی جانچ یا کسی اور مقصد کے پیش نظر انجکشن سے خون نکالا جائے، تو وضوٹوٹ جاتا ہے۔ (جدید فقہی مسائل ۱/۹۱)

مسئلہ: اگر کوئی شخص بس، کار، ٹرین، ہوائی جہاز وغیرہ میں سیٹ پر بیٹھے بیٹھے سوتا ہے، اس کی پوری سرین سیٹ پر جمی ہوئی ہے، تو اس طرح سیٹ پر سونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، اگر سیٹ پر بیٹھا ہے، دائیں بائیں جانب کا سہارا لگایا ہے، یا سامنے کی سیٹ کی پشت پر سر رکھ کر سوتا ہے، اس صورت میں پوری سرین سیٹ پر جمی ہوئی نہیں رہے گی، اس لیے ان صورتوں میں وضوٹوٹ جائے گا۔

جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فتاوی میں مذکور ہے:

کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سوجانے کی صورت میں اگر ایسی غفلت ہوجائے کہ ٹیک نہ ہونے کی صورت میں آدمی گر پڑتا، تو دیکھا جائے گا کہ اگر سونے کی حالت میں پوری سُرین زمین پر جمی رہی، تو وضو نہیں ٹوٹا، اگر پوری سُرین زمین پر جمی نہ رہی، تو وضوٹوٹ گیا، اسی اصول پر سواری (گاڑی وغیرہ) کی سیٹ پر ٹیک لگا کر سوجانے کو بھی قیاس کرلیا جائے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص سواری (گاڑی وغیرہ) میں سیٹ پر بیٹھے بیٹھے اس طرح سوئے کہ پیچھے سے سیٹ کا سہارا ہٹا دیا جائے تو وہ گر پڑے، تو ایسی صورت میں اگر سونے والے شخص کی پوری سرین سیٹ کے ساتھ جمی ہوئی نہ ہو، تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا، لیکن اگر سونے والے شخص کی پوری سرین سیٹ کے ساتھ جمی ہوئی ہو، تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر سیٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر اس طرح سوئے کہ پیچھے سے سیٹ کا سہارا ہٹا دیا جائے، تو وہ نہ گرے تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

يَنْقُضُهُ حُكْمًا (نَوْمٌ يُزِيلُ مُسْكَتَهُ) أَيْ قُوَّتَهُ الْمَاسِكَةَ بِحَيْثُ تَزُولُ مَقْعَدَتُهُ مِنَ الْأَرْضِ، وَهُوَ النَّوْمُ عَلَى أَحَدِ جَنْبَيْهِ أَوْ وِرْكَيْهِ أَوْ قَفَاهُ أَوْ وَجْهِهِ (وَإِلَّا) يُزِلْ مُسْكَتَهُ (لَا) يُزِلْ مُسْكَتَهُ (لَا) يَنْقُضْ. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطھارۃ، نواقض الوضوء ۱/ ۲۷۰)

غسل کا بیان

- غسل کے فرائض
- غسل کی سنتیں
- نواقض غسل
- مسنون غسل

غسل کا بیان

غسل کے فرائض

غسل میں تین فرض ہیں

(۱) کلی کرنا۔

(۲) ناک میں پانی چڑھا کر چھینکنا۔

(۳) تمام بدن پر اس طریقے سے پانی بہانا کہ کوئی جگہ سوکھی نہ رہے۔

غسل کی سنتیں

(۱) غسل کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

(۲) پاکی حاصل کرنے کی نیت کرنا۔

(۳) دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔

(۴) بدن کے کسی حصے پر نجاست لگی ہو، تو اس کو صاف کرنا۔

(۵) غسل سے پہلے وضو کرنا، فرش کچا ہو، یا استعمال شدہ پانی جمع ہو جاتا ہو، تو پیروں کو آخر میں دھونا۔

(۶) تین بار تمام بدن پر پانی بہانا، پہلے سر، پھر دائیں کندھے، پر پھر بائیں کندھے پر بہانا۔

(۷) رگڑ رگڑ کر بدن کو دھونا۔

(۸) ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرے عضو کو دھونا۔

نواقض غسل

(۱) جب آدمی جنبی ہو جائے، تو غسل کرنا فرض ہے۔

(۲) عورت حیض ونفاس سے پاک ہو، تو غسل کرنا فرض ہے۔

(۳) جب کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے، تو اس کو غسل دینا زندہ لوگوں پر فرض ہے۔

مسنون غسل

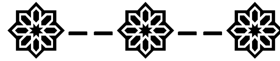
مندرجہ ذیل صورتوں میں غسل کرنا مسنون ہے:

(۱) جمعہ کی نماز کے لیے۔

(۲) عیدین کی نماز کے لیے۔

(۳) احرام باندھنے کے لیے۔

(۴) وقوف عرفہ کے لیے۔



تیمم کا بیان

- تیمم کی مشروعیت
- تیمم کے جائز ہونے کی صورتیں
- تیمم صحیح ہونے کی شرائط
- تیمم کے فرائض
- تیمم کی سنتیں
- نواقض تیمم
- طہارت سے معذور کے مسائل
- فاقد الطہورین کا مسئلہ

تیمم کا بیان

تیمم کی مشروعیت

انسان پانی سے طہارت حاصل کرنے سے عاجز ہو، اس طور پر کہ پانی دست یاب نہ ہو، پانی موجود ہو؛ لیکن استعمال پر قدرت نہ ہو، مثلاً پانی حاصل کرنے سے جان جانے کا خوف ہو، یا پانی کے استعمال کرنے سے بیماری لاحق ہونے کا شدید خطرہ ہو، یا صحت یابی میں تاخیر کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کی سہولت اور عبادت گزاری کے لیے تیمم کو مشروع فرمایا ہے۔

طہارت حاصل کرنے کی نیت سے پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مسح کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

تیمم کے جائز ہونے کی صورتیں

(۱) آدمی پانی سے ایک میل، یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہو۔

(۲) پانی کے استعمال سے بیماری لاحق ہوسکتی ہے، موجودہ بیماری سے صحت یابی میں تاخیر ہوسکتی ہے، یا بیماری میں اضافہ ہوجانے کے شدید خطرہ ہے، مسلمان، دین دار اور تجربہ کار ڈاکٹر نے پانی کے استعمال سے منع کیا ہو، یا اپنا ذاتی تجربہ ہو۔

(۳) پانی موجود ہو، شدید سردی کی وجہ سے پانی کے استعمال سے ہلاکت کا خطرہ ہو۔

(۴) پانی تھوڑا ہو جو پینے کی ضرورت کے بقدر ہو، آدمی کے پاس مزید پانی موجود نہ ہو۔

(۵) پانی کسی کنویں وغیرہ میں موجود ہو، پانی لینے کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔

(۶) پانی موجود ہو، پانی حاصل کرنے سے کوئی جانی دشمن یا کوئی درندہ حائل ہوتا ہو۔

نوٹ: وضو کرنے سے نماز عیدین یا نماز جنازے کے فوت ہوجانے کا خوف ہو، تو عیدین اور نماز جنازہ کے لیے تیمم کی گنجائش ہے، دیگر نمازوں کا وقت فوت ہونے کے خوف

سے تیمم کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

نوٹ: عبادت غیر مقصودہ کی ادائیگی کے لیے تیمم کیا ہو، تو اس تیمم سے عبادات مقصودہ ادا نہیں کی جاسکتی ہیں۔

تیمم صحیح ہونے کی شرائط

(۱) نیت کرنا: یعنی حدث سے پاکی، یا نماز پڑھنے، یا کسی عبادت مقصودہ (ایسی عبادت جو بلا طہارت ادا نہیں کی جاسکتی ہو) کی نیت سے تیمم کرے۔

(۲) کوئی ایسا شرعی عذر پایا جاتا ہو جس کی وجہ سے تیمم شرعاً درست ہو۔

(۳) مٹی یا مٹی کی جنس (مٹی، پتھر، ریت وغیرہ) میں سے کسی پاک چیز پر تیمم کرے۔

مسئلہ: لہٰذا مٹی یا پتھر کی دیوار پر تیمم درست ہے، بس، ٹرین اور ہوائی جہاز کی دیواروں پر تیمم درست نہیں ہوگا، اس لیے کہ وہ مٹی یا پتھر کے علاوہ جنس سے تیاری کی جاتی ہیں؛ البتہ ان پر غبار جمع ہوا ہو، تو ان پر تیمم درست ہے۔ (جدید فقہی مسائل ۲/ ۹۸)

(۴) دونوں ہاتھ مٹی، یا اس کی جنس پر ایک مرتبہ مارے، چہرے پر مسح کرے، پھر دوبارہ ہاتھ مارے، پھر ہاتھوں پر مسح کرے۔

(۵) پورے چہرے اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کرے۔

نوٹ: تیمم کے وقت ہاتھوں میں گھڑی، انگوٹھی وغیرہ ہو، تو ان کو ہٹا کر مسح کرے؛ تاکہ پورے ہاتھوں پر مسح ہو۔

تیمم کے فرائض

(۱) پورے چہرے پر مسح کرنا

(۲) دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مسح کرنا۔

تیمم کی سنتیں

(۱) شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔

(۲) دونوں فرض کی ادائیگی میں ترتیب کا لحاظ رکھنا۔

(۳) چہرے اور ہاتھوں پر مسح کے درمیان فاصلہ نہ رکھنا۔
(۴) ہاتھوں کو مٹی پر مارنے کے بعد ان پر پھونک مار کر مسح کرنا۔

نواقض تیمم

(۱) جو چیزیں وضو اور غسل کو توڑنے والی ہیں، وہ تمام چیزیں تیمم کو بھی توڑ دیتی ہیں۔
(۲) جن اعذار کی بنا پر تیمم کی رخصت دی گئی تھی، ان اعذار کے زائل ہوجانے کی وجہ سے بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔

مثلاً پانی کا دست یاب ہوجانا، پانی کے استعمال پر قدرت کا حاصل ہوجانا، دشمن، درندے وغیرے کے خوف کا زائل ہوجانا وغیرہ۔

نوٹ: تیمم کی شرائط کے ساتھ حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے لیے تیمم کیا جاسکتا ہے، دونوں کے لیے تیمم کا طریقہ بھی ایک ہی ہے۔

تیمم کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں ہے، جب تک اعذار پائے جائیں، اُس وقت تک تیمم کرسکتے ہیں۔

طہارت سے معذور کے مسائل

بعض لوگ نواقضِ وضو کے سلسلے میں پریشان رہتے ہیں، ان کا وضو باقی نہیں رہتا، کسی کو بار بار ہوا خارج ہوتی رہتی ہے، کسی کو پیشاب کے قطرے بار بار گرتے رہتے ہیں، بعض مرتبہ ایسے زخم جسم پر آجاتے ہیں جن سے مسلسل خون بہتا رہتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے بار بار وضو کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، شریعت نے ان لوگوں کو چند شرائط کے ساتھ وضو کے سلسلے میں سہولت دی ہے۔

کسی شخص کو بار بار ہوا خارج ہوتی رہتی ہے، یا بار بار پیشاب کے قطرے گرتے رہتے ہیں، یا زخم سے مسلسل خون بہتا رہتا ہے کہ وضو کرنے کے بعد فرض نماز ادا کرنے کے بقدر بھی وضو باقی نہیں رہتا ہے، اس طرح کی پریشانی ایک مرتبہ ایک نماز کے مکمل وقت (مثلاً صبح صادق سے طلوع آفتاب تک)

گذرنے تک جاری رہے، اس کا وضو دو رکعت فرض نماز ادا کرنے کے برابر وقت

بھی نہیں رہا، تو وہ شخص شریعت کی نظر میں معذور ہو جاتا ہے۔

معذور کا حکم یہ ہے کہ جب جب بھی نماز کا وقت داخل ہو، تو اس وقت وضو کرے، اس وضو سے فرض نماز، قضا نماز، سنت نماز اور نفل نماز دل جو چاہے، وہ نماز اس وضو سے ادا کر سکتا ہے، جب نماز کا وقت گذر جائے گا، تو اس کا وضو بھی ختم ہو جائے گا، اس دوران اس کا جو عذر تھا، (خروج ریح، پیشاب کے قطرات وغیرہ) اگر وہ پیش آتا ہے، تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اگر کوئی دوسرا ناقض وضو پیش آتا ہے، (مثلاً چھوٹے بڑے استنجا) تو اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

یہ شخص اُس وقت تک معذور سمجھا جائے گا جب تک کہ اس پر ایسا وقت نہ گذرے جس میں اس کو لاحق عذر ایک مرتبہ بھی نماز کے مکمل وقت میں پیش نہ آئے، تب تک وہ شخص شرعاً معذور ہوگا، کم از کم نماز کے مکمل وقت میں ایک دو مرتبہ پیش آہی جاتا ہے، تو وہ معذور ہی ہوگا، جس وقت ایک نماز کا مکمل وقت اس عذر کے بغیر گذر جائے گا، اس وقت وہ معذورین کی فہرست سے نکل جائے گا۔

اگر خون یا پیشاب کے قطرات بار بار گرتے ہیں اور کپڑے پر لگ جاتے ہیں، تو معذور کی نماز ہو جائے گی، کپڑے بدلنے اور دھونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، مسجد میں جانے سے مسجد کے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو، تو گھر پر نماز ادا کرے۔ (فتاوی محمودیہ ۵/۲۱۶)

ایسے معذور کے لیے بہتر یہ ہے کہ نماز کے وقت دوسرے کپڑے بدلے، یا کپڑے دھولے؛ تاکہ کم نجاست والے کپڑوں میں نماز ادا کر سکے، اگر مجبوری ہو، تو معذور کی نماز ہو جائے گی، لباس کی تبدیلی تقلیل نجاست کے لیے ہے۔ (مستفاد فتاوی محمودیہ ۵/۲۱۸)

(وَصَاحِبُ عُذْرٍ مَنْ بِهِ سَلَسُ) بَوْلٍ لَا يُمْكِنُهُ إِمْسَاكُهُ (أَوْ اسْتِطْلَاقُ بَطْنٍ أَوْ انْفِلَاتُ رِيحٍ أَوْ اسْتِحَاضَةٌ) أَوْ بِعَيْنِهِ رَمَدٌ أَوْ عَمَشٌ أَوْ غَرَبٌ، وَكَذَا كُلُّ مَا يَخْرُجُ بِوَجَعٍ ،وَلَوْ مِنْ أُذُنٍ وَثَدْيٍ وَسُرَّةٍ (إِنْ اسْتَوْعَبَ عُذْرُهُ تَمَامَ وَقْتِ صَلَاةٍ مَفْرُوضَةٍ) بِأَنْ لَا يَجِدَ فِي جَمِيعِ وَقْتِهَا زَمَنًا يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي فِيهِ خَالِيًا عَنْ

الْحَدَثِ (وَلَوْ حُكْمًا) لِ۔۔۔(وَهَذَا شَرْطُ) الْعُذْرِ (فِي حَقِّ الِابْتِدَاءِ، وَفِي) حَقِّ (الْبَقَاءِ كَفَى وُجُودُهُ فِي جُزْءٍ مِنَ الْوَقْتِ) وَلَوْ مَرَّةً (وَفِي) حَقِّ الزَّوَالِ يُشْتَرَطُ (اسْتِيعَابُ الِانْقِطَاعِ) تَمَامَ الْوَقْتِ (حَقِيقَةً) لِأَنَّهُ الِانْقِطَاعُ الْكَامِلُ. وَنَحْوِهِ (لِكُلِّ فَرْضٍ)۔۔۔(ثُمَّ يُصَلِّي) بِهِ (فِيهِ فَرْضًا وَنَفْلًا) فَدَخَلَ الْوَاجِبُ بِالْأَوْلَى (فَإِذَا خَرَجَ الْوَقْتُ بَطَلَ) ۔۔۔(وَحُكْمُهُ الْوُضُوءُ) لَا غَسْلُ ثَوْبِهِ۔۔۔(وَإِنْ سَالَ عَلَى ثَوْبِهِ) فَوْقَ الدِّرْهَمِ (جَازَ لَهُ أَنْ لَا يَغْسِلَهُ إِنْ كَانَ لَوْ غَسَلَهُ، تَنَجَّسَ قَبْلَ الْفَرَاغِ مِنْهَا) أَيْ: الصَّلَاةِ (وَإِلَّا) يَتَنَجَّسْ قَبْلَ فَرَاغِهِ (فَلَا) يَجُوزُ تَرْكُ غَسْلِهِ، هُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، مطلب فی احکام المعذور ۱/ ۵۰۴)

فاقد الطھورین کا مسئلہ

اگر کسی شخص کو طہارت حاصل کرنے کے لیے پانی میسر نہ ہو، تیمم کرنے کے لیے مٹی میسر نہ ہو اور نماز کا وقت آجائے، تو اس کے لیے نماز کا کیا حکم ہے؟

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ایسا شخص فی الحال نماز نہیں پڑھے گا، پانی یا مٹی کے ملنے کے بعد وضو یا تیمم کر کے نماز پڑھے گا۔

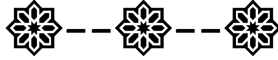
صاحبین فرماتے ہیں: ایسا شخص فی الحال نماز نہیں پڑھے؛ بلکہ نمازیوں کی مشابہت اختیار کرے گا، یعنی نمازی کی طرح تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھائے گا، کچھ دیر قیام کرے گا، اسی طرح رکوع وغیرہ کرے گا، صرف نقل کرے گا، زبان سے کچھ نہیں پڑھے گا، علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں: صاحبین کے قول پر ہی فتوی ہے۔

حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: جب کبھی ایسی نوبت پیش آتی ہے، بس، ٹرین میں ازدحام کی صورت میں تو امام ابوحنیفہؒ کے قول پر عمل کرتا ہوں۔ (تحفۃ الالمعی ۱/ ۱۸۵)

موجودہ حالات میں عوامی مقامات، اسفار میں اس طرح کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے قول پر عمل کرنے ہی میں مصلحت اور سہولت ہے۔

(وَالْمَحْصُورُ فَاقِدُ) الْمَاءِ وَالتُّرَابِ (الطَّهُورَيْنِ) بِأَنْ حُبِسَ فِي مَكَانٍ نَجِسٍ وَلَا يُمْكِنُهُ إِخْرَاجُ تُرَابٍ مُطَهِّرٍ، وَكَذَا الْعَاجِزُ عَنْهُمَا لِمَرَضٍ (يُؤَخِّرُهَا عِنْدَهُ: وَقَالَا: يَتَشَبَّهُ) بِالْمُصَلِّينَ وُجُوبًا، فَيَرْكَعُ وَيَسْجُدُ إِنْ وَجَدَ مَكَانًا يَابِسًا وَإِلَّا يُومِئُ قَائِمًا ثُمَّ يُعِيدُ كَالصَّوْمِ بِهِ يُفْتَى.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطھارہ، باب التیمّم، مطلب فاقد الطھورین ۱/ ۴۲۳)



کتاب الصلوٰۃ

نماز کا بیان

ہر عاقل بالغ مسافر و مقیم مسلمان مرد و عورت پر مقررہ اوقات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (النساء:۱۰۳)
ایمان والوں پر مقررہ اوقات میں نماز فرض ہے۔

نمازوں کے اوقات

(۱) فجر میں دو رکعت فرض ہیں، فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور سورج کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

فائدہ: عام حالات میں فجر کی نماز کو صبح کی روشنی میں ادا کرنا مستحب ہے (عام لوگوں کی سہولت کی وجہ سے جماعت بڑی ہوتی ہے، اگر مصلی شروع وقت میں آسانی سے جمع ہو جاتے ہیں اور جماعت زیادہ ہو جاتی ہے، تو پھر شروع وقت ہی میں ادا کرنا مستحب ہے، جیسے رمضان المبارک میں سب لوگ سحری کے لیے بیدار رہتے ہیں اور شروع وقت میں جماعت کھڑی ہونے سے جماعت میں مصلی زیادہ رہتے ہیں)

(۲) ظہر میں چار رکعت فرض ہیں، ظہر کا وقت سورج کے زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے، زوال کے وقت چیزوں کا جو سایہ ہوتا ہے (جس کو سایہ اصلی کہتے ہیں) اس سایہ کے دو گنا ہونے تک رہتا ہے۔

نماز ظہر موسم گرما میں دیر سے ٹھنڈے وقت میں ادا کرنا مستحب ہے، اور سردی کے موسم میں جلد ادا کرنا مستحب ہے۔

(۳) عصر میں چار رکعت فرض ہیں، عصر کا وقت ظہر کا وقت ختم ہونے کے ساتھ شروع ہوتا ہے، سورج کے غروب ہونے تک رہتا ہے، سورج کے پیلے پڑنے تک نماز کو مؤخر کرنا

مکروہ ہے۔

فائدہ: عصر کی نماز کو دیر سے ادا کرنا مستحب ہے؛ لیکن سورج کے پیلے ہونے تک دیر کرنا مکروہ ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف وامام محمدؒ کے نزدیک ہر چیز کا سایہ ایک گنا (مثل اول) ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے، لہٰذا احتیاط اس بات میں ہے کہ ظہر کی نماز کو مثل ثانی تک موخر نہ کی جائے اور عصر کی نماز مثل ثانی سے پہلے پڑھی نہ جائے؛ البتہ عرب ممالک اور جن علاقوں میں عصر کی نماز مثل ثانی کے شروع میں ادا کی جاتی ہے، وہاں مثل ثانی کے شروع میں ان ائمہ کی اقتدا میں نماز عصر ادا کرنا جائز ہے۔

(۴) مغرب میں تین رکعت فرض ہیں، مغرب کا وقت سورج کے غروب ہونے سے شروع ہوتا ہے، شفق ابیض کے غروب ہونے تک رہتا ہے، (شفق ابیض سورج کے غروب ہونے کے بعد آسمان کے کنارے جو سرخی رہتی ہے، اس کے زائل ہونے کے بعد سفیدی پیدا ہوتی ہے، اس کے ختم ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے)۔

فائدہ: ہر موسم میں نماز مغرب جلد ادا کرنا مستحب ہے۔

(۵) عشاء میں چار رکعت فرض ہیں، عشاء کا وقت مغرب کا وقت ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے؛ البتہ ایک تہائی رات کے بعد مکروہ ہوجاتا ہے۔

فائدہ: عشاء کی نماز میں ایک تہائی رات گذرنے تک دیر کرنا مستحب ہے۔

نماز کے مکروہ اوقات

مندرجہ ذیل اوقات میں کسی بھی نماز کو ادا کرنا جائز نہیں ہے، خواہ فرض ہو، یا واجب، یا قضاء۔

(۱) سورج کے طلوع ہونے کے بعد سے بلند ہونے تک (تقریباً دس بارہ منٹ)۔

(۲) درمیانی آسمان میں سورج کے کھڑے ہوجانے کے بعد جب تک غروب کی طرف مائل نہ ہو۔

(۳) عصر میں سورج کے پیلے ہوجانے کے بعد جب تک کہ غروب نہ ہوجائے۔

فائدہ: سورج کے پیلے ہو جانے کے بعد بھی اسی دن کی نمازِ عصر کراہت کے ساتھ ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

نماز کی شرائط

یعنی وہ چیزیں جو نماز میں داخل نہیں ہیں؛ لیکن نماز کے لیے شرط ہیں جن کے بغیر نماز شروع کرنا درست نہیں ہے، وہ سات ہیں۔

(۱) بدن کا پاک ہونا۔ یعنی بدن کا حدث اکبر اور حدث اصغر سے پاک ہونا۔

(۲) کپڑے کا پاک ہونا۔ یعنی جس کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں، اس کا پاک ہونا۔

(۳) نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔ بطور خاص دونوں پیر، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور پیشانی رکھنے کی جگہ

(۴) ستر کا چھپانا۔ (مرد کا ستر ناف سے رانوں تک، عورت کا ستر سارا بدن ہے؛ البتہ چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم ستر میں داخل نہیں ہیں۔

(۵) قبلہ رخ کھڑا ہونا۔

(۶) نماز کا وقت ہونا۔ وقت کے شروع ہونے سے پہلے نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(۷) نیت کرنا۔ نماز کی تعیین کے ساتھ نیت کرنا۔

ان شرائط کے بغیر جو شخص نماز ادا کرے گا، اس کی نماز نہیں ہوگی۔

مسئلہ: قبلہ معلوم نہ ہو، قبلہ بتانے والا بھی کوئی نہ ہو، قبلے کی کوئی علامت نظر نہ آئے، تو سمت قبلہ میں غور وفکر کرنے کے بعد جس سمت پر قبلہ ہونے کا اطمینان ہو، اس سمت رخ کر کے نماز ادا کرے، نماز ہو جائے گی، نماز کے مکمل ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سمت قبلہ نہیں تھا، تب بھی نماز ہو جائے گی، دوران نماز قبلے کی غلطی معلوم ہوئی، تو فوراً اپنا رخ تبدیل کر لے۔

مسئلہ: بس، ٹرین، ہوائی جہاز میں کسی معتبر شخص کی رہبری یا قطب نما سے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز شروع کرنی چاہیے، درمیانی نماز میں قبلے کا رخ بدل جائے، تو اپنا رخ بھی صحیح کر لینا چاہیے۔

(یلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت۔ الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المریض، فتاوی محمودیہ ۵ / ۵۲۴)

فرائض نماز

(۱) تکبیر تحریمہ کہنا۔ یعنی اللہ اکبر، یا اس جیسے الفاظ کہنا جن سے اللہ کی عظمت اور بڑائی ظاہر ہوتی ہو۔

(۲) قیام کرنا۔ بلا عذر فرض اور واجب نماز بیٹھ کر ادا کرنے سے نماز ادا نہیں ہوگی۔

(۳) قراءت کرنا۔ امام اور منفرد کے لیے ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا۔

(۴) رکوع کرنا۔

(۵) سجدہ کرنا۔

(٦) قعدہ اخیرہ کرنا۔

ان فرائض میں سے کوئی فرض چھوٹ جائے، تو نماز ہی نہیں ہوگی۔

واجبات نماز

مندرجہ ذیل چیزیں نماز میں واجب ہیں، واجبات میں سے کسی چیز کو جان بوجھ کر چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی ہے، اگر بھول کر کوئی واجب چھوٹ جائے، تو نماز سجدۂ سہو سے پوری ہو جاتی ہے۔

(۱) اللہ اکبر سے نماز شروع کرنا۔

(۲) فرض نماز میں شروع کی دو رکعت میں، وتر اور نفل کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا۔

(۳) سورۂ فاتحہ کے ساتھ فرض کی ابتدائی دو رکعت میں وتر اور نفل کی ہر رکعت میں کوئی چھوٹی سورت، یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا۔

(۴) سورہ فاتحہ کو ضم سورت سے پہلے پڑھنا۔

(۵) دوسرے سجدے کو پہلے سجدے کے بعد فوراً ادا کرنا۔

(٦) نماز کے ارکان کو اعتدال اور اطمینان کے ساتھ ادا کرنا۔

(۷) تشہد پڑھنے کے بقدر پہلا قعدہ کرنا۔

(۸) پہلے اور اخیر قعدے میں تشہد پڑھنا۔

(۹) تشہد سے فراغت کے بعد تیسری رکعت کے لیے جلد کھڑا ہونا۔
(۱۰) لفظ سلام سے نماز کے باہر نکلنا۔
(۱۱) وتر کی تیسری رکعت میں قراءت سے فراغت کے بعد دعائے قنوت پڑھنا۔
(۱۲) عیدین میں زائد تکبیرات کہنا۔
(۱۳) عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کہنا۔
(۱۴) امام کے لیے جمعہ، عیدین، تراویح، رمضان نماز وتر اور فجر، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں جہری قراءت کرنا۔
(۱۵) ظہر عصر میں اور مغرب وعشاء کی آخری دو رکعات میں سری قراءت کرنا۔

اذکار نماز

ثنا

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ. (ترمذی:۲۴۲)

تشہد

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. (بخاری:۸۳۱)

درود ابراہیمی

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ . (بخاری:۳۳۷۰)

دعائے ماثورہ

اللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الغَفُورُ الرَّحِيمُ. (بخاری: ۸۳۴)

نماز کی سنتیں

مندرجہ ذیل چیزیں نماز میں مسنون ہیں، ان کے اہتمام سے نماز میں کمال پیدا ہوتا ہے اور سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسی نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت سر جھکائے بغیر سیدھے کھڑے ہونا۔

(۲) اپنے ہاتھوں کے اندرونی حصے کو قبلہ رخ کر کے دونوں کانوں کے برابر اٹھانا۔

(۳) تکبیر کے بعد اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے انگوٹے اور چھوٹی انگلی سے حلقہ بنا کر رکھنا۔

(۴) ثناء پڑھنا۔

(۵) سورت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا۔

(۶) ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔

(۷) سورۃ فاتحہ کے ختم پر آہستہ سے آمین کہنا۔

(۸) قیام کے دوران دونوں پیروں کے درمیان کم از کم چار انگلیوں کے برابر فاصلہ رکھنا۔

(۹) فجر اور ظہر میں طوال مفصل، عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا۔

(۱۰) پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے زیادہ طویل کرنا۔

(۱۱) تکبیرات انتقال کہنا۔ یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کی تکبیرات کہنا۔

(۱۲) رکوع میں اپنے ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑنا۔

(۱۳) رکوع میں سر اور پیٹھ دونوں کو برابر رکھنا اور پنڈلیوں کو کھڑا رکھنا۔

(۱۴) رکوع میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھنا۔

(۱۵) امام کے لیے رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہنا، مقتدی کے لیے ربنا ولک الحمد کہنا اور منفرد کے لیے دونوں کو کہنا۔

(۱۶) سجدے میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنوں کو رکھنا، پھر ہاتھ رکھنا، پھر چہرہ رکھنا۔

(۱۷) سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے پہلے سر، پھر ہاتھ، پھر گھٹنوں کو اٹھانا۔

(۱۸) سجدے میں دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سر رکھ کر سجدہ کرنا۔

(۱۹) سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں سے، ہاتھوں کو بازؤں سے اور کلائیوں کو زمین سے جدا رکھنا۔

(۲۰) سجدے کی حالت میں ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر رکھنا۔

(۲۱) پیر کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا۔

(۲۲) سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہنا۔

(۲۳) سجدے سے قیام کے لیے زمین کے سہارے کے بغیر سیدھے کھڑے ہو جانا۔

(۲۴) جلسے کی حالت میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا جیسے تشہد کی حالت میں رکھتے ہیں۔

(۲۵) قعدے میں بائیں پیر کو بچھانا اور دائیں پیر کو کھڑا رکھنا۔

(۲۶) تشہد میں لا الہ پر انگلی اٹھانا اور الا اللہ پر جھکا دینا۔

(۲۷) ظہر، عصر اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں اور مغرب کی تیسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا۔

(۲۸) قعدۂ آخرہ میں درود شریف پڑھنا۔

(۲۹) درود شریف کے بعد دعائے ماثورہ پڑھنا۔

(۳۰) سلام کے وقت دائیں بائیں جانب منہ پھیرنا۔

(۳۱) امام کے لیے اپنے سلام میں مقتدی، فرشتوں اور نیک جنات کی نیت کرنا، مقتدی کے لیے دیگر مقتدیوں اور امام جس جانب ہو اس جانب امام کی نیت اور نیک جنات کی نیت کرنا اور منفرد کا فرشتوں کی نیت کرنا۔

(۳۲)امام کے لیے تکبیراتِ انتقال بلند آواز سے کہنا اور مقتدی کا آہستہ سے کہنا۔

(۳۳)دوسرے سلام میں پہلے سلام کی نسبت آواز کو پست کرنا۔

(۳۴)مقتدی کا سلام امام کے سلام سے ملا ہوا ہونا۔

(۳۵)مسبوق کے لیے امام کے مکمل سلام پھیرنے کا انتظار کرنا۔

نماز کے مستحبات

مندرجہء ذیل چیزیں نماز میں مستحب ہیں، ان کا لحاظ کرنا چاہیے؛ تاکہ نماز بہتر طریقے پر ادا ہو۔

(۱)مرد کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنی چادر کے باہر نکالنا، عورت کے لیے اپنی چادر کے باہر اپنے ہاتھوں کو نہ نکالنا۔

(۲)قیام کی حالت میں نمازی کی نگاہ سجدے کی جگہ میں ہونا۔

(۳)رکوع کی حالت میں قدموں پر نگاہ رکھنا۔

(۴)سجدے کی حالت میں ناک کے بانسے پر نگاہ رکھنا۔

(۵)قعدے کی حالت میں گود میں نگاہ رکھنا۔

(۶)سلام کے وقت مونڈھوں پر نگاہ رکھنا۔

(۷)نماز کی حالت میں جماہی یا کھانسی آئے، تو جہاں تک ہو سکے، روکنے کی کوشش کرنا۔

مفسدات نماز

مندرجہء ذیل چیزیں نماز کو فاسد کر دیتی ہیں۔

(۱)نماز کے فرائض میں سے کسی فرض کو چھوڑ دینا۔

(۲)نماز میں بھول کر، یا جان بوجھ کر، یا انجانے میں، یا غلطی سے بات چیت کرنا۔

(۳)نماز میں ایسی دعا کرنا جو لوگوں کی بات چیت کے مشابہ ہو۔ مثلاً مجھے چند روپئے دے دو۔

(۴)نماز میں کسی کو سلام کرنا، یا زبان سے کسی کو سلام کا جواب دینا، یا مصافحہ کرنا۔

(۵)عمل کثیر کرنا۔ یعنی کوئی ایسا کام کرنا کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، یا نماز پڑھنے والا خود اپنے عمل کو کثیر سمجھے، یہ عمل کثیر ہے۔

(۶) سینے کو قبلے کی طرف سے پھیر لینا۔

(۷) نماز میں کوئی چیز باہر سے منہ میں ڈال کر کھانا، یا پینا۔

(۸) دانتوں میں پھنسی ہوئی کھانے کی چیز جو چنے کے دانہ کے برابر ہو، اس کو کھانا۔

(۹) بلاضرورت کھانسنا۔

(۱۰) نماز میں درد یا غم کی وجہ سے آہ آہ کرنا۔

(۱۱) نماز میں کسی غم یا درد کی وجہ سے بلند آواز سے رونا۔

(۱۲) نماز کے دوران ستر کا کوئی حصہ ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر کھلا رکھنا۔

(۱۳) جنون یا بے ہوشی کا طاری ہونا۔

(۱۴) فجر کی نماز میں سورج کا طلوع ہو جانا۔

(۱۴) عیدین کی نماز میں زوال کا وقت ہو جانا، یا جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت داخل ہو جانا۔

(۱۵) جو نمازی پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم سے نماز ادا کر رہا ہو، درمیانی نماز میں اس کے لیے پانی کا حاصل ہو جانا، یا پانی کے استعمال کرنے سے کوئی عذر مانع تھا، اس کا زائل ہو جانا۔

(۱۶) نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا۔

مکروہات نماز

مندرجہ ذیل چیز نماز میں مکروہ ہیں، ان سے بچنا چاہئے؛ تاکہ ہماری نماز میں کسی طرح کی کوئی کمی اور نقص نہ رہے۔

(۱) نماز کی کسی سنت کو جان بوجھ کر چھوڑنا۔

(۲) کپڑے یا بدن سے کھیلنا۔

(۳) ایسے لباس میں نماز پڑھنا جس لباس میں معزز لوگوں کے پاس جانا پسند نہ ہو۔

(۴) نماز کے دوران کسی چیز کا سہارا لینا۔

(۵) دورانِ نماز بلاضرورت ادھر ادھر دیکھنا۔

(۶) پیشاب، پائخانہ اور ریح کو روکتے ہوئے نماز پڑھنا۔

(۷) دوسرے کی زمین میں اس کی رضامندی کے بغیر نماز پڑھنا۔

(۸) جان دار کی تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا۔

(۹) جان دار کی تصویر والی جگہ میں نماز پڑھنا۔

(۱۰) قبرستان، راستہ، حمام میں نماز پڑھنا، یا ناپاک جگہ کے قریب نماز پڑھنا۔

(۱۱) نماز میں انگلیوں کو چٹخانا۔

(۱۲) بلا عذر چار زانو بیٹھ کر نماز پڑھنا۔

(۱۳) سجدے میں کلائیاں بچھا کر نماز پڑھنا۔

(۱۴) آستین چڑھا کر نماز پڑھنا۔

(۱۵) بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا۔

(۱۶) اگلی صف میں جگہ رہنے کے باوجود پچھلی صف میں تنہا کھڑا ہونا۔

(۱۷) آیتوں اور تسبیحات کو ہاتھ سے شمار کرنا۔

(۱۸) بلا ضرورت صرف پیشانی یا ناک سے سجدہ کرنا۔

(۱۹) بھوک کی حالت میں جب کہ کھانا تیار ہو اور دل میں کھانا کی خواہش بھی ہو، ایسے وقت میں نماز پڑھنا۔

(۲۰) فرض نماز میں جان بوجھ کر قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنا۔

(۲۱) دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے زیادہ طویل کرنا۔

(۲۲) سجدے میں ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کو قبلے سے منحرف رکھنا۔

(۲۳) عمامہ کے کور یا جان دار کی تصویر پر سجدہ کرنا۔

(۲۴) رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھوں کو نہ رکھنا۔

(۲۴) تشہد کی حالت میں رانوں پر ہاتھوں کو نہ رکھنا۔

(۲۵) اشارے سے سلام کا جواب دینا۔ (۲۶) کپڑوں کو سمیٹنا۔

(۲۷) ٹخنوں سے نیچے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔ (۲۸) جماہی لینا۔

(۲۹) کپڑوں کا سدل کرنا۔

(۳۰) نماز میں مچھر، جوں وغیرہ چیزوں کو مارنا۔

نماز وتر کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۱۹)

(۱) نماز وتر کو بھول کر چھوڑے، یا جان بوجھ کر، قضا ضروری ہے۔

(۲) نماز وتر کا وقت نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد شروع ہوتا ہے۔

(۳) قیام پر قدرت ہونے کی صورت میں نماز وتر بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴) نماز وتر ایک سلام سے تین رکعات ہے۔

(۵) ہر رکعت میں سورۃ لفاتحہ اور ضم سورت پڑھنا واجب ہے۔

(۶) دوسری رکعت پر قعدہ واجب ہے۔

(۷) تیسری رکعت میں ضم سورت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے قنوت کے لیے دونوں ہاتھوں اٹھاتے ہوئے تکبیر کہے۔

(۸) تکبیر کے بعد امام اور مقتدی کے لیے دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے۔

نوٹ: دعائے قنوت بھول جائے، تو سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

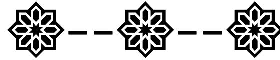
رمضان المبارک میں نماز وتر با جماعت افضل ہے، دیگر ایام میں نماز وتر کی جماعت مکروہ ہے۔

نماز وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ کوئی شخص رکوع میں شامل ہوا، تو مسبوق قنوت کو پانے والا ہوگا، جب اپنی فوت شدہ رکعت ادا کرے، تو دوبارہ قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دعائے قنوت

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ ،وَنُؤْمِنُ بِکَ، وَنَتَوَکَّلُ

عَلَيْكَ) وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ، وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ، اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ ،وَلَكَ نُصَلِّي،وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعَى، وَنَحْفِدُ نَرْجُو رَحْمَتَكَ ،وَنَخْشَى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ. (شرح معانی الآ ثار للطحاوی:۱۴۵۷)



معذور کے لیے کرسی پر نماز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے جن افعال کو جس ہیئت کے ساتھ ادا فرمایا ہے، امت کو بھی اسی ہیئت وطریقے پر نماز کے اِن افعال کوادا کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ مقررہ ہیئت سے ہٹ کر عمل کی اجازت، اُسی شخص کے لیے ہے، جو کسی عمل کو مسنون وماثور ہیئت کے مطابق ادا نہ کر سکے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت، اُسی وقت دی ہے جب کہ کھڑے ہونے کی قدرت نہ ہو، لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت، اُسی وقت دی ہے جب کہ بیٹھنے پر قدرت نہ ہو۔

لہٰذا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں دشواری ہو، تو زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرے، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ثابت ہے؛ البتہ جو لوگ مسنون ہیئت پر نہیں بیٹھ سکتے، ایسے معذور لوگوں کے لیے اجازت ہے کہ وہ جیسے چاہیں، جس ہیئت میں ان کے لیے سہولت ہو، اُس ہیئت وطریقے پر بیٹھیں، افتراش، تورک، چارزانو، یا کسی اور طریقے پر جس میں سہولت ہو، بیٹھ سکتے ہیں۔ (مساجد، فضائل ومسائل: ۲۳۷)

مریض کی نماز کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ مریض کھڑے ہو کر رکوع وسجدے کے ساتھ نماز ادا کرنے پر قادر ہو، تو وہ رکوع اور سجدے کے ساتھ کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے گا، اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت اس کے لیے کافی نہیں ہوگی، اس لیے کہ جب وہ قیام، رکوع اور سجدے پر قادر ہے، تو وہ (نماز کے سلسلے میں) صحت مند آدمی کے حکم میں ہے، صحت مند آدمی کے لیے کھڑے ہو کر رکوع اور سجدے کے ساتھ فرض نماز کی ادائیگی ضروری ہے، یہی حکم یہاں پر بھی ہوگا۔

اگر وہ قیام سے عاجز ہو اور بیٹھ کر نماز ادا کرنے پر قادر ہو، تو وہ فرض نماز بیٹھ کر رکوع وسجدے کے ساتھ ادا کرے گا، اس کے بغیر اس کی نماز درست نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ

آدھے قیام سے عاجز ہے اور آدھے پر قادر ہے، جتنے پر وہ قادر ہے، اتنا اس پر لازم ہے اور جتنے سے، وہ عاجز ہے، وہ معاف ہے، پھر رکوع اور سجدہ کرنے سے عاجز ہو اور بیٹھنے پر قادر ہو، تو وہ بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کرے گا۔

غرض یہ کہ جو شخص زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھتا ہو، اس کے لیے فرض نمازیں بیٹھ کر ہی ادا کرنا ضروری ہے، اشارے سے رکوع کرے گا اور سجدہ مسنون ہیئت کے مطابق ادا کرسکتا ہے، تو مسنون ہیئت کے مطابق سجدہ ادا کرے گا، اگر اس کی قدرت نہ ہو، تو رکوع اور سجدہ دونوں کو اشارے سے ادا کرے گا۔ (مساجد، فضائل و مسائل: ۲۳۸)

زمین پر بیٹھنے سے معذور شخص کے لیے کرسی پر نماز

جو لوگ سجدے سے عاجز اور زمین پر کسی بھی طریقے پر بیٹھنے سے واقعی معذور ہوں؛ لیکن کرسی پر بیٹھ سکتے ہوں، تو ان کے لیے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہوگا؛ کیوں کہ عذر کی حالت میں شریعت نے اِس کیفیت پر نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہے جو اس کی قدرت میں ہو؛ یہاں تک کہ لیٹ کر بھی نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے، تو کرسی پر نماز پڑھنے کی اجازت بدرجہ اولیٰ ہوگی؛ کیوں کہ لیٹنے کے مقابلے میں کرسی پر بیٹھنے کی حالت نماز کی ماثور ہیئت سے زیادہ قریب ہے، نیز کرسی پر بیٹھنا فی الجملہ بیٹھنے میں شامل ہے، کرسی پر بیٹھنا اگرچہ نماز کی ہیئت ماثورہ سے مختلف ہے؛ لیکن بیٹھنے ہی کی ایک شکل ہے، فقہاء نے معذور کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کسی خاص ہیئت کا پابند نہیں ہے؛ کیوں کہ جب بیماری کی وجہ سے نماز کے بعض ارکان ساقط ہوجاتے ہیں، تو مخصوص ہیئتیں بدرجہ اولیٰ ساقط ہوجائیں گی۔
(مساجد، فضائل و مسائل: ۲۴۰)

کرسی پر نماز پڑھنے سے متعلق مسائل

مسئلہ (۱) جو شخص قیام پر قادر نہ ہو؛ البتہ زمین پر کسی نہ کسی طریقے پر بیٹھ کر سجدہ حقیقی، یا حکمی کرسکتا ہے، تو ایسے شخص کے لیے بیٹھ کر نماز ادا کرنا لازم ہے، کرسی پر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا بالکل جائز نہیں ہے، اگر پڑھے گا، تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

مسئلہ (۲) ایک شخص قیام ورکوع پر قادر نہ ہو، نیز سجدہ حقیقی و حکمی پر بھی قادر نہ ہو؛

البتہ کسی نہ کسی طریقے سے زمین پر بیٹھنے پر قادر ہو، تو ایسے شخص کے لیے زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا افضل ہے، کرسی پر بیٹھ کر رکوع وسجدے کے اشارے سے نماز ادا کرنا بھی جائز ہے۔

سجدے سے معذور شخص

مسئلہ (۳) ایک شخص قیام پر قادر ہے، رکوع اور زمین پر سجدہ کرنے پر قادر نہیں؛ البتہ زمین پر بیٹھ سکتا ہے، تو ایسے شخص کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ زمین پر ہی بیٹھ کر رکوع وسجدے کے اشارے سے نماز ادا کرے، یہی افضل ہے؛ البتہ اس کے لیے یہ بھی گنجائش ہے کہ وہ کرسی پر بیٹھ کر اشارے سے رکوع وسجدہ کرے، تو یہ بھی جائز ہے، اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے، کھڑے ہونے کی حالت ہی میں رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے، تو یہ بھی جائز ہے؛ مگر خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ (۴) ایک شخص سجدے پر قادر نہیں ہے؛ البتہ قیام ورکوع پر قادر ہے، یا سجدے پر قادر نہیں ہے، رکوع پر قادر ہے، اس وجہ سے وہ کرسی پر بیٹھ کر سجدے کے اشارے سے نماز ادا کر رہا ہے، تو وہ کرسی پر بیٹھے گا، رکوع وسجدہ اشارے سے کرے گا، بعض فقہائے احناف نے اس طریقے کو افضل قرار دیا ہے، بعض علماء اس صورت میں بھی قیام ورکوع کی فرضیت کے قائل ہیں، ان کے نزدیک قیام کرے گا، رکوع کرے گا، سجدہ کرسی پر بیٹھ کر ادا کرے گا۔

مسئلہ (۵) جو شخص قیام، رکوع اور سجدے پر قادر نہ ہو، نیز کسی بھی ہیئت وطریقے سے زمین پر بیٹھنے کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو؛ البتہ وہ کرسی پر بیٹھ سکتا ہے، تو اس کے لیے کرسی کا استعمال بلا کراہت درست ہے، اس لیے کہ کرسی پر بیٹھنا بھی ایک طرح کا بیٹھنا ہے، جیسے زمین پر چارزانو، یا پیر پھیلا کر بیٹھنے کی طرح ہی سہولت کے ساتھ بیٹھنا ہے۔

(مزید تفصیلات کے لیے: مساجد، فضائل ومسائل: ۲۴۱ تا ۲۴۶)

سجدۂ سہو کا بیان

سجدۂ سہو کے احکام

جو آدمی نماز کے فرائض میں سے کسی فرض کو چھوڑ دے، تو اس کی نماز بالکل نہیں ہوگی، نماز کو دہرانا ضروری ہوگا۔

جو آدمی نماز کے واجبات سے کسی واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دے، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور سجدۂ سہو سے تلافی نہیں ہوگی؛ بلکہ نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

اگر کسی واجب کو بھول کر چھوڑ دیا، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور سجدۂ سہو سے نماز کی تلافی ہو جائے گی۔

فرض کی تاخیر کی وجہ سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں سجدۂ سہو ضروری

(۱) فرض نماز کی شروع کی دو رکعات یا ایک رکعت میں سورۃ الفاتحہ بھول کر چھوڑ دے۔

(۲) وتر یا نفل کی کسی بھی رکعت میں سورۃ الفاتحہ بھول جائے۔

(۳) فرض کی دو رکعتوں میں قرارت بھول جائے۔

(۴) ضم سورت پڑھنا بھول جائے۔

(۵) دو مرتبہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرے۔

(۶) تین یا چار رکعات والی نماز میں پہلا قعدہ کرنا بھول جائے۔

مسئلہ: جو آدمی تین چار رکعت والی نماز میں قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، اس کے لیے سجدۂ سہو لازم ہے۔

چار رکعت والی فرض نماز میں پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، اس کو چاہیے کہ

دوبارہ قعدے کی طرف لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کرلے، اس کی نماز درست ہوجائے گی، ورنہ نماز کی فرضیت باطل ہوجائے گی۔

(۷) تشہد پڑھنا بھول جائے۔

(۸) سری نماز میں امام تین چھوٹی آیتیں، یا ایک بڑی آیت کے بقدر بلند آواز سے قراءت کردے، یا جہری نماز میں اتنی ہی قراءت سری کردے۔

نوٹ: امام پر سجدۂ سہو سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم ہوتا ہے، مقتدی پر امام کی اقتداء کی حالت میں سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا، ہاں مسبوق جب اپنی فوت شدہ رکعات مکمل کرے اور اس میں سجدۂ سہو لازم ہوجائے، تو اس کو ادا کرنا ضروری ہے۔

سجدہ سہو کا طریقہ

جب سجدہ سہو کرنے کا ارادہ کرے، تو تشہد سے فارغ ہونے کے بعد دائیں جانب سلام پھیرے، پھر تکبیر کہہ کر دو سجدے کرے، پھر تشہد، درود اور دعاء ماثورہ پڑھ کر سلام پھیرے۔



نماز جنازہ کا بیان

نماز جنازہ کے احکام

مسلمان میت کی نماز جنازہ ادا کرنا فرض کفایہ ہے، یعنی چند مسلمان میت کی نماز جنازہ ادا کردیں، تو سب مسلمانوں کے ذمہ سے اس میت کی نماز جنازہ ساقط ہوجائے گی، اگر کسی مسلمان نے نماز جنازہ ادا نہیں کی، تو وہ تمام مسلمان جن کو اس کی وفات کی خبر پہنچی ہے؛ لیکن نماز جنازہ نہیں پڑھی، وہ سب گناہ گار ہوں گے۔

نماز جنازہ اُن تمام مسلمانوں پر فرض ہوگی جنہیں کسی مسلمان کی وفات کا علم ہو، جن لوگوں کو علم نہیں ہوگا، ان پر نماز جنازہ فرض نہیں ہوگی۔

نماز جنازہ کے فرائض

(۱) چار تکبیریں (ہر تکبیر ایک رکعت کے درجے میں)

(۲) قیام۔ لہٰذا بلا عذر بیٹھ کر نماز جنازہ درست نہیں ہے۔

نماز جنازہ کی شرائط

نماز جنازے کی درستگی کے لیے مندرجہء ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) میت مسلمان ہو۔ لہٰذا بے ایمان (یہود، نصاری، کفار ہنود، قادیانی، گوہر شاہی غالی شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے۔)

(۲) میت حقیقی اور حکمی نجاستوں سے پاک ہو، لہٰذا غسل دینے سے پہلے میت کی نماز جنازہ درست نہیں ہے۔

(۳) میت حاضر ہو۔ لہٰذا غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں ہے۔

(۴) میت جنازہ پڑھنے والے کے سامنے ہو۔ لہٰذا نماز جنازہ پڑھنے والے کے

پیچھے جنازہ ہو، تو نماز درست نہیں ہوگی۔

نماز جنازہ کی سنتیں

(۱) امام میت کے سینے کے مقابل میں کھڑا ہو، خواہ جنازہ مرد کا ہو، یا عورت کا۔

(۲) پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھے۔

(۳) دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے۔

(۴) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے استغفار کی دعا پڑھے

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِيمَانِ.

نابالغ بچے کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھے:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا، وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا.

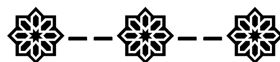
نابالغ بچی کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھے:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا، وَاجْعَلْهَا لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً.

(۵) چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔

نوٹ: نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔

نوٹ: جو شخص دوسری تکبیر، تیسری تکبیر کے بعد امام کے ساتھ شریک ہو، وہ شخص امام کی اقتدا کرے گا، امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ تکبیریں مکمل کرے گا، اگر کوئی شخص چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان آئے، تو وہ شخص نماز میں شامل نہیں ہوسکتا ہے، اس کی نماز فوت ہوگئی۔



فہرست ماخذ و مراجع

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	مطبع
(۱) الجامع الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ	فیصل دیوبند
(۲) صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیریؒ	//
(۳) سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان السجستانیؒ	//
(۴) الجامع الترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ	//
(۵) سنن النسائی	ابوعبدالرحمن النسائیؒ	//
(۶) سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید القزوینیؒ	//
(۷) سنن دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر	مکتبہ دارالایمان سہارنپور
(۸) مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاقؒ بن ھمام	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۹) مسند احمد بن حنبل	احمد بن حنبلؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۰) المستدرک للحاکم	حاکم ابوعبداللہؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۱) المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد	المکتبۃ الشاملۃ
(۱۲) شعب الایمان	احمد بن حسین البیھقیؒ	دارالفکر، بیروت
(۱۳) مشکوۃ المصابیح	خطیب تبریزیؒ	فیصل دیوبند
(۱۴) نصب الرایۃ	علامہ زیلعیؒ	مکتبہ دارالایمان سہارنپور
(۱۵) کنز العمال	علاء الدین علی المتقیؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۶) اعلاء السنن	علامہ ظفر احمد التھانویؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۷) فتح الباری	حافظ ابن حجرؒ	المکتبۃ الاشرفیۃ دیوبند
(۱۸) عمدۃ القاری	علامہ عینیؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
(۱۹) مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاریؒ	بنگلہ اسلامک اکیڈمی

(۲۰) معارف السنن	علامہ یوسف بنوریؒ	دارالکتاب دیوبند
(۲۱) فتح الملہم شرح مسلم	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	المکتبۃ الاشرفیۃ دیوبند
(۲۲) اوجز المسالک شرح مؤطا	شیخ الحدیث محمد زکریاؒ	مرکز ابوالحسن مظفر پور
(۲۳) معارف الحدیث	مولانا منظور نعمانیؒ	الفرقان بکڈپو لکھنو
(۲۴) فتح القدیر	علامہ ابن ھمامؒ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
(۲۵) بدائع الصنائع	علامہ کاسانیؒ	دارالکتاب دیوبند
(۲۶) البحر الرائق	علامہ ابن نجیمؒ	دارالکتاب دیوبند
(۲۷) منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ ابن عابدین شامیؒ	//
(۲۸) الدر المختار مع رد المحتار	علامہ حصکفیؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
(۲۹) رد المحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ	//
(۳۰) تقریرات رافعی	عبدالقادر الرافعیؒ	//
(۳۱) السعایۃ	علامہ عبدالحی لکھنویؒ	سہیل اکیڈمی لاہور
(۳۲) اعانۃ الطالبین فی الفقہ الشافعی	السید البکری الشافعی	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۳) الطبقات الکبری	محمد بن سعدؒ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
(۳۴) التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل البخاری	دارالفکر، بیروت
(۳۵) فضائل الصحابۃ	احمد بن حنبلؒ	دارالفکر، بیروت
(۳۶) تھذیب الکمال	جمال الدین مزیؒ	//
(۳۷) الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	حافظ ابن حجرؒ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
(۳۸) تقریب التھذیب	حافظ ابن حجرؒ	//
(۳۹) اسد الغابۃ	ابن الاثیرؒ	دارالمعرفۃ بیروت
(۴۰) تاریخ دمشق	حافظ ابن عساکرؒ	دارالفکر، بیروت
(۴۱) الاستیعاب	حافظ ابن عبدالبرؒ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
(۴۲) سیر اعلاء النبلاء	علامہ ذھبیؒ	دارالحدیث قاہرہ

(۴۳) تاریخ الاسلام	علامہ ذھبیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۴۴) حلیۃ الاولیاء	ابونعیم اصفہانیؒ	مکتبۃ الایمان قاھرہ
(۴۵) معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم اصفہانیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۴۶) اخبار مکۃ	علامہ ازرقیؒ	//
(۴۷) تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام	ابن الضیاء	//
(۴۸) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	//
(۴۹) السیرۃ النبویۃ	حافظ ابن کثیرؒ	//
(۵۰) اتحاف الخبرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ	احمد بن ابی بکر البوصیریؒ	//
(۵۱) تھذیب اللغۃ	علامہ ازہریؒ	//
(۵۲) سبل الھدی والرشاد	محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	دار الکتب العلمیۃ
(۵۳) الجامع لتفسیر الاحلام وتعطیر الانام	علامہ ابن سیرین ونابلسی	دار الحدید قاہرہ
(۵۴) بذل المجہود شرح ابی داؤد	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	دار الریان قاہرہ
(۵۵) شرح مسلم مع صحیح مسلم	علامہ نوویؒ	فیصل دیوبند
(۵۶) زاد المعاد	علامہ ابن القیمؒ	دار الفجر قاھرہ
(۵۷) فیض القدیر	علامہ سیوطیؒ	دار الفکر، بیروت
(۵۸) صحیح ابن خزیمۃ	ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۵۹) جمھرۃ انساب العرب	ابو المنذر ھشام بن محمد	//
(۶۰) الاستذکار	حافظ ابن عبد البرؒ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۶۱) الوافی بالوفیات	صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی	//
(۶۲) حجۃ اللہ البالغۃ	حضرت شاہ ولی اللہؒ	مکتبہ حجاز دیوبند